اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ۔

”جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا مانگو“ (الحدیث)

اَلْحُجَجُ الْقَاطِعَه فِیْ رَدِّ الْبَرَاهِیْنِ الْوَاضِحَه

معروف بہ

منکرینِ دعا بعد از نمازِ جنازہ کا ردِّ بلیغ

مؤلف

مولانا ابو السعید سجاد علی فیضی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحُجَجُ الْقَاطِعَه فِیْ رَدِّ الْبَرَاهِیْنِ الْوَاضِحَه

معروف بہ

منکرینِ دعا بعد از نماز جنازہ کا رد بلیغ

مؤلف

مولانا ابو السعید سجاد علی فیضی

مدرس و ناظم تعلیمات دار العلوم جامعہ فیضیہ

411 گ ب فیض آباد شریف، تاندلیانوالہ (فیصل آباد)

نام کتاب	......	منکرین دعا بعد از نماز جنازہ کا رد بلیغ
مصنف	......	مولانا ابو السعید سجاد علی فیضی
بموقع	......	سالانہ عرس پیر قندھاری، 16,17 اکتوبر 2014ء
حسبِ ارشاد	......	صاحبزادہ پیر سید رضا حسین شاہ صاحب قندھاری زیب سجادہ درگاہِ پیر قندھاری
تعداد	......	
صفحات	......	۳۹۲
ہدیہ	......	
کمپوزنگ و ڈیزائنگ	......	اقراء کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز، پریس مارکیٹ فیصل آباد فون 041-2633231 موبائل: 0333-6541232
ناشر	......	

ملنے کے پتے

مکتبہ فیضانِ مدینہ؛ مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد 0346-6021452، 0312-6561574

مکتبہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز؛ فیصل آباد، لاہور — دار الاسلام؛ داتا دربار مارکیٹ، لاہور

مکتبہ بہارِ شریعت؛ دربار مارکیٹ، لاہور — انوار الاسلام؛ چشتیاں، بہاول نگر

مکتبہ غوثیہ ہول سیل؛ کراچی — رضا بک شاپ؛ گجرات

اسلامک بک کارپوریشن؛ راول پنڈی — مکتبہ شمس وقمر؛ بھاٹی چوک، لاہور

مکتبہ قادریہ؛ لاہور، گجرات، کراچی، گوجرانوالا — مکتبہ اہل سنت؛ فیصل آباد، لاہور

مکتبہ امام احمد رضا؛ لاہور، راول پنڈی — نظامیہ کتاب گھر؛ اردو بازار، لاہور

انتساب

قطب الاقطاب، آفتاب نقشبندیت، غوث زماں، حضور قبلۂ عالم (راقم کے دادا مرشد)

حضرت پیر سید فیض محمد شاہ صاحب

المعروف پیر قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

۴۱۱ گ ب فیض آباد شریف تاندلیانوالہ فیصل آباد

اور

حاجی الحرمین، غریب نواز، نقش قندھاری

حضرت پیر سید حسین علی شاہ صاحب قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

۴۱۱ گ ب فیض آباد شریف تاندلیانوالہ فیصل آباد

اور

سیدی و مرشدی، امین و قاسم فیض قندھاری

حضرت پیر سید اکبر علی شاہ صاحب گیلانی مدظلہ

(کوٹلی میانی شریف ضلع شیخوپورہ)

اور

مربی و محسنی، استاذی مکرم اجمل العلماء شہید ختم نبوت

حضرت علامہ پیر سید محمد اجمل گیلانی نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

(کوٹلی میانی شریف شیخوپورہ)

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے ہوں میری سرکاروں کا

فیضی

اظہار تشکر

میں نہایت شکر گزار ہوں اُن جملہ احباب کا جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں کسی بھی لحاظ سے تعاون کیا۔ خصوصاً ان تمام علماء حق کا جنہوں نے فقیر کی تالیف کو درجۂ اعتبار دیتے ہوئے اس کو اپنی تقاریظ سے مزین فرمایا۔

اور صاحبزادہ پیر سید رضا حسین شاہ صاحب قندھاری دام ظلہ زیب سجادہ درگاہِ پیر قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کا جنہوں نے کتب کی فراہمی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔

اور مفتی عابد علی عائذ حجازی صاحب (ناظم تعلیمات و مدرس جامعہ اکبریہ فیض العلوم اکبر آباد کوٹلی میانی شریف، شیخوپورہ) کا جو فقیر کو علمی تعاون اور مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

اور مولانا وقاص حسین صاحب اور مولانا عبدالرؤف صاحب مدرسین جامعہ فیضیہ اور مولانا محمد اسلم قادری صاحب کا جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر کتاب کی پروف ریڈنگ کی۔

اور محمد عبدالرحمٰن قندھاری (تاندلہ) کا بھی جنہوں نے اس کی اشاعت کے لئے کافی تعاون کیا۔

رب تعالیٰ ان تمام معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبولیتِ عامہ عطا فرماتے ہوئے میرے شیخ کامل، میرے والدین، میرے تمام اساتذہ، جملہ معاونین اور میرے لئے ذریعے نجات بنائے۔ آمین

بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست مضامین

نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت
منکرین کی کتب سے

منکرین کے دلائل واعتراضات کے جوابات

تقریظ جلیل

شیخ الحدیث والتفسیر یادگارِ سلف استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد سعید قمر سیالوی صاحب دامت برکاتہ العالیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام گلستانِ حضرت محدث اعظم پاکستان فیصل آباد۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

فقیر نے حضرت علامہ مولانا ابو السعید سجاد علی فیضی صاحب عم فیوضہ و دامت برکاتہٖ تالیف "اَلۡحُجَجُ الۡقَاطِعَہ فِیۡ رَدِّ الۡبَرَاهِیۡنِ الۡوَاضِحَہ معروف بہ منکرین دعا بعد از نماز جنازہ کا رد بلیغ" کو چند مقامات سے پڑھا اور بعض مقامات سے سنا ماشاء اللہ دلائل کے اعتبار سے کتاب بہت مفید ہے۔ نہ صرف عوام کے لئے بلکہ علماء کے لئے بھی مفید ہے، ہدایت عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ دلائل پر ہدایت موقوف نہیں بلکہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے فضل سے عطا کی جاتی ہے۔ جو لوگ دعاء کے منکر ہیں اُن سے بڑا بد بخت کون ہو سکتا ہے اور الحمد للہ اہلسنّت و جماعت خوش نصیب ہیں جو خود بھی دعائیں کرتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ سب مسلمان دعاء مانگیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور دعاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنا مطلوب پائیں۔ حضرت مولانا نے بھی یہی کوشش فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل و عمر میں برکتیں فرمائے۔ آمین

محمد سعید احمد

خادم حدیث شریف جامعہ رضویہ

مظہر اسلام گلستانِ حضرت محدث اعظم پاکستان

فیصل آباد

تقریظ جلیل

مناظر اسلام، فاتح نجدیت، محقق اہلسنت، حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ نوری صاحب دام ظلہ العالی، خطیب و مہتمم جامعہ شرقیہ رضویہ بیرون غلہ منڈی ساہیوال۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ۔

فاضل جلیل عالم نبیل محقق العصر، فخر اہلسنت استاذ العلماء فاتح نجدیت زینت المدرسین حضرت علامہ مولانا سجاد علی فیضی صاحب زید مجدہ الکریم کی تصنیف لطیف "اَلْحُجَجُ الْقَاطِعَہ فِیْ رَدِّ الْبَرَاھِیْنِ الْوَاضِحَہ معروف بہ منکرین دعا بعد از نماز جنازہ کا رد بلیغ" کا چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کیا ماشاءاللہ مؤلف نے خوب تحقیق فرمائی بلکہ حق تحقیق ادا فرمایا اور اہل سنت و جماعت کے موقف کو مُؤیَّدْ بالقرآن والسنہ فرما کر دعا بعد نماز جنازہ کے استحباب و استحسان کو اظہر من الشمس واضح کیا ہے اور ضروری ابحاث کو زیر بحث لا کر مثبت و منفی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا اور منکرین کے زعم باطل جو کہ ان کے سوالات کی صورت میں ظاہر ہوئے ان کا دلائل کثیرہ، صحیحہ کے ساتھ خوب قلع قمع کیا، انشاء اللہ تعالیٰ یہ تصنیف مبارکہ علماء اہلسنت اور عوام اہلسنت کے لئے مزید تقویت و برکت کی باعث ہوگی رور اگر منکرین اِس کتاب کو تعصب سے بالاتر ہو کر پڑھیں گے تو انشاءاللہ تعالیٰ ان کے لئے گمراہی سے نجات کا وسیلہ ہوگی۔ دعا بعد نماز جنازہ کے موضوع پر کئی کتب و رسائل لکھے گئے اور کئی کتب و رسائل اس موضوع پر پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی لیکن حضرت علامہ موصوف کی کتاب اس موضوع پر سب سے بہتر اور مفصل اور مدلل ہے الاماشاء اللہ اب اہلسنت علماء اور عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس جامع اور دلائل سے مزین کتاب مبارکہ کو بقدر استعداد آگے پھیلائیں اور خود فائدہ اٹھائیں، اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی سعی مبارکہ کو قبول فرمائے اور اہل سنت کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید الانبیآء والمرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مولانا محمد وآلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ احقر العباد ناکارہ خلائق

غلام مصطفیٰ نوری قادری خطیب و مہتمم مرکزی جامع مسجد و مدرسہ شرقیہ رضویہ بیرون غلہ منڈی ساہیوال

تقریظ جلیل

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ المدرسین حضرت علامہ مولانا محمد وسیم ضیائی صاحب زید شرفہ، ناظم اعلیٰ برکاتی فاؤنڈیشن، سینئر مدرس جامعہ امجدیہ رضویہ، مہتمم مرکز العلوم الاسلامیہ کراچی

باسمہٖ تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

دعا بعد نماز جنازہ کے دلائل کے سلسلہ میں ایک مختصر پمفلٹ تحریر فرمایا گیا تھا جس کے رد میں مخالف مکتبہ فکر کی جانب سے جو مواد شائع کیا گیا اس کے رد بلیغ میں حضرت علامہ مولانا سجاد علی فیضی حفظہ اللہ تعالیٰ نے ”اَلْحُجَجُ الْقَاطِعَہ فِیْ رَدِّ الْبَرَاهِیْنِ الْوَاضِحَہ معروف بہ منکرین دعا بعد از نماز جنازہ کا رد بلیغ“ تحریر فرمائی۔

کتاب ہذا میں موصوف محترم نے جس انداز سے دلائل واضحہ و براہین ساطعہ پیش فرمائے۔ ان سے آگاہی پر بے حد خوشی ہوئی نیز فاضل مؤلف نے بڑے پر زور اور واضح انداز میں مؤقف اہلسنت کو عیاں کیا اور مخالف کے دلائل غیر مقبولہ کی نشان دہی کی یقیناً وہ قابل تحسین ہے۔

مخالف مؤلف کے پیش کردہ دلائل حقائق کی دنیا میں ”ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“ کا مصداق نہیں بنتے چہ جائیکہ انہیں اپنے عنوان میں دلائل تصور کیا جائے۔ فاضل مؤلف نے دلائل غیر مقبولہ کا دندان شکن جواب دے کر مخالف کو علمی دنیا میں ننگا و برہنہ کر دیا اور ساتھ ہی اشارہ بھی کر دیا کہ اُسے اصول فقہ کی صحیح تعلیم

حاصل کرنے کے لئے اہل سنّت و جماعت (بریلوی) کی کسی درس گاہ میں داخلہ لینا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کے علم و عمل نیز انداز تحریر میں مزید قوت و طاقت عطا فرمائے۔ آمین۔

خادم العلماء
وسیم ضیائی

تقریظ جلیل

مناظرِ اہلسنّت استاذ العلماء حضرت العلام والفہام مفتی عابد عائذ حجازی صاحب دام ظلہ، ناظم تعلیمات و مدرس جامعہ اکبریہ فیض العلوم اکبر آباد کوٹلی میانی شریف (شیخوپورہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الۡکَرِیۡم

اہلسنّت کے لئے "قحط الرجال" کے اس دور میں شہید ختم نبوت حضرت پیر سید محمد اجمل گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ علماء میں سے عزیزم حضرت مولانا سجاد علی فیضی کی تحریر "اَلۡحُجَجُ الۡقَاطِعَہ فِیۡ رَدِّ الۡبَرَاھِیۡنِ الۡوَاضِحَہ معروف بہ منکرین دعا بعد از نماز جنازہ کا رد بلیغ" باصرہ نواز ہوئی۔ مختلف مقامات سے دیکھنے سے تحریر کی جامعیت پر انتہائی خوشی ہوئی، اللہ قدوس کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان میں مزید برکتیں فرمائے اور مصنف کو اس عظیم تبلیغی کام کا اجر عظیم عطا فرمائے اور مزید اس سے بڑھ کر خدمت دین متین کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین

صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین

عابد علی عائذ حجازی
مدرس جامعہ اکبریہ فیض العلوم
اکبر آباد

تقریظ جلیل

ادیب ملت محقق اہلسنّت مصنف کتب کثیرہ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب زید مجدہ، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب اعظم مرید کے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دعا بعد از نماز جنازہ..........؟

دعا، درود شریف، طواف کعبہ کے لئے کوئی وقت مقرر و متعین نہیں، ہر وقت دعا کر سکتے ہیں، ہر گھڑی صلوٰۃ و سلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر سکتے ہیں اور ہر ساعت طواف کعبہ کیا جا سکتا ہے، یوں ہی بلا تخصیص ہر گھڑی، ہر ساعت، دن ہو یا رات، صبح ہو یا شام طواف بیت الحرام کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ خوش بخت وہاں حاضر ہو۔

دعا قبل از نماز جائز ہے اور بعد از نماز بھی نماز فرض ہو یا نفل، تہجد ہو یا نماز جمعہ و عیدین، نیز نماز جنازہ۔ ہر نماز کے بعد دعا مانگی جا سکتی ہے، ممنوع و ناجائز قطعاً نہیں، دعا پر قرآن و سنت ناطق ہیں، شاہد و عادل ہیں، نہ جانے منکرین دعا بعد از نماز جنازہ سے کیوں الرجک ہیں؟ ہم تو اپنے رب سے مانگتے ہیں، اپنے لئے، اپنے والدین و اساتذہ کرام کے بعد اور تمام مؤمنین و مومنات کے لئے، وہ ذات کریم ہر ایک کی دعا فریاد کو سنتی ہے، اس کی عطائیں بے حد و عد ہیں، وہ کسی سے نہیں مانگتا اور اسی سے سبھی مانگتے ہیں اس کی رحمت کے وسیع خزانوں میں کمی واقع نہیں ہوتی، وہ دعا مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے، راضی ہوتا ہے، دعا

انفرادی ہو یا اجتماعی وہ قادر کریم ہر ایک کی امید کو بر لاتا ہے۔ بقول اقبال مرحوم

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہ روِ منزل ہی نہیں

اجتماعی دعا جلد درجہ قبولیت کو حاصل کر لیتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ید اللہ علی الجماعۃ"

میری نظر سے "منکرین دعا بعد نماز جنازہ کے اکابر و اصاغر مصنفین و مولفین کی بکثرت کتابیں گزری ہیں۔ جب وہ اپنے مُردوں کے لئے قلم چلاتے ہیں تو رحمۃ اللہ علیہ، رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے دعائیہ کلمات بھی درج کرتے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب وہ یہ دعائیہ کلمات لکھ رہے ہوتے ہیں تو وہ کیوں نہیں سوچتے یہ تو ان مردوں کی نماز جنازہ پڑھی بھی جا چکی پھر ہم انکے بارے یہ دعا کر رہے ہیں آخر کیوں؟

جب اتنی مدت بعد انکے لئے دعا مانگنا، لکھنا، درج کرنا، پڑھنا، پڑھانا درست سمجھتے ہیں تو پھر عین نماز جنازہ پڑھ کر دعا مانگنا کیسے ناجائز ہوگی؟

محترم و مکرم مولانا ابو سعید سجاد علی فیضی زید مجدہ نے اس سلسلہ میں بڑی عرق ریزی سے پیش نظر کتاب تصنیف فرمائی ہے جو بکثرت حوالہ جات سے مزین، لائق مطالعہ اور قابل تحسین ہے۔

اس کتاب میں، مدارج النبوت جلد نمبر ۲ کے میرے ترجمہ کو بھی مد مقابل نے موضوع قلم بنایا ہے، لہٰذا راقم السطور واضح کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ میں نے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا ترجمہ کیا ہے، پہلے حضرت کی کتاب سے اصل عبارت ملاحظہ کریں اور پھر انصاف سے کام لیتے ہوئے فیصلہ کریں:

"و حضرت بروی دعای خیر کرد و یاران را فرمود که برای وی طلب آمرزش کنید۔" (مدارج النبوت ج ۲، ص ۲۷۵، مکتبہ نوریہ رضویہ پبلیشنگ کمپنی لاہور)

ترجمہ: "نبی علیہ السلام نے اُن کے لئے دعا فرمائی اور اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو بھی فرمایا کہ ان کے لئے دعا کرو۔"

جب نبی کریم ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت سے مدینہ طیبہ منبر پر جلوہ افروز ہو کر آگاہ فرما کر دعا فرماتے ہیں تو ظاہر ہے یہ دعا انکی شہادت کے بعد ہی فرمائی جا رہی تھی۔

لہٰذا یہ مخالف کے ذمہ ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ جنگ موتہ کے شہداء کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی؟ اور یہ ناممکن ہے تو مانیے دعا بعد از نماز جنازہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

فقط و۔ محمد منشا تابش قصوری [illegible]

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

15/9/2014 سہ شنبہ

اعتذار

راقم الحروف کو اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہو رہی کہ میں واقعتاً فن تصنیف سے ایک نا آشنا شخص ہوں۔ ارباب علم و دانش بخوبی جانتے ہیں کہ تصنیف ایک ایسا مشکل کام ہے کہ جس میں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔ اس میں دیانت و علمی اقدار کا از حد پاس رکھنا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ اس سے عہدہ برآ فقط وہی ہو سکتا ہے جس کو رب تعالیٰ کی توفیق میسر آئے۔

حضرت شرف الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

پیش ازیں گفتہ اند اہل سلف
عذر مَنْ صَنَّفَ قَدِ اسْتُھْدِفَ

یعنی پہلے لوگوں سے جب تصنیف کے بارے کہا جاتا تو وہ یہ عذر پیش کرتے تھے کہ جس نے کتاب لکھی وہ تنقید کا نشانہ بن گیا۔

فقیر فیضی اپنی کم علمی و بے مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے اصحاب علم سے گزارش کرتا ہے کہ بندہ نے اس کتاب کی تالیف میں اپنی بساط کے مطابق ہر ممکن کوشش کی ہے کہ ہر بات شریعت مطہرہ کے مطابق حق جان کر لکھی جائے۔ پھر بھی اگر کسی مقام پر کتابت یا سبقت قلم کی غلطی پر مطلع ہوں تو ضرور اصلاح فرمائیے گا تا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کا ازالہ ہو سکے۔

دعا گو و دعا جو

فقیر ابو السعید سجاد علی فیضی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سبب تالیف

کچھ عرصہ قبل ہمارے علاقہ (تاندلیانوالہ فیصل آباد) کے لوگوں میں عجیب سی کیفیت رونما ہوئی وہ یہ کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد صفیں توڑ کر امام جنازہ یا پھر کسی بزرگ نے دعا مانگنے لگا تو ایک مخصوص فکر کے لوگوں نے مزاحمت کرنی اور بدعت و ناجائز کہہ کر روکنے کی بھرپور سعیٔ مذمومہ کرنی۔ پھر طرفہ یہ کہ اس پر بڑی دھواں دار تقریریں بھی کرنی تا کہ لوگ اس دعا سے رُک جائیں۔

دریں حالات کئی احباب اہلسنّت کی طرف سے فقیر کو حکم جاری ہوا کہ ''دعا بعد نماز جنازہ'' کے جواز پر ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں دلائل سے اس بات کو واضح کیا جائے کہ یہ دعا مانگنا بدعت اور ناجائز نہیں بلکہ جائز، مستحسن اور شرعاً مطلوب ہے تا کہ عوام میں پائی جانے والی یہ بے چینی ختم ہو سکے اور مسلمان احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا مشاہدہ کر سکیں۔

مگر راقم نے جامعہ کی تدریسی و انتظامی مصروفیات کی بنا پر معذرت کرنے کی کوشش کی لیکن احباب کے اصرار اور موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ایک پمفلٹ بنام ''نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت'' تحریر کر کے شائع کر دیا جو کافی حد تک مفید ثابت ہوا، پھر تھوڑا عرصہ قبل مجھ تک ایک رسالہ بنام اَلْبَرَاهِيْنُ الْوَاضِحَةُ فِيْ اِبْطَالِ تَحْقِيْقِ الْجَائِزَةِ یعنی ''نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم'' مؤلفہ اظہر الیاس دیوبندی پہنچا جس میں مؤلف موصوف نے ہمارے اس پمفلٹ کے دلائل کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی اور پوری طبع آزمائی کر کے ان قرآن و

حدیث کے دلائل کی غلط تعبیر کر کے زہر کی بوتل پر شہد کا لیبل لگانے کی کوشش کی۔

حالانکہ یہ بات مؤلف موصوف بھی بخوبی جانتے ہیں کہ یہ ملمع سازیاں اور رنگ بازیاں دیرپا اور مفید نہیں ہوتیں کیونکہ ان کے ذریعے اپنے حلقۂ احباب کو تو مطمئن کیا جاسکتا ہے مگر حق جو، حق پسند اور حق شناس لوگوں کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔

مؤلف مذکور کو چاہئے تھا کہ اس طرح کی فتنہ پرور اور سبب افتراق تالیف سے پہلے ذرہ سوچ لیتے کہ یہ کیا زہر اُگلے گی اور کیسا انتشار برپا ہوگا؟ ٹھنڈے دل سے یہی سوچ لیتے کہ یہ امت خصوصاً پاکستان تو پہلے ہی کئی اندرونی و بیرونی خلفشاروں کی وجہ سے زخموں سے چور ہے!

حق تو یہ تھا کہ اس خلیج کو ختم کرنے کی ہمت کرتے مگر!!!

حضرت کو تو اپنے اکابر کے نقوش کی نگہبانی کرنا تھی، اور اپنے غلط نظریے کو پھیلا کر "شانِ مصطفی" حاصل کرنا تھی چاہے اس کے حصول میں مفادات اُمت وارض وطن ہی داؤ پر کیوں نہ لگ جائیں!

ے بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

انہیں اس درد کا احساس ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ آخر پیروکار اور روحانی اولاد کن کی ہیں؟ وہ کہ جن کے بارے داعیِ اتحادِ ملت علامہ اقبال بھی یہ کہنے پہ مجبور ہوگئے!

ے عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود برسر ممبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولعجبی است

"یہ عجمی لوگ ابھی تک رموز دیں سے واقف نہیں ہو سکے ورنہ دیوبند کا (صدر المدرسین) حسین احمد برسرممبر یہ نہ کہتا کہ قومیں وطن سے بنتی ہیں۔ یہ شخص محمد عربی ﷺ کے مقام سے کتنا بے خبر ہے۔ اے نادان! اپنے آپ کو درِ مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا دے کیونکہ دین سارے کا سارا یہی ہے۔ اگر تو درِ مصطفیٰ ﷺ تک نہیں پہنچ سکا تو پھر ساری کی ساری بولہبی ہے۔"

بہر حال! اس رسالہ کو دیکھ کر ہم نے فرض جانا کہ اس کا ایسا جواب لکھا جائے کہ مخالف کا باطل نظریہ دفن ہو کر رہ جائے۔

جو بعون اللہ! کتاب کی صورت میں آپ کے ہاتھ میں ہے، جس کا نام "اَلْحُجَجُ الْقَاطِعَةُ فِیْ رَدِّ الْبَرَاهِیْنِ الْوَاضِحَةِ معروف بہ منکرینِ دعا بعد از نمازِ جنازہ کا ردِّ بلیغ" تجویز کیا گیا۔ امید ہے کہ ہمارے قارئین اس کو اسم بامسمّٰی پائیں گے۔

پہلے اسے پڑھیے!

دعاء رب تعالیٰ سے مناجات کرنے، اس کی قربت حاصل کرنے، اس کے فضل وانعام کے مستحق ہونے اور بخشش ومغفرت کا پروانہ حاصل کرنے کا نہایت آسان اور مجرب ذریعہ ہے۔ دعا بندۂ مؤمن کا زیور اس کا ہتھیار اور بہت بڑا سہارا ہے، یہ ایک بہت بڑی عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے۔ ہم گناہگار بندوں کیلئے رب کی جانب سے بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے۔ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہما الرحمہ فرماتے ہیں:

''اے عزیز! دعا ایک عجیب نعمت اور عمدہ دولت ہے کہ پروردگار تقدس وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو کرامت فرمائی اور ان کو تعلیم کی، حل مشکلات میں اس سے زیادہ کوئی چیز مؤثر نہیں، اور دفع بلا وآفت میں کوئی بات اس سے بہتر نہیں۔''

ایک دعا سے آدمی کو پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں:

اوّل: عابدوں کے گروہ میں داخل ہوتا ہے کہ دعا فی نفسہٖ عبادت بلکہ سرِّ عبادت ہے۔

دوم: وہ اقرار وعجز ونیاز داعی واعتراف بہ قدرت الٰہی پر دلالت کرتی ہے۔

سوم: امتثالِ امر شرع کہ شارع نے اس پر تاکید فرمائی نہ مانگنے پر غضب الٰہی کی وعید آئی۔

چہارم: اتباعِ سنت کہ حضور اکرم ﷺ اکثر اوقات دعا مانگتے اور اوروں کو بھی تاکید فرماتے۔

پنجم: دفع بلا وحصولِ مدعا کہ بحکم ''اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط'' ''اُجِیْبُ

دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ'' آدمی اگر بلا سے پناہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ پناہ دیتا ہے اور وہ جو کسی بات کی طلب کرتا ہے، اپنی رحمت سے عطا فرماتا ہے، یا آخرت میں ثواب بخشتا ہے۔

سرور معصوم ﷺ سے روایت ہے:

''دعا بندے کی تین باتوں سے خالی نہیں ہوتی:

ا۔ یا اس کا گناہ بخشا جاتا ہے۔

۲۔ یا دنیا میں اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ یا اس کے لئے آخرت میں بھلائی جمع کی جاتی ہے کہ جب بندہ اپنی دعاؤں کا ثواب دیکھے گا جو دنیا میں مستجاب (قبول) نہ ہوئیں تھیں تمنا کرے گا، کاش! دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی سب یہیں کے واسطے جمع رہتیں۔''

(احسن الوعاء لاداب الدعا مع شرح ذیل المدعا لاحسن الدعا ص ۵۴ تا ۵۶)

پھر غور کی جا ہے کہ ہر عبادت کا کوئی نہ کوئی وقت مقرر ہے مگر دعا وہ عبادت ہے جس میں وقت کی کوئی قید نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ربّ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتا ہی یہ ہے کہ وہ اس سے بار بار اور زیادہ سے زیادہ مانگیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے محبوب علیہ السلام تک سب انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر مقربین کی زندگانیاں دعا سے معمور نظر آتی ہیں۔

خصوصاً اس اُمت پر والیٔ اُمت ﷺ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہماری زندگی کے ہر شعبے اور ہر لمحے کیلئے دعائیں تعلیم فرمادیں مثلاً

سونا جاگنا، گھر سے جانا واپس آنا، سواری پر بیٹھنا اترنا، کھانا پینا، مرتے وقت کی مرنے کے بعد کی، خوشی وغمی حتیٰ کہ بیت الخلاء میں جانے کی اور

اس سے نکلنے تک کی دعا تعلیم فرمادی۔

الغرض! اگر تھوڑا تدبر کیا جائے تو ایک مسلمان کی زندگی دعا سے استعارہ نظر آتی ہے مگر صد افسوس!!!

اس بات کو شومیٔ قسمت کہیں یا کچھ اور؟ کہ کچھ لوگوں نے مسلمانوں کو دعا سے روکنے کی بھی ٹھان رکھی ہے۔

یقیناً یہ بڑا ابتلاء کا دور ہے، باطل نت نئے روپ دھار کر حق کے مقابل آرہا ہے۔ درِ مصطفےٰ ﷺ کہ جہاں سے انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی مستفیض ہوتے آرہے ہیں سے برگشتہ کرنے کی ناپاک مہم تو ایک مخصوص طبقے نے عرصۂ دراز سے شروع کر رکھی تھی، اب طرفہ یہ کہ مسلمانوں کو بارگاہِ خداوندی سے بھی بے نیاز کرنے کے ناپاک عزائم کے تحت قرآن وحدیث سے ثابت شدہ امور کا انکار کرنے میں ذرہ ننگ و عار محسوس نہیں کی جاتی۔

انہیں امور میں سے "دعا بعد از جنازہ" ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" اور "اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" سے صرف نظر کر کے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ مبارکہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے چودہ صدیوں سے مسلمہ مسئلہ کو خلافِ شرع کہہ کر عوام کو بارگاہِ مجیب الدعوات سے دعا مانگنے سے روکا جارہا ہے۔

حوروں کی طلب اور مئے ساغر سے ہے نفرت
زاہد تیرے عرفان سے کچھ بھول ہوئی ہے

تقدیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ السَّمِيْعِ الْقَرِيْبِ الْمَجِيْدِ الْمُجِيْبِ، قَرِيْبٌ رَبُّنَا فَنُنَاجِيْهِ لَا بَعِيْدٌ فَنُنَادِيْهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ النَّجِيْبِ الْمُنَاجِيْ الْحَبِيْبِ الْبَشِيْرِ الدَّاعِيْ اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَعَلٰى اٰلِهِ الْكِرَامِ وَصَحْبِهِ الْعِظَامِ الدَّاعِيْنَ رَبَّهُمْ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِمَامُ الدُّعَاةِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ. اَمَّا بَعْدُ!

شرعی احکام کے دلائل چار قسم پر ہیں:

۱۔ کتاب اللہ
۲۔ سنت رسول اللہ ﷺ
۳۔ اجماعِ اُمت
۴۔ قیاس (دیکھئے اصول الشاشی ص ۴)

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی شرعی مسئلہ کو دلیل سے معلوم کرنا ہو تو سب سے پہلے کتاب اللہ سے تلاش کیا جائے گا اور اگر اس میں سے نہ ملے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اگر اس میں بھی نہ ملے تو اجماع سے معلوم کیا جائے گا، اگر اس میں بھی نہ ملے تو پھر قیاس صحیح کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

اگر ان ادلہ اربعہ میں بظاہر کہیں تعارض پایا جائے تو دیکھیں گے کہ وہ تعارض آیات کے درمیان ہے یا پھر احادیث کے؟ صاحب اصول الشاشی اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

فان كان التعارض بين الايتين يميل الى السنة و ان كان بين السنتين يميل الى آثار الصحابة رضى الله عنهم و القياس الصحيح.

"یعنی تعارض اگر دو آیتوں کے مابین ہو تو حکم کا متلاشی سنت کی طرف رجوع کرے گا اور اگر دو احادیث کے درمیان ہو تو وہ آثار صحابہ اور قیاس صحیح کی طرف رُخ کرے گا۔" (ص ۱۳۰)

اور اگر تعارض قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کے مابین ہو تو ان میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی، اگر ہو جائے تو فبھا، ورنہ حدیث مبارکہ کو چھوڑ کر کتاب اللہ پر عمل کر لیا جائے گا جیسا کہ صاحب اصول الشاشی فرماتے ہیں:

حكم الخاص من الكتاب وجوب العمل به لامحالة فان قابله خبر الواحد او القياس فان امكن الجمع بينهما بدون تغيير فى حكم الخاص يعمل بهما والا يعمل بالكتاب و يترك ما يقابله.

(ص ۵-۶)

"کتاب اللہ کے خاص کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے، پس اگر اس کے مقابلے میں خبر واحد یا قیاس آ جائے، پھر اگر تو خاص کے حکم میں بغیر کسی تبدیلی کے ان کے مابین

مطابقت پیدا کرنا ممکن ہو تو ان دونوں پر عمل کریں گے ورنہ کتاب پر عمل کریں گے اور اس کے مقابل کو ترک کر دیا جائے گا۔"

قارئین! اس تمہیدی اور اصولی گفتگو کے بعد عرض یہ ہے کہ حق تو یہ تھا کہ منکرین "دعا بعد از نماز جنازہ" کا ناجائز ہونا مذکورہ ادلہ اربعہ سے ثابت کرتے مگر آپ کو یہ پڑھ کر حیرانگی ہوگی کہ منکرین کے پاس ان کے مؤقف کی تائید پر نہ تو کوئی آیت ہے، نہ کوئی حدیث، نہ اجماع اُمت اور نہ ہی قیاس صحیح سے کوئی دلیل۔

اس کے برخلاف اس دعا کے جواز کے قائلین یعنی ہم اہلسنّت کے پاس اپنے مؤقف پر قرآن وحدیث، اجماع امت، آثار صحابہ اور اقوال فقہاء وغیرہ کے دلائل کا ایک ذخیرہ موجود ہے (جس کی ایک جھلک انشاء اللہ آپ کتاب ہذا میں ملاحظہ فرمائیں گے)۔

دعا بعد از نماز جنازہ کے بارے فریقین کے عقائد:

اس گفتگو سے قبل چند فقہی اصطلاحات ملاحظہ ہوں:

مباح:

يكون الانسان مخير بين الفعل و تركه.

"انسان کو اس کے بجالانے یا چھوڑنے میں اختیار ہے۔"

(توطیہ برطحطاوی ج ۱ ص ۱۴)

مستحب:

هو امر يعد من السنة ولكنه دون المرتبين السابقين وحكمه ان يثاب فاعله ولا يلام تاركه.

''یہ وہ کام ہے کہ جس کو سنت سے شمار کیا جاتا ہے لیکن اس کا درجہ پہلی دونوں اقسام (یعنی سنت مؤکدہ وسنت غیر مؤکدہ) سے ادنیٰ ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے والے کو ثواب دیا جائے گا (لیکن) ترک کرنے والے کو ملامت نہیں کیا جائے گا۔'' (ایضا ص ۱۷)

حرام:

هو ما طلب الشرع تركه طلبا جازما و ثبت الطلب بدليل قطعي لا شبهة فيه و اشعر العقوبة على فعله.

''یعنی یہ وہ کام ہے کہ شرع مطہرہ نے جس کے چھوڑنے کا قطعی طور پر مطالبہ کیا ہو (لیکن) یہ مطالبہ ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہوگا کہ جس میں ذرہ بھر شبہ نہ ہو اور اس کے کرنے پر سزا کی خبر دی گئی ہو۔'' (ایضا)

مکروہ تحریمی:

هو ما طلب الشارع تركه طلبا جازما و لكن ثبت الترك فيه بدليل غير قطعي.

''یعنی یہ وہ کام ہے کہ شارع نے جس کے چھوڑنے کا قطعی پر مطالبہ کیا ہو لیکن اس میں ترک کا ثبوت کسی دلیل غیر قطعی (ظنی) سے ہوگا۔'' (ایضا)

مکروہ تنزیہی:

هو ما طلب الشرع تركه طلبا غير جازم وهو القابل للسنة والمستحب.

''یہ وہ کام ہے کہ شرع شریف نے جس کو چھوڑنے کا غیر قطعی طور پر مطالبہ کیا ہو اور یہ سنت اور مستحب کے مقابل ہے۔'' (ایضا)

عقیدۂ اہلسنّت:

اہلسنّت و جماعت (حنفی بریلوی) کا عقیدہ یہ ہے کہ ''دعا بعد از نماز جنازہ'' مباح بلکہ مستحب و مستحسن اور شرعاً محبوب ہے۔

یہ بات جمہور علماء کے نزدیک مسلّم ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، جس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا.

(سورۃ البقرۃ:۲۹)

''وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔''

اس آیت کے تحت رئیس الاصولیین ملاں جیون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ففي الاية دليل على كون الاباحة اصلا في الاشياء.

''پس اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔'' (تفسیرات احمدیہ ص ۱۰، مطبوعہ مکتبہ الکرم)

علامہ ابوبکر احمد رازی جصاص آیت درج بالا اور سورۃ الجاثیۃ کی آیت ۱۳، سورۃ الاعراف کی آیت ۳۲ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

يحتج بجميع ذلك في أن الاشياء على الاباحة مما لا

یخطرہ العقل، فلا یحرم منہ شئ الا ماقام دلیلہ۔

ان تمام آیات سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ تمام اشیاء اباحت پر ہیں کہ جن کو عقل منع نہیں کرتی پس ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوگی جب تک کہ اس کی حرمت پر دلیل نہ قائم ہوجائے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۰، قدیمی کتب خانہ)

اسی طرح ردالمحتار میں ہے:

بان المختار أن الاصل الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية۔

"یعنی مختار یہ ہے کہ جمہور احناف اور شوافع کے نزدیک اصل اباحت ہے۔" (ج ۱ ص ۲۳۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

الحلال ما احل الله فی کتابه و الحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفی عنه۔

"حلال وہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس کا کوئی ذکر نہیں کیا وہ معاف ہے۔"

(مشکوٰۃ ص ۳۶۷ قدیمی کتب خانہ)

شیخ محقق فرماتے ہیں:

ایں دلیل است بر آنکہ اصل در اشیاء اباحت است۔

"یعنی یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔" (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۴۰)

چونکہ "دعا بعد نماز جنازہ" بھی مذکورہ آیت وحدیث کے تحت داخل ہے لہٰذا یہ بھی مباح اور جائز ٹھہری، کیونکہ شریعت میں اس پر کہیں ممانعت وارد نہیں ہوئی، سو جس کام سے شرع مطہرہ منع نہ کرے وہ ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتی۔ تو اب اگر کوئی اسے ناجائز وحرام کہہ کر منع کرے تو ممانعت کی دلیل اس کے ذمہ ہے جو ان شاء اللہ صبح قیامت تک وہ پیش نہیں کرسکے گا۔

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

"تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔" (سورۃ البقرۃ:۱۱۱)

اور اگر بفرض محال اہلسنت کے پاس اس دعا کے جواز پر کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو یہ ہی دلیل کافی تھی کہ یہ دائرہ اباحت میں داخل ہے، لیکن بحمد اللہ اس کے جواز پر کثیر دلائل موجود ہیں، کما سیاتی۔

عقیدۂ منکرین:

جنازہ کے بعد اور کوئی دعا مشروع نہیں ہے پس یہ فعل بعد نماز جنازہ کے نہ کرنا چاہئے۔ (خلاصہ عبارت فتاوٰی دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۲۱۳)

اس دعا کا ثبوت قرآن کریم احادیث مبارکہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہ کی معتبر کتابوں میں کہیں نہیں ملتا، جب اس دعا کا ثبوت ہی نہیں تو یہ دعا نہ سنت ہوگی اور نہ مستحب کہلائے گی بلکہ بدعت اور ناجائز ہوگی۔

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۸، از اظہر الیاس دیوبندی)

چونکہ منکرین (دیوبند و وہابیہ) کا دعویٰ اس کے بدعت اور ناجائز ہونے کا ہے اس لئے ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کے ناجائز سے کیا مراد ہے؟

حرام یا مکروہ تحریمی یا پھر مکروہ تنزیہی۔

اگر تم حرام کہو تو اس کی حرمت بلاشبہ دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے، لہٰذا تم پر ضروری ہے کہ تم اس کے حرام ہونے پر کوئی غیر مؤول آیت یا حدیث متواتر پیش کرو، مگر ایسا کرنا تمہارے بس کی بات نہیں کیونکہ ایسی کوئی دلیل ہے ہی نہیں۔

اور اگر تم مکروہ تحریمی کہو تو چونکہ یہ واجب کے مقابل ہے جس کے اثبات کیلئے دلیل ظنی کی ضرورت ہوتی ہے، تو تم پر واجب ہے کہ اس کی کراہت تحریمی پر کوئی دلیل ظنی پیش کرو۔ ہم بطور چیلنج کہتے ہیں کہ تم ایسی بھی کوئی دلیل پیش نہیں کرسکتے۔

اور اگر تم مکروہ تنزیہی کہو تو پھر بھی ضروری ہے کہ تم اس کی کراہت تنزیہی پر کوئی دلیل پیش کرو اگرچہ حدیث ضعیف ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس کے ثبوت کیلئے بھی کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ شیخ احمد طحطاوی فرماتے ہیں کہ

فلا بد من النظر فی الدلیل۔

"یعنی (مکروہ تنزیہی کے لئے) دلیل میں نظر کرنا ضروری ہے۔"

(طحطاوی ج ۱ ص ۱۲۳)

یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ اس کی کراہت تنزیہی کے ثبوت کیلئے تمہارے پاس کوئی ضعیف حدیث بھی نہیں ثابت ہوا کہ آپ کا یہ عقیدہ من گھڑت اور بلا دلیل ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو قطرۂ خوں بھی نہ نکلا

بہر کیف اب ملاحظہ کیجئے "دعا بعد از نماز جنازہ" کے ثبوت پر تفصیلی دلائل۔ ان دلائل کا اسلوب و انداز درج ذیل ہوگا:

باب اوّل: بدعت اور اس کی حقیقت

باب دوم: "نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت" قرآن سے

باب سوم: "نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت" احادیث سے

باب چہارم: "نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت" اجماعِ اُمت سے

باب پنجم: "نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت" قیاس سے

باب ششم: "نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت" فقہاء کرام کے اقوال سے

باب ہفتم: "نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت" منکرین کی کتب سے

باب ہشتم: منکرین کے دلائل و اعتراضات کے جوابات

صاحبِ رسالہ "نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم" نے ہمارے پمفلٹ میں درج دلائل کا جواب دینے کی جو سعی لاحاصل کی جواب الجواب کے عنوان سے اس کا بھی ردّ کیا جائے گا۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

باب اوّل:

بدعت اور اس کی حقیقت

اس باب کو استقلالاً ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ صاحبِ رسالہ مولوی اظہر الیاس صاحب نے اپنے رسالے کے ۹ صفحات بدعت کے بارے سیاہ کر کے یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی کہ "دعا بعد نماز جنازہ" ایک بدعت ہے جو ناجائز ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ہے۔

اس باب میں ہم ان شاء اللہ العزیز بدعت کا صحیح معنی ومفہوم بیان کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ قارئین مولوی صاحب کی غلط تعبیرات پہ مطلع ہوسکیں۔

یہ بیان اس لئے بھی ضروری تھا کہ اظہر الیاس صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں نے "بدعت" کی غلط تشریح وتوضیح میں اس قدر غلو کر رکھا ہے کہ بہت سے وہ کام جو سنت کے دائرے میں آتے ہیں ان پر بھی بدعت کا فتویٰ لگا کر ناجائز قرار دے دیئے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ مولانا کی اس بحث پر تحقیقی تبصرے بھی کریں گے جس سے قارئین مولانا کی تحقیق کو ھباءً منثوراً ہوتے ہوئے بھی ملاحظہ کرسکیں گے۔

لمحۂ فکریہ:

قارئین محترم! اس میں کوئی شک نہیں کہ بندۂ مؤمن کا سرمایہ حیات اور ایمان کا زیور اتباعِ سنت میں ہے لیکن یہ بات بھی کسی ظلمِ عظیم سے کم نہیں کہ کسی فعل مسلمین (جو دلائل سے ماخوذ ہو) کو بدعت وناجائز کہہ کر اس کو ٹھکرا دیا جائے۔ گویا یہ ایک جرأت رندانہ ہے جو شرع شریف کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے۔

کسی فعل مسلمین کو بدعت شنیعہ وناجائز کہنا، ایک حکم اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے انہوں نے اس سے منع فرما دیا ہے۔ اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحق عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی کامل عزت وعظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر ووقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی خیر خواہی ومحبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرأت روا نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی ووافی نہ مل جائے۔

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾

(سورۃ البقرۃ: ۸۰)

"اللہ تعالیٰ کا رشاد گرامی ہے: یا تم ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔"

بدعت کی لغوی واصطلاحی تعریف

بدعت کی لغوی تعریف:

البدعۃ کل شئ عمل علیٰ غیر مثال سبق۔

"بدعت وہ کام ہے جو بغیر گزری ہوئی مثال کے کیا جائے۔"

(مرقات شرح مشکوٰۃ ج۱ ص۳۳۷، مکتبہ رشیدیہ)

اسی طرح منجد میں ہے:

"بغیر نمونہ کے بنائی چیز۔" (دیکھئے ص۴۹)

بدعت یعنی مادہ "ب د ع" اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۱۷)

”نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا۔“

قُلۡ مَا کُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ (سورۃ الاحقاف:۹)

”تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں۔“

ان دونوں آیات میں بدعت اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ”نیا“ اور ”انوکھا“۔

بدعت کی اصطلاحی تعریف:

البدعة هی الفعلة المخالفة للسنة سميت البدعة لأن قائلها ابتدعها من غير مقال امام۔

”بدعت فقط وہ کام ہے جو سنت کے مخالف ہو اور اس کو بدعت اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا قائل امام کے قول کے بغیر اس کو اختراع کرتا ہے۔“ (تعریفات ص ۳۳، قدیمی کتب خانہ)

علامہ جرجانی ایک دوسری تعریف بھی بیان کرتے ہیں کہ

البدعة هی الامر المحدث الذی لم یکن علیه الصحابه و التابعون و لم یکن مما اقتضاه الدلیل الشرعی۔

”بدعت وہ نیا کام ہے کہ جس کو نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور نہ تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اور نہ ہی وہ دلیل شرعی کا مقتضی ہو۔“ (ایضا)

علامہ بدر الدین عینی شارح بخاری علیہ الرحمہ اس کی اصطلاحی و شرعی تعریف کرتے ہیں:

البدعة فی الاصل إحداث امر لم یکن فی زمن رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم البدعة علی نوعین ان کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی بدعة حسنة و ان کانت مما یندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی بدعة مستقبحة۔

”بدعت اصل میں اس نئے کام کے ایجاد کرنے کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ ہو پھر بدعت دو قسم پر ہے اگر تو وہ کسی مستحسن کے تحت آجائے تو یہ بدعت حسنہ ہے۔ اور اگر یہ شرع کے مستقبحات کے تحت داخل ہو تو یہ بدعت مستقبحہ ہے۔“ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۸)

ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

المعنی من احدث فی الاسلام رایا لم یکن من الکتاب والسنة سند ظاهر و خفی ملفوظ او مستنبط فهو مردود علیه۔

”مطلب یہ ہے کہ جو کوئی دین میں ایسی رائے نکالے جس کیلئے کتاب وسنت سے نہ ظاہری سند ہو اور نہ ہی مخفی وہ ملفوظ ہو یا مستنبط، تو وہ مردود ہے۔“ (مرقاۃ ج ۱ ص ۳۳۴)

امام ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

البدعة... تطلق فی الشرع فی مقابل السنة۔

"شریعت میں بدعت کا اطلاق اس کام پر ہوتا ہے جو سنت کے مقابل ہو۔"

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۳۱۸، قدیمی کتب خانہ)

ان اجلۂ علماء وائمہ دین کی تصریحات سے واضح ہوا کہ ہر وہ کام جو ہے تو نیا مگر وہ قرآن وسنت کے مخالف ومقابل نہ ہو تو شرعی اعتبار سے وہ بدعت حسنہ کے زمرہ میں داخل ہو کر قابلِ عمل اور جائز ہوگا، ہاں! اگر وہ قرآن وسنت کے مخالف ہو اور دیگر کسی دلیل شرعی کا مقتضیٰ بھی نہ ہو تو اب یقیناً وہ متروک ومردود اور ناقابلِ عمل قرار پائے گا۔

قارئین محتشم! مذکورہ تحقیق کی روشنی میں ہمیں متخصص اظہر صاحب سے یہ پوچھنے کا پورا پورا حق ہے کہ آپ کا یہ قول کہ

"اس دعا کا ثبوت قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور فقہ کی معتبر کتابوں میں کہیں نہیں ملتا، جب اس دعا کا ثبوت ہی نہیں تو یہ دعا نہ سنت ہوگی اور نہ مستحب کہلائے گی بلکہ بدعت اور ناجائز ہوگی۔"

آپ نے جو مطلقاً ناجائز وبدعت قرار دے دیا، یہ بتائیے کہ یہ دعا کرنا قرآن کی کس آیت کے مخالف ہے یا کس حدیث نبوی کے مقابل ہے یا دیگر کس دلیل شرعی کی غیر مقتضیٰ ہے؟

جب یہ شرع شریف کے مخالف نہیں تو بدعت وناجائز کیسے ٹھہری؟

کسی آنے والے طوفاں کا ڈراوا دے کر
ناخدا نے مجھے ساحل پر ڈبونا چاہا

بدعت کی اقسام

پچھلی بحث میں بدعت کی دو اقسام بطور لغت واصطلاح کے بیان ہوئیں، اب بطور اصطلاح وشرع کے اس کی تقسیم واقسام بیان کی جاتی ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون کونسے کام نئے ہونے کے باوجود جائز ہیں اور کون کونسے نئے کام ناجائز۔

بدعت کی باعتبار اصطلاح کے پہلی تقسیم

امام بدر الدین عینی علیہ الرحمہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ثم البدعة على نوعين ان كانت مما يندرج تحت مستحسن في الشرع فهي بدعة حسنة وان كانت مما يندرج تحت مستقبح في الشرع فهي بدعة مستقبحة۔

"پھر بدعت کی دو قسمیں ہیں اگر تو وہ (نیا) کام شریعت کے کسی مستحسن (اچھے) کام کے تحت درج ہو تو اسے بدعت حسنہ کہیں گے اور اگر وہ کسی ایسے کام کے تحت درج ہو کہ جو شریعت میں قبیح تھا تو اس کام کو بدعت مستقبحہ کہیں گے۔"

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

آپ فرماتے ہیں:

والتحقيق انها ان كانت مما تندرج تحت

مستحسن فی الشرع فھی حسنة و ان کانت مما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی مستقبحة و الا فھی من قسم المباح و قد تنقسم الی الاحکام الخمسة۔

''تحقیق یہ ہے کہ اگر تو وہ (نیا) کام شریعت کے کسی حسن کام کے تحت داخل ہو تو وہ بدعت حسنہ ہوگی، اور اگر وہ شریعت میں کسی قبیح کے تحت داخل ہو تو وہ بدعت مستقبحہ کہلائے گی۔''

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۸، قدیمی کتب خانہ)

محشیٔ بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

محشیٔ بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری نے بھی تقریباً بعینہ امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ نقل کر کے اس بات کی وضاحت کر دی کہ بدعت دو قسم پر ہے ''بدعت حسنہ'' اور ''بدعت مستقبحہ''۔ (دیکھئے بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۹ حاشیہ نمبر ۶)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں:

ایں ہمہ گرچہ بدعت ست و از صحابہ و تابعین نقل نہ کردہ اند لیکن نہ ہر چیز بدعت بود نہ شاید کہ بسیاری بدعت نیکو پس بدعت مذموم آں بود کہ بر مخالفت سنت بود۔

''یہ سب امور اگرچہ نو پید ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم سے منقول نہیں ہیں مگر ایسا بھی نہیں کہ ہر نئی بات ناجائز ہو کیونکہ بہت ساری نئی باتیں اچھی ہیں، چنانچہ مذموم

بدعت وہ ہوگی جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہو۔''

(بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۳۳)

اس عبارت کے تیور بھی بتا رہے ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی بدعت دو قسم پر ہے بدعت حسنہ اور بدعت مذمومہ۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

امام بیہقی وغیرہ علماء حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ

المحدثات من الامور ضربان احدھما احدث مما یخالف کتابا او سنة او اثرا او اجماعا فھذہ بدعة ضلالة والثانی ما احدث من الخیر و لا خلاف فیہ لواحد من ھذہ وھی غیر مذمومة۔

''نو پید باتیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ ہیں کہ قرآن یا حدیث یا آثار یا اجماع کے خلاف نکالی جائیں تو یہ بدعت و گمراہی ہیں دوسری وہ اچھی بات کہ احداث کی جائے اور اس میں ان چیزوں کا خلاف نہ ہو تو وہ بری نہیں،'

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۵۳۲ بحوالہ القول المفید للشوکانی)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور وضاحت:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاء العلوم کے اندر فرماتے ہیں:

البدعة قسمان بدعة مذمومة ما تصادم السنة القدیمة۔

''بدعت دو قسم پر ہے، بدعت مذمومہ وہ ہے جو سنت قدیمہ کے مقابلے میں ہو۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ھی منقسمۃ الی حسنۃ وقبیحۃ۔

"بدعت (دو اقسام یعنی) حسنہ اور قبیحہ کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔" (تہذیب الاسماء واللغات بحوالہ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۵۵)

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ

البدعۃ بدعتان بدعۃ ھدی وبدعۃ ضلال۔

"یعنی بدعت کی دو قسمیں، ایک وہ بدعت جو ہدایت والی ہے اور دوسری وہ جو گمراہی ہے۔"

(النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ج ۱ ص ۱۰۶)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں کہ

انما البدعۃ الممنوعۃ خلاف السنۃ۔

"یعنی بدعت ممنوعہ فقط وہ ہے کہ جو سنت کے مخالف ہو۔"

(ج ۱ ص ۳۳۴ مطبوعہ قاہرہ)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ حصر "انما" کو استعمال کر کے گویا اس کی دوسری قسم (بدعت حسنہ) کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہ نیا کام جو سنت کے مخالف نہ ہو وہ ممنوع نہیں مطلب جائز ہے۔

علامہ سید یوسف ہاشم رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

علامہ سید یوسف ہاشم رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "ادلۃ اھل السنۃ والجماعۃ" میں فرماتے ہیں کہ

"بدعت دو قسم کی ہے، ایک بدعت محمودہ اور دوسری بدعت مذمومہ، جو سنت کے مطابق ہو وہ بدعت محمودہ اور جو سنت کے خلاف ہو وہ بدعت مذمومہ ہے۔"

(بحوالہ رسائل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۰۷)

نتیجۂ کلام:

ان تمام مقتدیان ملت وعلماء دین کی وضاحتوں سے ثابت ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ بدعت حسنہ: یہ وہ بدعت ہے کہ جو قرآن وسنت کے مخالف نہ ہونے کی وجہ سے اچھی اور قابلِ عمل ہے۔ اس کیلئے یہ الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں: محمودہ، ہدی، وغیرہ۔

۲۔ بدعت سیئہ: یہ وہ بدعت ہے کہ جو قرآن وسنت اور دیگر شرعی دلائل کے مخالف ومقابل ہونے کی وجہ سے مردود اور ناقابل عمل ہے۔ اس کیلئے اور الفاظ بھی مستعمل ہوتے ہیں مثلاً مستقبحہ، ضلالہ، ممنوعہ، مذمومہ، قبیحہ وغیرہ کمامرَّ۔

بدعت کی باعتبار اصطلاح کے دوسری تقسیم:

قارئین! اس سے قبل ہم نے ان ائمہ کی تصریحات پیش کیں جنہوں نے بدعت کو فقط دو اقسام کی طرف تقسیم کیا ہے اب ہم کچھ ان ائمہ کے اقوال

بھی ذکر کرتے ہیں جنہوں نے بدعت کی پانچ قسمیں بیان فرمائیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ بدعت واجبہ: یعنی وہ نیا کام جس کا کرنا واجب ہے۔

۲۔ بدعت محرمہ: یعنی وہ نیا کام کہ جس کا بجالانا حرام ہے۔

۳۔ بدعت مندوبہ: یعنی وہ نیا کام جس کے کرنے پہ ثواب اور نہ کرنے پہ گناہ نہیں ہے۔

۴۔ بدعت مکروہ: وہ نیا کام جس کا کرنا مکروہ ہے۔

۵۔ بدعت مباحہ: وہ نیا کام جس کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے بندے کو اختیار ہو۔

شیخ عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

حضرت شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

قال الشيخ عز الدين بن عبدالسلام فى آخر كتاب القواعد: البدعة اما واجبة كتعليم النحو لفهم كلام الله و رسوله و كتدوين اصول الفقه، والكلام فى الجرح والتعديل، و اما محرمة كمذهب الجبرية والقدرية والمرجية والمجسمة والرد على هؤلاء من البدع الواجبه لأن حفظ الشريعة من هذه البدع فرض كفاية، و اما مندوبة كأحداث الربط والمدارس و كل احسان

لم يعهد فى الصدر الاوّل و كالتراويح اى بالجماعة العامة، والكلام فى دقائق الصوفية ، و اما مكروهة كزخرفة المساجد و تزويق المصاحف يعنى عند الشافعية و اما عند الحنفية فمباح، و اما مباحة كالمصافحة عقيب الصبح والعصر اى عند الشافعيه ايضا والا فعند الحنفية مكروه والتوسع فى لزائذ المأكل والمشارب والمساكن و توسيع الأكمام۔

"شیخ عز الدین بن عبد السلام نے "کتاب القواعد" کے آخر میں فرمایا کہ: بدعت یا تو واجب ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا، اور اصول فقہ اور جرح وتعدیل کے بارے کلام (یعنی علم اسماء الرجال) کا مدون کرنا۔ یا (پھر) محرمہ ہوگی، جیسے جبریہ وقدریہ و مرجیہ اور مجسمہ (وغیرہ) کا مذہب۔ ان تمام کا رد کرنا بدعت واجبہ ہے کیونکہ اس بدعت محرمہ سے شریعت کو محفوظ رکھنا فرض کفایہ ہے۔ یا (پھر) مندوبہ ہوگی، جیسے سرائے اور مدارس کا قیام اور ہر وہ نیکی جو صدر اوّل میں معہود (موجود) نہ تھی جیسے تراویح کا جماعت عامہ سے ادا کرنا اور صوفیہ کے دقائق میں کلام کرنا۔ یا وہ مکروہ ہوگی، جیسے شافعیہ کے نزدیک مساجد و مصاحف کی نقش ونگاری، لیکن احناف کے نزدیک یہ

مباح ہے۔ یا وہ مباحہ ہوگی، جیسے شافعیہ کے نزدیک نماز فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا، مگر احناف کے نزدیک مکروہ ہے اور ماکولات و مشروبات، رہائش گاہوں اور آستینوں میں توسیع کرنا۔"

(مرقات ج ا ص ۳۹، ۳۳۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب القواعد کے حوالے سے مذکور بدعت کی پانچوں اقسام ذکر فرمائی ہیں۔

(دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات بحوالہ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۵، ۵۵۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

پچھلے صفحات میں ہم امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر آئے ہیں جس کے آخر میں آپ فرماتے ہیں:

قد تنقسم الی الاحکام الخمسة۔

"یعنی کبھی اس بدعت کو احکام خمسہ کی طرف بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔" (فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۸، قدیمی کتب خانہ)

احکام خمسہ سے بدعت کی اقسام خمسہ ہی مراد ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

حضرت شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا بدعت مباحہ کیلئے اجتماع جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "ہاں"۔

پھر آپ نے بھی اس کے بعد حضرت عز بن عبدالسلام کے حوالے سے

بدعت کی پانچ اقسام ذکر فرمائی ہیں۔ (دیکھئے فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۰۳ قدیمی کتب خانہ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بدانکہ ہرچہ پیدا شدہ بعد ز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدعت است واز انچہ موافق اصول وقواعد سنت اوست وقیاس کردہ شدہ است برآن را بدعت حسنہ گویند وانچہ مخالف آں باشد بدعت و ضلالت خوانند و "کل بدعة ضلالة" محمول برایں ست۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ،

جان کہ ہر وہ چیز جو نبی علیہ السلام کے بعد پیدا ہوگی وہ بدعت کہلائے گی (پھر اگر) وہ سنت کے اصول وقواعد کے موافق ہو، (یا پھر) اس کو قیاس کیا گیا ہو تو اس کو بدعت حسنہ کہیں گے اور وہ جو ان کے مخالف ہو اس کو بدعت اور گمراہی کہیں گے اور "کل بدعة ضلالة" (والی حدیث) اسی پر محمول ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت شیخ محقق نے بدعت کی وہی پانچ اقسام بیان فرمائیں۔ (دیکھئے اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۳۵ مکتبہ رشیدیہ)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تو بدعت کی وضاحت میں باب ہی یہ قائم کیا:

مطلب: البدعة خمسة اقسام۔

یعنی اس بات کی وضاحت کہ بدعت پانچ قسم پر ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۳۵۶، مکتبہ رشیدیہ)

محشیٔ مشکوٰۃ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

محشیٔ مشکوٰۃ نے بھی حدیث نبوی ''کل بدعۃ ضلالۃ'' پر تحشیہ کرتے ہوئے امام عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بدعت کی یہی پانچ اقسام ذکر فرمائیں۔

(دیکھئے مشکوٰۃ ص ۲۷ حاشیہ نمبر ۷)

رئیس المفسرین علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت کی وضاحت:

رئیس المفسرین حضرت علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۲۷ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ولیس فی الایۃ ما یدل علی ذم البدعۃ مطلقا۔

''یعنی اس آیت میں ایسی کوئی چیز نہیں جو مطلقاً بدعت کے مذموم ہونے پر دلالت کرے۔''

اس کے بعد آپ بھی بدعت کی اقسام خمسہ ذکر فرما کر نتیجتاً فرماتے ہیں:

فعلم أن قوله صلى الله عليه وسلم "كل بدعة ضلالة" من العام المخصوص۔

''پس معلوم ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ''کل بدعۃ ضلالۃ'' (ہر بدعت گمراہی ہے) عام خص عنہ البعض ہے۔''

(روح المعانی ج ۱۴ جزء ۲۷ ص ۲۹۴، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ)

نتیجۂ کلام:

قارئین! آپ نے دیکھا ہم نے تقریباً انیس (۱۹) ائمہ دین و مقتدیان ملت کے اقوال پیش کئے جن میں سے پہلے ۱۰ وہ ہیں کہ جنہوں نے بدعت کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ بدعت حسنہ

۲۔ بدعت سیئہ

اور بعد والے ۹ وہ ہیں کہ جنہوں نے بدعت کو تقسیم کرتے ہوئے اس کی پانچ اقسام بیان فرمائیں:

۱۔ بدعت واجبہ

۲۔ بدعت محرمہ

۳۔ بدعت مکروہ

۴۔ بدعت مندوبہ

۵۔ بدعت مباحہ

قارئین مکرم! تعجب کی جا ہے کہ ایک طرف اتنے بڑے بڑے فقہاء و محدثین و مفسرین وغیرہ کا جم غفیر ہے کہ جو اتنی احتیاط سے دین کی تشریحات کر گئے کہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے انہیں اور ان کی عبارات کو بطورِ سند اور حوالے کے پیش کیا جاتا رہے گا وہ تو مطلقاً بدعت کو حرام و ناجائز نہ کہیں بلکہ اس کی تقسیم و توضیح اس انداز سے فرمائیں کہ اب کسی قسم کا خلجان باقی نہ رہے۔

اور دوسری طرف چند ایک وہ لوگ بھی ہیں جن کو بدعت و شرک کا دائمی مرض لاحق ہو چکا ہے جن کی ہر سانس و ہر بات میں اس موذی مرض کے جراثیم ٹپکتے ہیں جو آنکھیں بند کر کے مطلقاً ہر کام پہ بدعت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

جیسا کہ صاحب رسالہ ''نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم''، متخصص اظہر الیاس صاحب لکھتے ہیں کہ

''یہ کوئی ضروری نہیں کہ بدعت بظاہر برا کام ہی ہو تب ہی بدعت ہوگی بلکہ اگر بالفرض نماز بھی ہو مگر وہ کسی خاص کیفیت

اور خاص وقت میں حضور ﷺ سے ثابت نہ ہوتو وہ بھی بدعت ہوگا۔" (ص۱۱،۱۲)

اب فیصلہ ہمارے قارئین کو کرنا ہے کہ ہمیں دین وملت کے ان چوٹی کے ائمہ کے پیچھے چلنا ہے یا ان کے پیچھے جو بدعت کے دائمی مرض میں مبتلا ہو چکے؟ جن کی کیفیت یہ ہو چکی ہے!

زعم العواذل انني في غمرة
صدقوا و لكن غمرتي لا تنجلي

"ملامت کرنے والوں نے گمان کیا کہ میں شدت (مرض و نشہ) میں ہوں، بات تو انہوں نے سچ کی لیکن (اب) میری یہ شدت (مرض ونشہ) چھوٹنے والی نہیں۔"

بدعت حسنہ وسیئہ کا معیار:

عام آدمی اس بات کو سوچ کر ششدر رہ جاتا ہے کہ آخر وہ کونسا پیمانہ و دستور ہے کہ جس سے ثابت ہو سکے کہ فلاں کام بدعت حسنہ اور قابل عمل ہے اور فلاں کام بدعتِ سیئہ اور ناقابل عمل؟

تو بعض لوگ یہاں پر ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور فعل کے حسن وقبح اور معمول بہ ومتروک ہونے کو وقت سے مقید کردیتے ہیں جیسا کہ متخصص اظہر صاحب کی عبارت ابھی گزری، فرماتے ہیں کہ اگر اچھا کام بھی "خاص کیفیت وقت میں حضور ﷺ سے ثابت نہ ہوتو وہ بھی بدعت ہے۔"

حالانکہ ایسی بات نہیں، کیونکہ فعل کے حسن وقبح وقبولیت وعدم قبولیت کا معیار وقت نہیں بلکہ نفس فعل ہے۔ اسی کو دیکھا جائے گا اگر اس میں کوئی شرعی

ممانعت وقباحت نہ ہوتو جائز ورنہ بدعت وناجائز۔

تو قاعدہ شرعیہ یہ نکلا کہ اچھا کام اچھا ہے اور بُرا کام برا ہے۔ اگرچہ پرانا ہو یا نیا۔ تاریخ اسلام وشرع شریف سے ادنیٰ ممارست رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم ومن بعدھم باحسان نے بھی اس قانون پر عمل کرتے ہوئے اپنے اپنے وقتوں میں نئے نئے پیدا ہونے والے امور میں سے بعض کو اچھا اور بعض کو بُرا قرار دیا۔

انشاء اللہ العزیز! ہم آگے چل کر ان امور کی نشاندہی کریں گے جو نو پید ہونے کے باوجود اُمت محمدیہ ﷺ کے معمول بہ بھی رہے اور ہیں۔

بدعت حسنہ کا ثبوت قرآن مجید سے

چونکہ ہمارا دعویٰ یہ تھا کہ ہر نیا کام بدعت و ناجائز اور حرام نہیں بلکہ ہر وہ کام جو بدعت حسنہ کے دائرے میں ہوگا وہ جائز اور قابل عمل ہوگا۔ تو اب ہم بدعت حسنہ کے ثبوت پر قرآن وحدیث سے کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ط (سورۃ یٰس:۱۲)

''اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے۔''

صاحبِ جلالین ''وَاٰثَارَهُمْ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ما استن بہ بعدھم۔

''یعنی جو طریقے وہ اپنے بعد چھوڑ گئے۔''

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب جلالین کے ان کلمات پر تحشیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای من خیر: کعلم علموہ او کتاب صنفوہ او نخل غرسوہ او وقف حبسوہ او غیر ذلك، او شر کمکس رشبوہ اوضلالۃ احدثوہ او غیر ذلك، لما فی الحدیث! من سن سنۃ حسنۃ فعمل بھا من بعدہٗ کان لہ اجرھا و مثل اجر من عمل بھا، من غیر ان ینقص من اجورھم شئ و من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ، کان علیہ و زرھا و زر من

عمل بھا بعدہ من غیر ان ینقص من وزرھم شئ۔

''یعنی نیک طریقے: جیسا کہ وہ علم جو سکھا گئے یا کتاب جو وہ تصنیف فرما گئے، یا باغ جو وہ کاشت کر گئے، یا کوئی چیز جو وہ وقف کر گئے، یا اس جیسا کوئی اور کام۔

یا بُرے طریقے: جیسا کہ ظلم جو وہ ترتیب دے گئے یا گمراہی جو ایجاد کر گئے، یا اس طرح کے اور کام، بوجہ اس حدیث میں آنے کے۔

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا تو اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا، اس کے لئے ایک اجر (اسے ایجاد کرنے کا) ہوگا اور جو اس پر عمل کرے گا اس کی مثل بھی اس کے لئے اجر ہوگا، بغیر اس کے کہ (ان بعد میں عمل کرنے والوں) کے اجر میں کچھ کمی کی جائے۔

اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ نکالا تو اس پر اسکا گناہ ہوگا، اور ان کا بھی جو اس کے بعد عمل کریں گے، بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔''

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۱۷۰۸، مکتبہ رحمانیہ)

اس طرح امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

المعنی ما اسلفوا من الاعمال صالحۃ کانت او فاسدۃ۔

''مطلب یہ ہے کہ جو اعمال وہ پچھلوں کے سپرد کر گئے وہ نیک ہوں یا بد۔''

پھر تھوڑا آگے چل کر مذکورہ حدیث مبارکہ نقل کر کے فرمانے لگے:

فبشرهم حيث يؤخذون بها و يوجرون عليها۔

"یعنی رب تعالیٰ نے بندوں کو بشارت دی کہ (ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے) ان کا مواخذہ ہوگا اور (اچھے اعمال پر) ان کو اجر دیا جائے گا۔"

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۵۷، مکتبہ علوم اسلامیہ)

مزید دیکھئے تفسیر احسن البیان ص ۵۷۸ از حافظ صلاح الدین یوسف وہابی، تفسیر عثمانی ص ۵۷۴، از شبیر احمد عثمانی دیوبندی، شیعہ تفسیر از محسن علی نقوی ص ۵۹۳۔

مذکورہ آیت پاک اور اس کی تفسیر میں اپنے پرائیوں کے تفسیری اقوال سے ثابت ہوا کہ جو شخص اسلام میں کوئی اچھا کام ایجاد کرے اس کو دو اجر ملیں گے:

۱۔ اس کے ایجاد کرنے کا۔

۲۔ قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا

اسی کو بدعت حسنہ کہتے ہیں جو جائز اور قابل عمل اور باعث اجر دوگنا ہوتی ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس میں قرآن اور صاحب قرآن ﷺ نے کسی وقت کی بھی قید نہیں لگائی۔

۱۔ بدعت حسنہ کا ثبوت احادیث و آثار سے:

بدعتِ حسنہ کے ثبوت و استحسان پر صاحبِ شریعت ﷺ اور صحابہ و تابعین وغیرھم کے بھی سینکڑوں فرامین موجود ہیں ان میں سے چند ایک حاضر خدمت ہیں:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من

اجورهم شئ، و من سن فی الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزارهم شئ۔

(مسلم و ترمذی، ریاض الصالحین ص ۴۶، مکتبہ اسلامیہ)

اس کا ترجمہ پہلے ہو چکا ہے۔

۲۔ نو پید امور میں مومنین کی پیروی کی جائے:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

أن النبی صلی الله علیه وسلم سئل عن الامر يحدث ليس فی كتاب و لا سنة، فقال: ينظر فيه العابدون من المومنين۔

"یعنی نبی اکرم ﷺ سے اس نئے پیدا ہونے والے امر کے بارے پوچھا گیا کہ جس کا ذکر (صراحتاً) قرآن و حدیث میں نہ ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں عبادت گزار مومنین کو دیکھا جائے۔" (سنن دارمی ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ بیروت)

حدیث میں مذکور سوال جواب نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا کہ ہر وہ کام جس کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ہو فوراً اس کے بدعت و متروک ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا بلکہ مؤمنین عابدین کے عمل کو دیکھا جائے اور ان کی زندگیوں کو مشعل راہ بنایا جائے۔

۳۔ صالحین کی طرح فیصلہ کیا جائے گا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

فمن عرض له قضاء بعد اليوم فليقض فيه بما فی

كتاب الله ...عزوجل ...فان جاء ه ما ليس فى كتاب الله فليقض به رسول الله ﷺ فإن جاء ه ما ليس فى كتاب و لم يقض به رسول الله ﷺ فليقض بما قضى به الصالحون. آه

''تو جس کسی کو آج کے دن (ہمارے زمانے کے بعد) کوئی فیصلہ کرنا درپیش ہو تو وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے، اور اگر اسے ایسا کوئی مسئلہ درپیش ہو جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو (یعنی اسے نہ ملے ورنہ قرآن میں تو ہر خشک و تر کا ذکر ہے) اور نہ ہی اس کے بارے میں کوئی سرکار علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا ہو تو وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرے جو صالحین نے کیا۔''

(ایضاً ص ۷۱)

اس فرمانِ صحابیٔ رسول میں بھی کتنی صراحت ہے کہ نو پید مسئلے میں کہ جس کا ذکر قرآن مجید و سنت نبوی میں نہ ہو سلف صالحین کے عمل کو دیکھا جائے گا۔

۴۔ تراویح کتنی اچھی بدعت ہے (فرمانِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ):

عن عبد الرحمٰن بن عبد القارى أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب فى رمضان إلى المسجد فاذا الناس او زاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه ويصلى الرجل، فيصلى بصلوته الرهط. فقال عمر، والله انى لارانى لو جمعت هوءلاء على قارئ واحد لكان امثل، فجمعهم على ابى بن كعب. قال ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلوة

قارئهم فقال عمر: نعمت البدعة هذه۔

''حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا تو (کیا دیکھا کہ) لوگ جدا جدا تھے، کوئی مرد اکیلے نماز پڑھ رہا تھا تو کوئی گروہ کے ساتھ (یہ دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ میں ان کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں تو یہ زیادہ افضل ہوگا۔ پس آپ نے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) میں ایک رات پھر آپ کے ساتھ مسجد میں گیا تو سب لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز تراویح پڑھ رہے تھے (یہ دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔''

(مؤطا امام مالک، شرح زرقانی ج ۱ ص ۳۳۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان ''نعمت البدعة هذه'' نے تو ہمارے مؤقف پر مہر لاینحل ثبت کردی کہ ہر نیا کام بدعت و ناجائز نہیں بلکہ اچھا کام اچھا ہے اور قابل عمل۔

۵۔ شہادت سے قبل دو رکعت نفل کی بدعتِ حسنہ:

صحابیٔ رسول حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کفارِ مکہ نے قید کر رکھا تھا، وہ آپ کو جب شہید کرنے کے لئے حرم پاک سے باہر لے گئے، جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے لگے تو آپ نے فرمایا:

دعونى اصلى ركعتين ثم انصرف فقال لولا ان

تروا أن بی جزع من الموت لزدت فکان اوّل من سنن رکعتین عند القتل۔

"مجھے ذرا چھوڑو تا کہ میں دو رکعت (نفل) ادا کرلوں، پھر آپ ان کی طرف پلٹے اور فرمانے لگے، اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھو کہ میں موت کے ڈر سے ایسا کر رہا ہوں، تو ضرور اس پہ اضافہ کرتا (یعنی اور زیادہ نفل پڑھتا)، (راوی فرماتے ہیں کہ) حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے بوقتِ شہادت دو رکعت نماز کا طریقہ ایجاد کیا۔" (بخاری ج ۲ ص ۵۸۶)

قارئین! ان منکرین سے پوچھیں کہ قرآن کی کس آیت یا صاحبِ قرآن کے کس فرمان میں لکھا ہے کہ شہادت سے قبل دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے؟

بلکہ یہ تو حدیث کے الفاظ میں ہی موجود ہے "آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے بوقت شہادت دو رکعت نماز کا طریقہ ایجاد کیا۔"

۶۔ نماز کے اندر فقط سورۃ الاخلاص پڑھنے کی بدعتِ حسنہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص ہر نماز میں سورۃ الاخلاص پڑھتا، لوگوں نے اس بات کا تذکرہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سلوہ لای شئ یصنع ذلك؟

"اس سے پوچھو کہ ایسا کیوں کرتا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا:

لانہا صفة الرحمٰن وانا احب ان اقرأها۔

"یہ رب تعالیٰ کی صفت ہے اور میں اس بات سے محبت کرتا ہوں کہ اس کو پڑھوں۔"

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا یہ جواب عرض کیا گیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اخبروہ ان اللہ یحبہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۵)

"اس کو بتادو کہ اللہ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔"

غور فرمائیں کہ صحابی رسول ہر نماز میں فقط سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے، حالانکہ قرآن و حدیث میں کسی مقام پر یہ نہیں لکھا کہ نماز کے اندر سورۃ الفاتحہ کے بعد فقط فلاں سورۃ پڑھنی ہے اور فلاں نہیں، بلکہ قرآن نے تو مطلقاً اجازت فرمائی کہ پورے قرآن مجید سے جہاں سے دل کرے اور آسان لگے پڑھو. سنیئے فرمانِ ربی:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط (سورۃ المزمل:۲۰)

"قرآن سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔"

دیکھیں کلمہ "ما" اس بات کا متقاضی ہے کہ پورے قرآن سے جو چاہو جہاں سے چاہو پڑھو مگر جب ان صحابی سے پوچھا جاتا ہے تو دلیل محبت کو قرار دیتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی ایسی چیز جو محبتِ خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نئی ایجاد کی جائے جو دین کے مخالف نہ ہو تو وہ جائز اور اللہ تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہوتی جس کی دلیل حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

اخبروہ ان اللہ یحبہ۔

۷۔ ماء مستعمل کو چہروں پر ملنے کی بدعت حسنہ:

عن عبدالرحمٰن بن ابی قراد: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ یومًا، فجعل الناس یتمسحون بوضوئہ۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یحملکم علیٰ ذلک؟ قالوا حب اللہ و رسولہ۔

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے وضو فرمایا تو لوگ آپ کے وضو کا پانی لے لے کر اپنے جسموں پر ملنے لگے، صاحب شریعت ﷺ نے فرمایا: تم کو اس کام پر کس چیز نے ابھارا؟ تو وہ عرض گزار ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے۔''

(اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۸۵، مطبوعہ بیروت)

قارئین! آج کے مریضانِ بدعت سے پوچھیں کہ قرآن وحدیث میں کہاں لکھا ہے کہ وضو کا استعمال شدہ پانی لے کر جسموں پر ملنا چاہئے؟

اگر کوئی پوچھے کہ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس دلیل و وجہ سے ایسا کیا؟ تو اس کا جواب ان کے یہ کلمات ہیں! "حب اللہ و رسولہ"

۸۔ جمع قرآن کی بدعت حسنہ:

سرکار دو عالم ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت جنگ یمامہ کا واقعہ رونما ہوا جس میں تقریباً سات سو (۷۰۰) حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ اگر یہ جنگ وجدال کا سلسلہ یوں ہی رہا تو ممکن ہے کہ کتاب اللہ کی نگہبانی میں خاصی مشکلات پیش آئیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ یہ فکر لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے ابوبکر! جنگ یمامہ میں بہت سارے حفاظ صحابہ شہید ہو گئے، مجھے ڈر ہے کہ حفاظ صحابہ اگر کفار کے خلاف جنگوں میں شہید ہوتے رہے تو حفاظت قرآن کا مسئلہ نہ بن جائے۔ اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ قرآن کو فوری طور پر کتابی شکل میں جمع کر دیا جائے، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیف افعل لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

''میں وہ کام کیونکر کر سکتا ہوں جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔''

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے بار بار اس کی اہمیت بتاتے رہے، بالآخر ''شرح اللہ لذلک صدری'' اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے میرا سینہ کھول دیا۔

اس حدیث کے راوی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ان دونوں بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہی بات مجھ سے کہی۔ آپ فرماتے ہیں:

فواللہ لو کلفنی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی بہ من جمع القرآن۔

''قسم بخدا! (حضرت ابوبکر) اگر مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے منتقل کرنے کا حکم دیتے تو قرآن کو جمع کرنے کی نسبت وہ کام مجھ پر بھاری نہ تھا۔''

(فرماتے ہیں پھر) میں نے ان دونوں بزرگوں کو کہا:

کیف تفعلان شیئا لم یفعلہ النبی ﷺ۔

''آپ وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے

نہیں کیا؟"

جواباً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ھو واللہ خیر۔

"اللہ کی قسم یہ کام بہتر ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی شرح صدر عطا فرمایا تو میں قرآن کو جمع کرنے میں لگ گیا۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۷۶، تاریخ الخلفاء مترجم ص ۱۴۵ ضیاء القرآن)

حدیث میں مذکور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جواب:

کیف افعل لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"میں وہ کام کیونکر کرسکتا ہوں جو سرکار نے نہیں کیا؟"

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن پر اصرار کرنا، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا جواب کہ

کیف تفعلان شیئا لم یفعلہ النبی ﷺ۔

قابل توجہ ہیں خصوصاً تاجدارِ صداقت کے یہ کلمات کہ "ھو واللہ خیر" جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہر نیا کام اس وجہ سے رد نہیں کر دیا جائے گا کہ وہ نیا ہے بلکہ اس پہ غور کرنا ہوگا کہ اگر وہ مبنی بر حکمت و فوائد ہو اور شرعی احکام کے بھی مخالف نہ ہو تو جائز و مشروع ہوگا۔ پھر اس سے ان حضرات کا بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہمیں بھی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ بدعت ہے۔ اس کے ساتھ علامہ شاطبی کی بھی سنتے جایئے، وہ کہتے ہیں!

فقد اجمعوا علی جمع القرآن.......... و لم یکن فی ذلک نص ولا حظر ثم اقتفی الناس أثرھم فی

ذلک الرأی الحسن۔

"تو انہوں نے جمع قرآن پر اتفاق کیا.......... حالانکہ اس بارے کو نص وحضر نہیں تھی پھر دیگر لوگ بھی اچھی رائے کے ایجاد کرنے میں ان کے نقوش کے پیچھے چل دیئے۔"

(الاعتصام ص ۱۳۵، مطبوعہ دار الفرید الجدید)

۹۔ مسلمانوں کی حسن چیز اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

"جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔" (مستدرک ج ۴ ص ۲۸، بیروت)

نوٹ:

متخصص اظہر صاحب نے اپنے رسالے پر اس حدیث پر کچھ کلام کیا ہے۔ اس کا جواب اسی مقام پر دیا جائے گا۔ اس حدیث نے بھی اہلِ اسلام کی رائے اور پسند کو اجاگر کیا اور بتایا کہ کسی بھی چیز کے حسن میں اس کو بھی دخل حاصل ہے۔

۱۰۔ سب سے پہلی بدعت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں:

اوّل بدعۃ حدثت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشبع فالنبی الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم لم یشبع ثلاثۃ أیام تباعا من خبز القمح حتی فارق الدنیا۔

"یعنی سرکار علیہ السلام کے بعد سب سے پہلی بدعت جو پیدا ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانا ہے کیونکہ نبی اعظم علیہ السلام نے کبھی مسلسل گندم کے آٹے کی روٹی تین دن تک سیر ہو کر نہ کھائی، حتیٰ کہ آپ کا وصالِ ظاہری ہو گیا۔"

(فقط للمومنین ص ۱۲ فوٹو کاپی)

اس پیٹ بھر کر کھانے کو تو آج تک کسی بیمارِ بدعت نے بدعت نہ کہا۔

۱۱۔ قیام رمضان کی بدعت حسنہ:

سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

احدثتم قیام رمضان فدوموا علیه ولا تترکوه.

"تم لوگوں نے قیام رمضان نیا نکالا تو اب جو نکالا ہے تو ہمیشہ کئے جاؤ اور اسے کبھی نہ چھوڑنا۔"

(مصنف عبدالرزاق بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۵۳۹)

۱۲۔ تاریخ ہجری کی وضع کی بدعت حسنہ:

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں یمن کے حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب لکھا کہ اے امیر المومنین آپ کے خط ملتے ہیں، ان پر تاریخ کے نہ ہونے کی وجہ سے معلوم نہیں ہوتا کہ کونسا خط کس تاریخ کو لکھا گیا، اس لئے اس پر تاریخ ضرور درج فرما دیا کریں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کے بعد ہجرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبداء تاریخ مقرر فرما دیا۔

(غیاث اللغات بحوالہ مشعل ہدایت ص ۲۴۔۲۵ از مولانا صدیق صاحب)

۱۳۔ جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر کی بدعت:

دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، ہمارے حضرت حاجی صاحب قبلہ نے انتقال کے وقت مولوی اسماعیل صاحب سے فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میرے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کیا جائے۔ انہوں نے کہا حضرت یہ تو نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ "ایک نئی بات ہے" جس کو فقہاء نے اس خیال سے کہ عوام سنت نہ سمجھ لیں پسند نہیں کیا۔ فرمایا بہت اچھا جو مرضی ہو، خیر بات آئی گئی ہوئی اور کسی کو اس کی خبر بھی نہیں ہوئی کیونکہ خلوت میں گفتگو ہوئی تھی مگر جب جنازہ اٹھا تو ایک عرب کی زبان سے نکلا "اذکروا اللہ" بس پھر کیا تھا۔ سب لوگ بے ساختہ ذکر کرنے لگے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کی صدائیں برابر قبرستان تک بلند رہیں۔ بعد میں مولوی اسماعیل صاحب اس گفتگو کو نقل کر کے کہتے تھے کہ ہم نے حضرت کو تو منوا دیا مگر اللہ تعالیٰ کو کیونکر منوائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت کی تمنا پوری کر دی۔

(قصص الاکابر ص ۱۲۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

کچھ دیگر امور نو پید

اب ہم اختصار کے ساتھ کچھ اور ان امور کو احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں جو صدرِ اوّل یا ثانی میں نہ ہونے کے باوجود تلقی بالقبول کا درجہ پاکر جواز و مشروعیت کا لباس اوڑھ چکے ہیں، اور صدیوں سے معمول بہ کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

۱۔ درمختار میں ہے:

یندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین۔

"یعنی خطبہ میں چاروں خلفاء راشدین اور سرکار علیہ السلام کے دونوں چچاؤں کا ذکر کرنا مستحب ہے۔"

(درمختار ج ۳ ص ۲۴، مکتبہ رشیدیہ)

۲۔ علامہ علائی لکھتے ہیں:

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنة سبعمائة واحدیٰ وثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیها مرتین وهو بدعة حسنة۔

"اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء ۷۸۱ھ ہجری ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا، اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا

جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔"

(درمختار علی ہامش الرد، بحوالہ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۴۹)

۳۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی بخاری شریف لکھنے کے انداز کو یوں بیان کرتے ہیں:

ماوضعت فی کتابی (الصحیح) حدیثا الا اغتسلت قبل ذلك وصلیت رکعتین۔

"میں نے بخاری میں ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت نفل بھی پڑھے ہیں۔"

۴۔ علم صرف ونحو کی تدوین۔

۵۔ مفردات قرآن۔

۶۔ تدوین علم حدیث پھر اس کی اقسام۔

۷۔ علم اصول حدیث۔

۸۔ تدوین علم اسماء الرجال وغیرہا علوم۔

۹۔ ترجمۃ القرآن، بلکہ سب سے پہلے فارسی میں ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کیا تو انہیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۰۔ موجودہ ہیئت کذائیہ میں مدارس دینیہ کا قیام۔

۱۱۔ ان میں پڑھایا جانے والا نصاب۔

۱۲۔ افتتاح بخاری کی تقریب۔

۱۳۔ ختم بخاری کی تقریب

۱۴۔ بلکہ امام بخاری کے بارے کہا گیا کہ

وهو اول من وضع فی الاسلام کتابا علی هذا النحو۔

"یعنی آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے اس طریقے پر اسلام میں کتاب وضع فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳)

۱۵۔ پھر آپ کے بعد دیگر محدثین کا یوں کتب حدیث ترتیب دینا۔

۱۶۔ اسی طرح چاروں فقہ کی تدوین، اس لحاظ سے ان ائمہ کی تاریخ ولادت و وصال ملاحظہ ہو، تاکہ بات کو مزید پختگی حاصل ہو۔

۱۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۔۱۵۰ھ)

۲۔حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ (۹۵۔۱۷۹ھ)

۳۔حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰۔ ۲۰۴ھ)

۴۔حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۴۔ ۲۲۴ھ)

۱۷۔ ترتیب قرآن، یعنی رکوع وغیرہ کی نشاندہی۔

۱۸۔ اعرابِ قرآن۔

۱۹۔ مسلمانوں کو قرأت واحدہ پر جمع کرنا حالانکہ یہ سات قرأتوں میں نازل ہوا ہے۔

۲۰۔ مدارس کے مدرسین کیلئے ماہانہ وظائف۔

۲۱۔ موجودہ ہیئت کذائیہ میں مختلف موضوعات بڑی چھوٹی کانفرنسیں۔

۲۲۔ پھر نشرواشاعت کے مختلف طریقے۔

۲۳۔ مدارس کے فارغ التحصیل علماء وحفاظ کی دستار بندی۔

۲۴۔ رائیونڈ جیسے سالانہ اجتماع کا انعقاد جو قطعاً قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا سوائے اجتماع عیدین وجمعہ کے۔

۲۵۔ آئے روز ریلیوں اور دھرنوں کی بھرمار۔

۲۶۔ نماز کی زباں سے نیت کرنا۔

۲۷۔ چھ کلموں کی ترتیب وتدوین۔

۲۸۔ بوقت نکاح ایمان مفصل ومجمل پڑھانا۔

۲۹۔ مسجدوں کی موجودہ تعمیر وتزئین۔

۳۰۔ پھر مسجدوں پر مروجہ میناروں کی تعمیر۔

۳۱۔ ہرسال قربانی کی کھالوں کی اپیل پر بڑے بڑے اشتہار وپوسٹر۔

۳۲۔ جمعہ کی اذان ثانی۔

۳۳۔ نماز کیلئے تثویب (صاحب رسالہ نے تثویب پر بھی کلام کیا، اس کا جواب بھی اپنے مقام پر آرہا ہے)۔

قارئین کرام! ہم نے قرآن وحدیث اور آثار واقوالِ سلف وخلف بلکہ اغیار کے حوالے سے بھی بدعت حسنہ کا ثبوت پیش کردیا، نہ صرف یہ بلکہ پچاس (۵۰) کے قریب ان امور کی بھی نشاندہی کردی اور ثابت کیا کہ یہ وہ امور ہیں جو صاحب الشریعہ کے بعد، یا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد یا پھر تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے بعد یا پھر تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کے بعد وجود میں آئے اور "بدعت حسنہ" کے طور پر صدیوں سے امت کے زیر عمل ہیں۔

؎ اے عصر حاضر گواہ رہنا چراغ الفت جلایا ہم نے
راہ وفا کے قدم قدم پر لہو کے دیئے جلیں گے

ماننے والوں کیلئے تو اتنی بات ہی کافی ہے کہ جو کام قرآن وسنت کے مخالف نہیں وہ جائز ومشروع اور قابل عمل ہے، یہ حوالہ جات کی بھرمار اس لئے لگائی گئی شاید کہ ان مریضانِ بدعت کا دائمی بخارِ بدعت اُتر سکے یا کم از کم تھوڑا ہلکا تو ہوسکے، مگر جب تک حقائق کی دوائی کو دیکھا تک بھی نہ جائے تو پھر ایسی مرض کا علاج تو ناممکن ہے نا.........؟

ہے — آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

ملاعلی قاری کا فیصلہ:

اس بحث کے آخر میں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت امام ملاعلی قاری علیہ رحمۃ الباری کا فیصلہ بھی پیش کردیا جائے تاکہ کسی کو اس موضوع پر پھر پَر مارنے کی بھی جانہ رہے۔ آپ فرماتے ہیں:

البدعة الحسنة ملحقة بالسنن المنصوصه لکن لما لم تؤلف فی الصدر الاوّل سمیت بدعة.

"بدعت حسنہ سنن منصوصہ کو ملحق ہے لیکن چونکہ یہ صدر اوّل میں مانوس نہ تھی اس لئے اس کا نام بدعت رکھ دیا۔"

(مرقات شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۳۹۳)

حضرت نے تو فیصلہ ہی کردیا، فرماتے ہیں کہ "بدعت حسنہ" سنن منصوصہ کو ملحق ہے۔ اب بتائیں منکرین کہ ایسے فیصلے کے بعد بھی اگر مطلقاً ہر نئے کام کو "بدعت" کہہ کر ٹھکرا دیا جائے تو دین سے بے وفائی، شرع شریف کو چیلنج اور اہلِ اسلام پر ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

مگر

خوفِ خدا شرمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

جواب الجواب:

اس باب کے آخر میں اب ہم مولانا اظہر الیاس صاحب کی اس بحث جو انہوں نے ابتدائیہ کے طور پر ص ۹ سے لے کر ۱۸ تک کی اس میں ان کے

ضروری دلائل وابحاث کا جواب پیش کرتے ہیں تاکہ سادہ لوح لوگ ان کے عبارتی زخارف اور دام تزویر سے بچ سکیں۔ ہم ان کے ابحاث کا لفظ بلفظ جواب لکھتے مگر ہم جانتے ہیں کہ ان کے درپے ہونا سوائے ضیاع وقت کے اور کچھ نہیں۔

متخصص الیاس صاحب!

سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳ کے یہ کلمات طیبات:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔"

نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

"اس آیت کے پیشِ نظر سوچنا یہ ہے کہ جس چیز کا سبب اور داعیہ تو خیر القرون میں موجود ہو مگر اس پر ایسی کاروائی نہ کی جاتی تھی جو آج کل کی جاتی ہے اور اس کو دین کا رنگ دیا جاتا ہے تو یقیناً وہ بدعت ہوگی اور اس کی اشاعت وترویج کرنے والا گویا عملی طور پر دعویٰ کررہا ہے کہ دین مکمل نہیں ہوا اب میری رائے اور سمجھ سے دین کی تکمیل ہوگی۔"

(ص ۹۔۱۰، نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم)

قارئین کرام! مولوی اظہر الیاس صاحب کے بیان کردہ اس اصول اور ان کے فتوے کی زد سے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچ سکتے، کیونکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک رمضان میں تین راتوں کو قیام فرمایا پھر اس

میں بھی ازخود جماعت کا اہتمام نہ فرمایا، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ذوق سے آپ کے پیچھے کھڑے ہوکر تراویح پڑھنا شروع کردیتے، کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں کہ آپ نے ہر رمضان کی ہر رات میں باجماعت نماز تراویح پڑھائی ہو اور اس میں ختم قرآن بھی کیا ہو، حالانکہ تراویح اور ختم قرآن کا داعیہ اور سبب ''رمضان'' موجود تھا جو آپ کی زندگی میں بارہا آیا۔

لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کا اہتمام باجماعت پورا رمضان فرما کر فرمایا ''نعمت ھذا البدعة''۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا مولوی اظہر الیاس صاحب کا فتویٰ بے لگام کہاں تک پہنچا، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی بدعتی ٹھہرادیا۔ ایسے ہی آپ مولوی صاحب کے اس اصول کو دیکھیں اور پیچھے ذکر کیے گئے پچاس (۵۰) کے قریب امور نوپید کا دوبارہ مطالعہ کر کے موازنہ کریں تو حضرت کے فتوے اور اصول کے تحت ساری اُمت آپ کو بدعتی نظر آئے گی۔

ے شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

پھر صفحہ ۱۰ پر ہی بدعت کی تعریف کرتے ہوئے ''بدعت کیا ہے'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''امور دین میں اختراع کی گئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اور امور دنیا میں جو چیزیں ایجاد کی جائیں وہ بدعت شمار نہیں ہوں گی امور دین میں نئی ایجاد مردود اور دنیا میں نئی ایجاد محمود ہوتی ہے۔''

قارئین! اظہر الیاس صاحب کی کی گئی بدعت کی تعریف کی روشنی میں کوئی ان سے پوچھے کہ حضرت جی یہ جو ہم نے پانچ دہائیوں کے قریب امور کی

نشاندہی کی ہے بتائیے کہ تمہارے نزدیک یہ امور دین ہیں یا امور دنیا؟

جواب: اگر بصورت اوّل ہو تو آپ کے نزدیک وہ سب لوگ بدعتی و مجرم جنہوں نے ان کو ایجاد کیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے پھر ٹھنڈے دل سے سوچیں تو سہی وہ تھے کون؟

یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمۃ اللہ علیہم یا تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم یا پھر من بعدھم باحسان و آج تک ساری اُمت۔

ے بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفرائے بر مصطفیٰ

''زہد، تقویٰ، سچائی اور صفائی میں کوشش کر لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مت بڑھ۔''

اور اگر جواب بصورت دیگر دینا چاہو تو جگر کو تھام کر دینا کیونکہ ان میں کئی امور ہمیشہ سے اُمت کی نگاہ میں امور دین سے شمار کئے جاتے رہے ہیں، اس کی یہ سند ملاحظہ ہو۔

حضرت امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں ایک باب بعنوان ہذا قائم فرماتے ہیں:

باب بیان أن الاسناد من الدین آہ۔

''باب اس بارے کہ اسناد دین سے ہے۔''

پھر اس کے تحت حضرت محمد بن سیرین کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ان هذا العلم دين فانظروا عن من تاخذون دينكم۔

"یہ (علم) حدیث دین ہے، پس تم دیکھ لیا کرو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو؟" (صحیح مسلم ج۱ ص۱۱)

آپ نے غور کیا کہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے سند اور علم کو بھی دین اور امور دین سے شمار کیا اور تم کہتے ہو کہ "امور دین میں اختراع کی گئی چیز کو بدعت کہتے ہیں۔"

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

تنبیہ:

اور ویسے بھی ایک طرف اُمت کے کثیر اجلہ ائمہ ہیں جن کے حوالے سے ہم نے بدعت کے صحیح معنیٰ ومفہوم کی توضیح پیچھے تفصیلاً ذکر کر دی اور دوسری طرف مولوی اظہر الیاس صاحب اور ان کے ہم خیال قلیل لوگ، تو اُن ائمہ کی تشریحات کے مقابلے میں بھلا ان بیچاروں کی یتیم تحریفات کی طرف کون دیکھے گا؟

اس کے بعد حضرت متخصص صاحب نے کمال چلاکی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا ایک حوالہ پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امور دنیا میں بدعت نہیں ہوتی فقط امور دین میں ہوتی ہے، ملاحظہ ہو۔

لکھتے ہیں:

"فریق ثانی کے مسلم عالم مولوی احمد رضا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ تمبا کو کیسے حلال ہو گیا؟ جبکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا تو اس کا استعمال بدعت ہوگا اور بدعت کیسے حلال ہوگی؟"

خان صاحب! اس کا جواب یہ دیتے ہیں، رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کیونکہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ کہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے۔ (احکام شریعت حصہ سوم ص۱۶۸)

قارئین! جواب سے قبل مولوی اظہر الیاس صاحب کی ایک علمی خیانت کو ملاحظہ کیجئے، وہ یہ کہ حضرت نے جو سوال قائم کر کے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کیا وہ اس طرح ہے ہی نہیں بلکہ یوں ہے:

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حقہ کے بارے میں تحقیق حق کیا ہے؟ (احکام شریعت حصہ سوم ص۲۶۱، مطبوعہ نظامیہ کتاب گھر)

آپ نے دیکھی حضرت کی دیانت علمی کی شان کہ اپنے مطلب کو پورا کرنے کیلئے پوری کی پوری عبارت گھڑ لی...... اظہر الیاس صاحب اعلیٰ حضرت کی مذکورہ جوابی عبارت کے نقل کرنے کے بعد تبصرہ فرماتے ہیں:

"مولوی احمد رضا صاحب کی عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ بدعت وہی بُری ہوتی ہے جو امور دین میں ہو کھانے پینے وغیرہ میں بدعت معنوی ہوگی اور وہ مذمومہ نہ ہوگی۔" (ص۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ اظہر الیاس صاحب کا یہ حاشیہ وتبصرہ اس بات کا مصداق ہے تاویل قول القائل بما لا یرضی لہ (قائل کے قول کی ایسی تاویل کرنا جس سے وہ راضی نہ ہو) کیونکہ آپ کی اس پوری عبارت میں کہیں پر یہ حصہ موجود نہیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ "فقط امور دین میں ہر ہر نئی بات بدعت ہے" بلکہ آپ بھی ان کثیر اجلہ ائمہ وعلماء حق کے ہم موقف ہیں کہ جو اس بات کے قائل ہیں کہ دین میں پیدا ہونے والی ہر بات بدعت وناجائز نہیں بلکہ وہ نیا کام بُرا اور بدعت سیئہ ہے جو دین کے مخالف ہو اور جو دین کے مخالف نہیں، وہ نیا ہونے کے باوجود

جائز اور مشروع۔ تسلی نہ ہو تو سنیئے آپ کا فرمان "من احدث فی امرنا" حدیث کی شرح میں علامہ سید شریف کا حاشیہ نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی رائے پیدا کرے جس کے لئے قرآن وسنت میں ظاہر یا پوشیدہ، صراحۃً یا استنباط کسی طرح کی سند نہ ہو وہ مردود ہے۔"

پھر آپ انہیں کا دوسرا نقل شدہ قول تحریر فرماتے ہیں کہ

"حدیث کی مراد یہ ہے کہ وہی نو پید چیز بدعت سیئہ ہے جو دین وسنت کا رد کرے یا شریعت کے قواعد اطلاق وعمومی دلائل تک اس کی گواہی نہ دیں۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۵۵۳)

ان دونوں عبارتوں کے تیور بتاتے ہیں کہ امور دین میں ایجاد دو قسم پر ہے: (۱) مخالف دین (۲) موافق دین

اوّل مذمومہ دوم محمودہ۔

اگر مزید تسلی کرنی ہو تو فتاویٰ رضویہ کی ج ۲۶ میں مذکور آپ کا رسالہ مبارکہ "اقامۃ القیامہ" پر نظر ڈالیے، امید ہے کہ بخارِ بدعت کی شدت میں کمی واقع ہو جائے گی۔

ع وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا

کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٍ کا مطلب:

اس کے بعد پھر متخصص صاحب نے بھی اپنا بچپن کا یاد کیا ہوا سبق دہرایا اور فرمایا:

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

"برے کام وہ ہیں جو نئے نئے نکالے گئے ہوں اور نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔" (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم، ص ۱۱)

خدا جانے اظہر الیاس صاحب نے "تخصص در فقہ" کیا ہوا ہے، یا پھر "تخصص در ضد" یعنی میں نہ مانوں؟

مطلب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو مطلقاً ذکر کر کے بغیر محدثین وفقہاء کی وضاحت کے کوئی غیر مقلد چھوڑتا تو اور بات تھی، مگر ادھر تو حنفی اور تابع سلف صالحین ہونے کا بھی اپنے تائیں دعویٰ ہے۔

ہم قارئین کی نظر محدثین کی وہ وضاحت کرتے ہیں جو انہوں نے حدیث مذکور کی کی۔

حضرت امام ملا علی قاری "کل بدعۃ ضلالہ" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای کل بدعۃ سیئۃ ضلالۃ۔

"یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے۔"

پھر تھوڑا آگے چل کر فرمایا:

وقولہ: "کل بدعۃ ضلالہ" عام مخصوص۔

اور آپ کا یہ فرمان کہ "ہر بدعت گمراہی ہے" یہ عام خص عنہ البعض ہے۔" (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۳۷)

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں:

و آنچه مخالف آں باشد بدعت و ضلالت خوانند "وکل بدعة ضلالة" محمول بر ایں است۔

"یعنی (وہ نیا کام) جو مخالف اصول ہو وہ اسے بدعت اور اسے گمراہی کہتے ہیں اور کل بدعة ضلالة اس پر محمول ہے۔"

(اشعة اللمعات ج ۱ ص ۱۳۵)

ان دونوں بزرگوں کی عبارات کا مطلب یہ ہے کہ حدیث مذکور میں لفظ "کل" برائے کلیت نہیں بلکہ برائے اکثریت ہے کیونکہ حدیث "کل بدعة ضلالة" عام خص عنه البعض ہے یعنی ایسا عام کہ جس کے بعض افراد کو خاص کرلیا گیا ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ بدعة ایسا عام ہے کہ جس کے بنیادی طور پر دو افراد ہوئے "بدعت حسنہ" اور "بدعت سیئہ" یا پھر پانچ افراد، واجب، مستحب، مباح، حرام ومکروہ کمامرّ، تو پھر گمراہ اور مفضی الی النار وہ بدعت ہوگی جو سیئہ، حرام یا پھر مکروہ ہو، جیسا کہ حضرت ملا قاری کے الفاظ "ای کل بدعة سیئة ضلالة" اور شیخ محقق کے الفاظ "وکل بدعة ضلالة محمول برایں است" اس بات پر گواہ ہیں۔ باقی رہی بدعت حسنہ، بدعت واجب یا مستحبہ یا مباحہ کی تو وہ اس سے خارج اور مستثنیٰ ہیں یعنی وہ گمراہ اور دوزخ میں لے جانے کا سبب نہیں، بلکہ شرعاً محبوب ومطلوب ہیں، اس بات پر سند صاحب مرقات کے یہ کلمات طیبات ہیں "عام مخصوص"۔

قارئین! آپ نے اندازا لگا ہی لیا ہوگا کہ جناب متخصص صاحب شرعی امور پر کس بے دردی وبے باکی سے بے جارائے زنی کے شوقین نظر آتے ہیں۔

تثویب کی شرعی حیثیت:

پھر اس کے بعد ص ۱۱۔۱۲ پر فرماتے ہیں:

"یہ کوئی ضروری نہیں کہ بدعت بظاہر برا کام ہی ہو تب ہی بدعت ہوگی بلکہ اگر بالفرض نماز بھی ہو مگر کسی خاص کیفیت اور خاص وقت میں حضور سے ثابت نہ تو وہ بھی بدعت ہوگا۔"

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے:

فاذا عبدالله بن عمر جالس الی حجرة عائشه والناس یصلون فی المسجد فسئلناه عن صلاتهم فقال بدعة۔

"تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں کی نماز کے متعلق پوچھا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ بدعت ہے۔" (بخاری ج ۱ ص ۳۸، مسلم ج ۱ ص ۴۰۹)

اس پوری عبارت کا مدعیٰ ومقصود بالکل واضح ہے جس میں حضرت کہتے ہیں کہ اگر کوئی چیز خاص کیفیت وخاص وقت میں حضور علیہ السلام سے ثابت نہیں تو وہ بدعت ہوگا۔

جواب الجواب نمبر ۱:

اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ تمہارے مسلک میں بھی مروّجہ بے شمار

کام پھر بدعت ٹھہرے، جیسے تقریب ختم بخاری، سلانہ جلسہ دستار فضیلت، خصوصاً رائیونڈ کا اجتماع وغیرہ، کیونکہ صدر اوّل میں تو سوائے حج و جمعہ اور عیدین کے اس خاص کیفیت و خاص وقت میں کوئی اس طرح کا اجتماع ثابت نہیں، پھر آپ کے اس اصول سے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بدعتی اور تراویح بھی موجودہ خاص کیفیت و خاص وقت میں بدعت ٹھہری، کیونکہ یہ بھی اس طرح ظاہری حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ تھی۔

جواب الجواب نمبر ۲:

اظہر الیاس صاحب نے اس کے تحت علامہ نووی کے یہ الفاظ تو نقل کئے کہ

مراد أن اظهار ها فی المسجد والاجتماع لها هو البدعة لا أن اصل الصلوٰة الضحیٰ بدعة۔

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ چاشت کی نماز کا مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا اور اس کیلئے خاص اجتماع اور اہتمام کرنا یہ بدعت ہے۔"

مگر یہ ثابت کرنے سے قاصر رہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو لامحالہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان کو منع فرما دیتے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، جس سے ثابت ہوا کہ آپ کے نزدیک یہ بدعت حسنہ تھا اگر تسلی نہ ہوئی ہو تو لیجئے صراحت، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بذاتِ خود نماز چاشت کے متعلق فریایا کرتے تھے:

انها بدعة و نعمت البدعة و انها لمن احسن ما احدث الناس۔

"بیشک وہ بدعت ہے اور کیا ہی عمدہ بدعت ہے اور بے شک

وہ ان بہتر چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نکالیں۔"

(المعجم الکبیر، حدیث ۱۳۵۶۳، بحوالہ فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۳۹)

قارئین نے ملاحظہ فرما ہی لیا ہوگا کہ اظہر الیاس صاحب ہیں تو حنفیت کے دعویدار مگر انداز اصحاب ظواہر جیسا، کہ جو الفاظ کی روح تک پہنچنے کو شاید جرم تصور کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہی حوالے سے ایک روایت ذکر فرمائی کہ آپ نماز پڑھنے کی غرض سے ایک مسجد میں داخل ہوئے، تو جس میں اذان کے بعد کسی نے تثویب کہی تو آپ نے اپنے ہمراہی حضرت مجاہد کو فرمایا:

اخرج بنا فان هذه بدعة۔

"مجھے یہاں سے لے چل کیونکہ یہ بدعت ہے۔"

(خلاصہ ص ۱۲، ۱۳)

اس کو ذکر کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے بحر الرائق سے بھی ایک روایت نقل کی کہ

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو عشاء کی نماز کے لئے تثویب کرتے دیکھا اور فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔ (ص ۱۳)

ان دونوں روایات کو نقل کر کے اظہر الیاس صاحب نے تثویب کے بدعت ہونے پر خوب طبع آزمائی کی، اور یہ تاثر قائم کرنے کی ناکام کوشش کی کہ چونکہ یہ صدر اوّل میں نہ تھی لہٰذا بدعت و ناجائز ہوئی۔

قارئین! جواب سے قبل تثویب کا معنی و مفہوم سمجھئے، بعد ازاں اس کی شرعی حیثیت۔

تثویب کا لغوی معنی ہے رجوع کرنا، شرعی اصطلاح میں اعلام بعد

الاعلام (یعنی اعلانِ نماز کے بعد اعلان کرنا) اذان و اقامت کے درمیان نماز کے اعلان کو تثویب کہتے ہیں۔

(خلاصہ عبارت اشرف الهدایہ ج ۱ ص ۲۶۶، دار الاشاعت کراچی)

تنبیہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چونکہ فیضِ قرآن و شرع براہِ راست صاحبِ قرآن و شارع علیہ السلام سے حاصل کیا تھا بایں وجہ وہ ہر طرح سے ہر طرح کی نیکی جس کی قرآن و سنت میں ترغیب ہو بجالانے کی از حد کوشش کرتے خصوصاً اتباع سنت تو ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، اس لئے وہ کسی سنت سے غفلت برتتے یا بلا عذر نیکی میں پیچھے رہ جاتے، اس کا گمان تک بھی نہیں ہوسکتا۔

چونکہ تثویب کا مطلب ہی یہ ہے کہ اذان کے بعد دوبارہ نماز کا اعلان کرنا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو ناپسند جانتے، کہ جب ایک مرتبہ اعلانِ نماز ہو چکا تو بھلا کون مسلمان ہے جو نماز کی طرف نہ آئے؟ جب سب آجاتے ہیں تو دوبارہ اعلان کی ضرورت بھی نہ رہی۔

لیکن جس وقت حاملانِ شریعت اور ائمہ دین نے دیکھا کہ لوگ اذان ہوجانے کے بعد بھی غفلت و کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں یا دنیاوی مشاغل میں اس قدر مستغرق ہوتے نظر آئے کہ انہیں اذان کی خبر بھی نہ ہو تو انہوں نے تثویب کو مستحب و مستحسن قرار دے دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہوسکیں۔

اس وضاحت کے بعد اب ملاحظہ ہوں فقہاء کی عبارتیں۔ درسی کتاب ہدایہ میں ہے:

التثویب فی الفجر...... حسن لانه وقت نوم و

غفلة و کره فی سائر الصلوٰت و معناه العود الی الاعلام وهو علی حسب ما تعارفوه وهذا تثویب احدثه علماء الکوفة بعد عهد الصحابة لتغیر احوال الناس و خصوا الفجر به لما ذکرناه والمتاخرون استحسنوه فی الصلوٰت کلها لظهور التوانی فی الامور الدینیة۔

"فجر میں تثویب کرنا بہتر ہے، کیونکہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہے اور باقی نمازوں میں تثویب مکروہ ہے، اور تثویب کے معنی ہیں باخبر کرنے کی طرف عود (رجوع) کرنا۔ اور یہ لوگوں کے عرف کے مطابق ہے، اس تثویب کو علماء کوفہ نے عہد صحابہ کے بعد لوگوں کی حالتیں بدل جانے کے بعد ایجاد کیا، اور انہوں نے اس کو فجر کے ساتھ خاص کر دیا، بوجہ اس کے جو ہم نے ذکر کی، اور متاخرین فقہاء نے تمام نمازوں میں تثویب کو مستحسن قرار دیا، دینی امور میں سُستی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے۔" (ہدایہ ج ۱ ص ۸۷، مکتبہ رحمانیہ)

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے:

ویثوب بین الاذان والاقامة فی الکل بالکل۔

"اور وہ تثویب کرے اذان اور اقامت کے درمیان کل میں کل کیلئے"۔

پھر ردالمحتار میں ہے:

"فی الکل" ای: کل الصلوٰت لظهور التوانی فی

الامور الدينية قال فى العناية: احدث المتاخرون التثويب بين الاذان والاقامة على حسب ماتعارفوه فى جميع الصلوٰت سوى المغرب۔

''کل میں، یعنی تمام نمازوں میں، بوجہ دینی امور میں سُستی کے ظاہر ہونے کے، اور عنایہ میں فرمایا: اذان واقامۃ کے درمیان متاخرین نے تثویب کو ایجاد کیا، لوگوں کے عرف کے مطابق تمام نمازوں میں سوائے مغرب کے۔''

اور للکل کی وضاحت میں فرمایا:

ای کل احد۔

''یعنی ہر ایک کیلئے۔'' (ردالمحتار ج ۲ ص ۴۹، مکتبہ رشیدیہ)

اسی طرح دیکھئے بنایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص ۱۰۴، مکتبہ حقانیہ، اور النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۷، قدیمی کتب خانہ، جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۱۲۶، مکتبہ رحمانیہ، نور الایضاح پھر مراقی الفلاح پھر طحطاوی ج ۱ ص ۲۷۸، مکتبہ غوثیہ۔

قارئین! آپ نے دیکھا کہ یہ فقہاء کرام تو تثویب کو مستحب و مستحسن قرار دے رہے ہیں اور مولانا اظہر ہیں جن کی آنکھوں پر بدعت کا اس قدر پردہ چھا چکا ہے کہ ان کثیر عبارات میں سے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ کوئی تو ہو جوان مولانا کو بولے کہ حضرت آپ غیر مقلدین کی طرح صاف صاف فقہ کا انکار کیوں نہیں کر دیتے! مگر نہ انکار ہی واضح نہ اقرار لائح، طرفہ تماشہ تو یہ کہ پھر بھی التخصص فی الفقہ کے مدعی!!!

ے خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

مزید اطمینانِ قلبی کے لئے اپنے گھر کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

مولانا جمیل احمد سکروڈھوی مدرس دارالعلوم دیوبند ہدایہ کے ذکر کردہ مقام کی تشریح میں کہتے ہیں:

''اس تثویب کو محدث اس لئے کہتے ہیں کہ یہ نہ حضور ﷺ کے زمانہ میں تھی اور نہ عہد صحابہ میں، لیکن تابعین کے دور میں، جب لوگوں کے حالات متغیر ہو گئے اور لوگ دینی امور میں سستی کرنے لگے تو علماء کوفہ نے اس کو ایجاد کیا تو گویا یہ ''بدعت حسنہ'' ہے۔ حسنہ اس لئے ہے کہ فقہاء متقدمین و متاخرین نے اس کو مستحسن قرار دیا اور مسلمان جس چیز کو حسن قرار دیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہے۔''

(اشرف الہدایہ اردو شرح ہدایہ ج ۱ ص ۲۴۴، دارالاشاعت)

ے دل کے پھپھولے جل اٹھے جگر کے داغ سے
گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے مغالطہ آفرینی کی کوشش:

اس کے بعد پھر اظہر صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی:

ترجمہ: ''ایک شخص نے عید کے دن نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھنی چاہیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسکو منع فرمایا اس نے کہا اے امیر المومنین! میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا نہ دے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بالیقین جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہ دے گا جب تک کہ اس فعل کو کیا نہ ہو یا اس کی ترغیب نہ دی ہو حضور ﷺ

نے، پس تیری یہ نماز فعل عبث ہوگی اور فعل عبث حرام ہے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے رسول ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے۔'' (ص ۱۴)

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ سے نماز عید سے پہلے نفل ثابت نہیں نہ آپ ﷺ نے فعلاً ادا کئے اور نہ ہی آپ ﷺ نے قولاً اس کی ترغیب دی۔ اس لئے یہ فعل عبث ہے اور فعل عبث حرام ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نماز جیسی عبادت پر محض اس لئے سزا دے کہ اس کے پیارے رسول ﷺ سے ثابت نہیں اور نہ ہی آپ نے اس کی ترغیب دی۔'' (ایضاً)

اظہر صاحب کا یہ تبصرہ بتاتا ہے کہ نماز عید سے قبل نفل پڑھنا ایک عبث اور حرام کام ہے جس پر ممکن ہے کہ اس وجہ سے سزا ملے کہ یہ کام سرکار علیہ السلام سے ثابت نہیں۔

قارئین کرام! ہم چاہتے ہیں کہ جواب سے قبل نماز عید سے قبل نفل پڑھنے کے بارے اختلاف ائمہ ذکر کردیں تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہوسکے۔

نماز عید سے قبل نفل پڑھنے کے بارے ائمہ کے مندرجہ ذیل مؤقف ہیں:

۱۔ نماز عید کے بعد نفل پڑھے جاسکتے ہیں، لیکن اس سے پہلے نہیں اس کے قائلین یہ ہیں: امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

۲۔ نہ نماز سے قبل جائز اور نہ ہی اس کے بعد، اس کے قائل حضرت علی،

ابن مسعود، جابر، ابن ابی اوفی، ابن عمر، مسروق، شعبی، ضحاک، قاسم، سالم، زہری، معمر، ابن جریج اور مالک و احمد رضی اللہ عنہم۔

۳۔ پہلے بھی پڑھ سکتا ہے اور بعد میں بھی، اس کے قائل حضرت انس، حسن، عروہ، شافعی وغیرہ رضی اللہ عنہم

۴۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام کے بغیر پڑھ سکتا ہے۔

۵۔ نماز عید سے قبل نفل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سنت نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ مکروہ ہیں، اس کے قائل امام ابوبکر رازی ہیں۔

۶۔ چونکہ آنجناب نے نہ نماز عید سے قبل نفل پڑھے اور نہ بعد میں، اس لئے جو چاہے پڑھے اور جو چاہئے چھوڑ دے یہ حضرت علی و براء رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

۷۔ کچھ لوگوں نے نفلوں کے عیدگاہ یا مسجد میں پڑھنے کے مابین فرق کیا ہے یعنی اگر تو لفظ ''مسجد'' کا اطلاق ''عیدگاہ'' پر نہ جاری ہوتا ہو تو اب ناجائز، اور اگر جاری ہوتا ہو تو جائز۔ (خلاصہ عبارات از بدایۃ المجتہد ص ۲۰۴، ۲۰۵، فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۵، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۱۲، ۴۱۳، بنایہ ج ۳ ص ۳۵۹)

قارئین! آپ نے دیکھا کہ مسئلہ مذکورہ کے بارے کس قدر مختلف اقوال ہیں (بلکہ مزید تتبع کرنے والے کو ممکن ہے اور بھی مل جائیں) آپ کو پڑھ کر حیرانگی ہوگی کہ ان ائمہ دین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس نے ان نوافل کو اس شدومد سے منع کرتے ہوئے مطلقاً عبث وحرام اور باعثِ سزا قرار دیا ہو، حتیٰ کہ فقہاء احناف نے بھی اس قدر شدت سے منع کرتے ہوئے ان کے مرتکب پر عبث و حرام کا فتویٰ دیتے ہوئے اسے مستحق عذاب الٰہی قرار نہ دیا۔ مگر یہ اظہر صاحب

کی جرأت ہے کہ ایسا سخت فتویٰ دے کر دنیائے علم وعرفان کو ورطۂ حیرت
میں ڈال دیا ہے۔ ہماری طرف سے بھی حضرت کی اس جرأت کو سلام متروکہ کا تحفہ
پیش کیا جاتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جو ائمہ جواز کے قائل ہیں وہ سب حضرت
کے فتوے کی روشنی میں فعل عبث وحرام کے مرتکب اور خاکم بدہن ممکن ہے کہ سزا
کے مستحق قرار پائیں؟

پھر ہم حضرت سے یہ بھی پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا آپ کی نقل کردہ
حدیث علی رضی اللہ عنہ ان ائمہ کو نہ ملی؟ اگر جواب ہاں میں ہو تو بتائیے کہ انہوں نے
خصوصاً ائمہ احناف نے آپ کی طرح کا سخت فتویٰ کیوں نہ دیا؟

اور اگر جواب "نہ" میں ہو تو اس کی وجہ ظاہر کرنا آپ کی ذمہ داری ہے،
کہ جب آپ جیسے متخصص صاحب کو مل سکتی ہے تو ان کو کیوں نہیں؟ حالانکہ وہ تو
ملت اسلامیہ کے مسلّم ائمہ ہیں اور آپ؟؟؟

اس کے ساتھ ساتھ ذرا ہماری ذکر کردہ پچاس اشیاء کو فرداً فرداً دیکھ کر ان
کے موجدین کے بارے بھی نام بنام اپنا فتویٰ صادر فرما دیجیے!!!

پھر یہ بھی تو سنتے جائیے کہ جو حدیث آپ نے پیش کی ہے۔

اس میں تو یہ الفاظ ہیں "فنہاہ علی"...... "صلوتك عبث و
العبث حرام"۔

لیکن ایک دوسری روایت میں نہ منع کرنے کا ذکر ہے اور نہ ہی عبث و
حرام کا، ملاحظہ ہو:

روی عن علی رضی اللہ عنہ أنہ رأی فی المصلی
اقواما یصلون قبل الامام. فقال ما ھذہ الصلوۃ
لم نکن نعرفھا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فقیل لہ الا تنھاھم؟ فقال اکرہ ان اکون
من الذین قال اللہ تعالیٰ فی حقھم "ارائت الذی
ینھی عبدا اذا صلی" و قال واحد منھم انی اعلم
ان اللہ لا یعذب عبدا علی الصلوۃ قال علی رضی
اللہ عنہ انا اعلم ان اللہ لا یثیب علی مخالفۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے عیدگاہ میں کچھ
لوگوں کو امام سے پہلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے
فرمایا! یہ کیسی نماز ہے، ہم تو اس کو عہد رسالت میں نہیں
پہچانتے تھے۔ آپ کو کہا گیا کہ کیا آپ ان کو روکیں
گے نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس بات کو
ناپسند کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے ہو جاؤں جن کے
بارے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "کیا آپ نے نہ دیکھا
اس کی طرف جو بندے کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھے۔"
ان میں سے کسی نے کہا: میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی
بندے کو نماز پڑھنے پر سزا نہیں دے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
فرمایا: میں تو یہ جانتا ہوں کہ رب تعالیٰ نبی علیہ السلام کی مخالفت پر
ثواب نہیں عطا فرمائے گا۔" (بنایہ شرح ہدایہ ج ۳ ص ۳۶۰)

پھر حضرت بدر الدین عینی کی تخریج کردہ اس حدیث پر بھی نظر
ڈالیے جس کے رواۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصل قبلھا ولا

بعدھا، فمن شاء فعل ومن شاء ترک۔

"نبی علیہ السلام نے نہ عید سے قبل نفل پڑھے ہیں اور نہ اس کے بعد تو جو چاہے پڑھے، جو چاہے انہیں ترک کر دے۔"

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۱۳)

دیکھیں اس حدیث میں تو ادائے نفل میں بندے کو اختیار دے دیا گیا۔

پھر نمازِ عید سے قبل نوافل کی ادائیگی پر مزید صراحت لیجئے:

عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ أنہ کان یصلی یوم العید قبل الصلوٰۃ أربعا وبعدھا اربعا۔

"حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ روزِ عید چار رکعت نماز عید سے قبل پڑھتے اور چار رکعت اس کے بعد۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲، ص ۸۴، مکتبہ امدادیہ ملتان)

عن ابراھیم قال کان الأسود یصلی قبل العید

"حضرت ابراہیم سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھا کرتے۔" (ایضاً)

پھر اس کے بعد حافظ عبداللہ بن محمد...... ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۳۵ھ نے باقاعدہ طور پر یہ عنوان قائم کیا:

"من رخص فی الصلوٰۃ قبل خروج الامام"

"جس نے امام کے نکلنے سے پہلے نماز پڑھنے کی اجازت دی۔"

پھر اس کے تحت امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نو (۹) احادیث لے کر آئے جن میں اس بات کی وضاحت ہے کہ عید کے روز امام کے نکلنے سے پہلے نوافل

پڑھے جا سکتے ہیں۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲، ص ۸۵)

اب بتائیے کہاں گیا آپ کا عبث وحرمت اور باعث سزا والافتویٰ؟ یہ احادیث تو واضح طور پہ بیان کر رہی ہیں کہ سلف وصالحین کا جم غفیر عید سے قبل نوافل پڑھنے کو نا صرف جائز قرار دیتے بلکہ خود بھی ادا کرتے اور ایک آپ ہیں کہ جنہوں نے ایسے تمام ائمہ پر عبث وحرام اور مستحق سزا کا فتویٰ تھونپ دیا۔

ذرا دل کے کانوں سے علامہ ابن حجر عسقلانی کی بھی سنتے جائیے! آپ ان نوافل کے بارے اختلاف ائمہ ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ومن اقتدی فقد اھتدی۔

"یعنی جو جس امام کے پیچھے چلا ہدایت پا گیا۔"

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۵)

اور تو اور آپ کے فتوے کی زد سے تو آپ کے ہم مسلک لوگ بھی نہیں بچ پائیں گے۔ ملاحظہ ہو، آپ کے ہم مسلک جمیل سکروڈھوی صاحب تثویب کے بارے فرماتے ہیں کہ

"اس تثویب کو محدث اس لئے کہتے ہیں کہ یہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھی اور نہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں، بلکہ تابعین کے زمانے میں، علماء کوفہ نے ایجاد کی تو متاخرین نے اس کو مستحسن قرار دیا۔" (خلاصہ عبارت، تفصیل پیچھے گزری)

جمیل صاحب کی توضیح سے ثابت ہوا کہ یہ صدر اوّل وثانی میں نہ تھی تو تمہارے فتوی کی روشنی میں تابعین سے لے کر متاخرین تک سب کے سب حتی کہ آپ کے ہم مسلک جمیل صاحب اور دیگر لوگ بھی فعل عبث وحرام کے مرتکب اور بقولک ممکن ہے انہیں اس فعل کی وجہ سے سزا ملے!!!

آپ کا فتویٰ اگر جمیل صاحب ملاحظہ کرلیں تو شاید یہ کہنے پہ مجبور ہو جائیں۔

ے تیر کھا کے دیکھا جو کمین گاہ کی طرف
تو اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

تنبیہ:

اس ساری بحث سے ہمارا مقصد نماز عید سے قبل نوافل کے جواز کا ثبوت نہیں (کیونکہ اس بارے ہم احناف کا موقف ذکر کرآئے ہیں) بلکہ فقط یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ لوگ بدعت کے حوالے سے اس قدر آگے جاچکے ہیں کہ اس طرح کے سخت فتوے دینے سے بھی گریز نہیں کرتے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت لاکھوں ائمہ دین کو افعالِ عبث وحرام کا مرتکب اور.......... قرار دے دیتے ہیں۔

مولانا اظہر صاحب کی قلابازیاں:

مولانا نے بدعت کی تعریف میں کئی طرح سے قلابازیاں کھائیں مثلاً اس مقام پہ فرماتے ہیں:

۱۔ ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ کوئی کام بظاہر خواہ کتنا ہی اچھا معلوم ہو مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو تو وہ بدعت ہی ہوگا۔ (ص ۱۶)

۲۔ یہ ضروری نہیں کہ بدعت بظاہر بُرا کام ہی ہو تب ہی بدعت ہوگی بلکہ اگر بالفرض نماز بھی ہو مگر وہ کسی خاص کیفیت اور خاص وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہ ہو تو وہ بھی بدعت ہوگا۔ (ص ۱۱،۱۲)

۳۔ سوچنا یہ ہے کہ جس چیز کا سبب اور داعیہ تو خیر القرون میں موجود تھا مگر

اس پر ایسی کاروائی نہ کی جاتی تھی جو آج کی جاتی ہے اور اس کو دین کا رنگ دے دیا جاتا ہے تو یقیناً وہ بدعت ہوگی۔ (ص ۱۰)

۴۔ پھر احداث فی الدین یعنی دین میں کسی نئی چیز کا اضافہ کرنا احداث للدین یعنی دین کی اشاعت اور ترقی کیلئے کوئی نیا طریقہ اختیار کرنا، پہلی قسم ناجائز جبکہ دوسری قسم مستحسن اور جائز ہے۔ (ص ۱۶)

قارئین! دیکھا آپ نے کہ حضرت نے پہلے نمبر کی عبارت میں سرکار علیہ السلام و صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہونے کی قید لگائی، نمبر ۲ میں خاص کیفیت و خاص وقت میں سرکار علیہ السلام سے ثابت ہونے کی قید لگائی، نمبر ۳ میں خیر القرون میں سبب اور داعیہ کی قید لگائی، نمبر ۴ میں احداث فی الدین، اسی طرح ص ۱۰ پر امور دین میں اختراع کی قید لگائی...... حق تو یہ تھا کہ بدعت کی کوئی ایک تعریف لکھ کر پھر غور کرتے اور نشاندہی کرتے جاتے کہ فلاں کام اس کے دائرے میں آتا ہے اور فلاں نہیں، مگر!

ع دروغ گو را حافظہ نباشد

مولانا کے خودساختہ وضعیف قوانین:

پھر حضرت ص ۱۶ پر فرماتے ہیں:

"بعض لوگ اپنی ناواقفیت کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے یہ کام نبی نے نہیں کیا تو اس سے منع بھی کہاں کیا ہے، اگر منع کیا ہے تو ممانعت کا حکم اور اس کی دلیل دکھاؤ۔"

متخصص صاحب اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں:

"اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک

قانون کلی اور ضابطہ یوں بیان فرما دیا ہے کہ...... شر الامور محدثاتہا کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد...... تو پھر الگ الگ جزئیات کیلئے علیحدہ ارشاد فرمانے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ قانون کلی ہی ہوتے ہیں اور جزئیات ان کے تحت داخل ہو جاتی ہیں۔" (ص ۱۶)

جواب الجواب:

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ "کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ" قانون کلی ہے۔ یہ ہی غلط اور جھوٹ کا پلندہ ہے، کیونکہ یہ قانون کلی نہیں ہے۔ مطلب ہر نئی چیز بدعت اور گمراہی نہیں بلکہ وہ بدعت و گمراہی ہوگی جو بدعت سیئہ یعنی مخالفِ دین ہو۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

کل بدعۃ ضلالۃ ای کل بدعۃ سیئۃ ضلالۃ۔

اس کے بعد فرمایا:

کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص۔

(اس کی تفصیل گزر چکی ہے)

(مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۳۷)

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں:

وآنچہ مخالف آں باشد بدعت وضلالت خوانند وکل بدعۃ ضلالۃ محمول بر ایں است۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۳۵)

محدثین کی ان عبارات خصوصاً فرمان حضرت ملا علی قاری "عام مخصوص" کو بار بار پڑھیے اور عبرت حاصل کیجئے اور ہمیں یہ کہنے دیں۔

ہم نہ کہتے تھے ان آشفتہ مزاجوں کو نہ چھیڑ
اب تیری زلف پریشاں پہ ہنسی آتی ہے

"من احدث فی امرنا" کی وضاحت:

چونکہ فریق ثانی کے ہر خاص و عام کی زبان پر یہ طوطے کی بولی کی طرح سبق جاری رہتا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بھی صحیح تشریح قارئین کی نظر کر دی جائے۔ حضرت ملا علی قاری شیخ المحدثین ان کلمات مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهرا و خفی ملفوظ او مستنبط فهو مردود علیه۔

"یعنی حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی رائے پیدا کرے جس کیلئے قرآن وسنت میں یا پوشیدہ، صراحۃً یا استنباطاً کسی طرح کی سند نہ ہو وہ مردود ہے۔"

پھر تھوڑا آگے چل کر "مالیس منہ" کی توضیح میں فرماتے ہیں:

اشارة الی ان احداث ما لا ینازع الکتاب والسنة کما سنقرره بعد لیس بمذموم۔

"یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ بے شک اس نئی چیز کو ایجاد کرنا جو قرآن وسنت سے نہ ٹکرائے، جیسا کہ بعد میں عنقریب

ہم اس کی وضاحت کریں گے، تو وہ مذموم نہیں۔"

(مرقات ج ۱ ص ۳۳۶)

قارئین! آپ نے غور کیا حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس کی کیسی خوبصورت تشریح کی۔ ایک یہ حضرت ہیں جو حدیث مذکورہ کو قانون کلی ٹھہرا کر ساری اُمت کو بدعتی قرار دے رہے ہیں، یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

بعد ازاں اظہر صاحب دوسرے جواب کے طور پر فرماتے ہیں:

"فقہاء نے آپ ﷺ کے کسی فعل کو نہ کرنے سے بھی ایک قانون کلی ہی سمجھا ہے اور اس قانون سے فعل کے مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے (اس کے بعد اپنے گھر کے چند علماء کی بطور دلیل کے عبارات پیش کیں)۔" (ص ۱۶)

مولانا صاحب اس مقام پر بھی ٹھوکر کھا گئے ہیں کیونکہ آنجناب ﷺ کا کسی "فعل کو نہ کرنا" اس کے ہر حال و ہر مقام میں مکروہ ہونے پہ دلیل نہیں۔ مطلب یہ قانون کلی نہیں۔ ہاں اگر اس کے نہ کرنے پہ آپ کی عادت اور تکرار ہو تو مکروہ ہوگا ورنہ اگر ایک آدھ بار ترک کیا تو مکروہ نہیں ہوگا۔ اس حوالے سے ملاحظہ ہو علامہ شامی کی تحقیق۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"اس طرح بعض شارحین نے نماز عید کے بعد آپ کے نفل نہ پڑھنے سے ان نوافل کی کراہت پر استدلال کیا ہے وعندی فی کونہ مفیدا للمدعی نظر لیکن میرے نزدیک اس استدلال کے اپنے مدعیٰ کو مفید ہونے میں نظر ہے۔"

لان غاية ما فيه ان ابن عباس حكى انه عليه السلام خرج فصلى بهم العيد ولم يصل ...الخ

کیونکہ اس سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے یہ حکایت کیا کہ آنجناب تشریف لے گئے اور انہیں نماز عید پڑھائی اور (اس کے بعد) نماز نہ پڑھائی۔ آہ (یعنی نہ پڑھنے کی عادت ثابت نہیں ہورہی)

وهذا لا يقتضي ان ترك ذلك كان عادة له و بمثل هذا لا تثبت الكراهة اذ لا بد له من دليل خاص كما ذكره صاحب البحر۔

"اور یہ اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ چھوڑنا آپ کی عادت ہو۔ اور اس طرح کی دلیل سے کراہت نہیں ثابت ہوتی، کیونکہ اس کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔"

(ردالمحتار ج ۳ ص ۵۹)

پھر اگلے صفحے پر بعض فقہاء کا یہ قول کہ فعدم فعله يدل على الكراهة (کہ آپ کا کسی فعل کو نہ کرنا اس کی کراہت پر دلالت کرتا ہے) نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت: هذا مسلم فيما اذا تكرر منه ذلك اما عدم الفعل مرة فلا۔

"میں کہتا ہوں کہ یہ بات اس وقت تسلیم کی جائے گی کہ جب آپ کی طرف سے اس میں تکرار ہو، لیکن آپ کا ایک آدھ بار نہ کرنا اس کے مکروہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔"

(ایضاً ص ۶۰)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علامہ شامی کی تحقیق نے اظہر صاحب کے "دعویٰ قانونِ کلی" کو کس طرح ھباء منثورا کر دیا! یہ تحقیق بھی

فقط قانون کلی کے دعویٰ کو توڑنے کیلئے تھی ورنہ فقہاء ومحدثین نے تو مطلقاً آپ کے کسی کام کے نہ کرنے کو دلیل کراہت ٹھہرایا ہی نہیں عام ازیں تکرار ہو یا نہ ہو۔ اور یہ بات تو جانِ منکرین کی جان پر قیامت کے مترادف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع۔ (مواہب لدنیہ، بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۴۳)

"کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی ہے۔"

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثناء عشریہ میں فرماتے ہیں:

نہ کردن چیزے دیگر ومنع فرمودن چیزے دیگر۔

"نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے۔"

(تحفہ اثناء عشریہ باب دہم بحوالہ مذکورہ ص ۵۴۴)

دلیل کس کے ذمہ؟

حضرت متخصص صاحب فرماتے ہیں کہ

"تیسرا جواب! یہ ہے کہ دلیل اس شخص کے ذمہ ہوتی ہے جو کسی کام کو جائز کہے اور جو نفی کرے اس کے ذمہ دلیل نہیں ہوتی اس کے لئے اتنی بات کہہ دینا کافی ہے کہ چونکہ جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے یہ کام جائز نہیں۔" (ص ۱۵)

جواب الجواب نمبر ۱:

اسے کہتے ہیں "چور الٹا کوتوال کو ڈانٹے"۔

نماز جنازہ کے بعد دعا تو قرناً بعد قرن صدیوں سے امت کا معمول بہا رہی اور ہے اور ممانعت کی تو ابھی آپ کو سوجھی ہے تو دلیل بھی آپ کے ذمہ ہوئی کیونکہ رب تعالیٰ نے ہر چیز کو مباح بنایا تو آپ کچھ نہ مانو، کم ازکم دعا بعد جنازہ کو مباح تو مانو گے نا، تو بسم اللہ کیجئے، اس کی ممانعت وحرمت کی دلیل پیش کر دیجئے، اگر آپ کی پوری پارٹی میں دم خم ہے تو، دکھایئے سورج کو کالمعدوم چراغ اگر ہمت ہے تو، مگر ہمیں معلوم ہے کہ آپ ایسا ہرگز نہیں کرسکیں گے کیونکہ

؎ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

رہی دلیل کی ذمہ داری تو آپ قائلین انکار ہرگز اپنے عہدہ سے برآ نہیں ہوسکتے۔ جب تک کہ دلیل نہ پیش کرو یہ آپ کی ذمہ داری ہے، کیونکہ مباح کے بارے یہ ضابطہ گزر چکا کہ

فلا یحرم منہ شئ الا ما قام دلیلہ۔

"ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوگی جب تک کہ اس کی حرمت پر دلیل نہ قائم ہوجائے۔" (احکام القرآن ج ۱ ص ۴۰)

جواب الجواب نمبر ۲:

آپ کہتے ہیں کہ دلیل مدعیٔ نفی کے ذمہ نہیں ہوتی تو ہم قرآن سے ثابت کرتے ہیں کہ اس کو بھی دلیل لانا ضروری ہوتا ہے۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۱۱ میں یہود ونصاریٰ کا دعویٰ ذکر کیا گیا، رب

تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط

''اور اہلِ کتاب بولے ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو۔''

تو اپنے اس دعویٰ میں مسلمانوں کے جنت میں داخل ہونے کی نفی کی، تو رب تعالیٰ نے ان کے اس خیال باطل کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ط قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۱۱)

''یہ ان کی خیال بندیاں ہیں تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔''

دیکھا آپ نے یہود و نصاریٰ بھی مدعیٔ نفی تھے تو انہیں دلیل پیش کرنے کا حکم ہوا۔

رئیس المفسرین حضرت علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

انه لا بد من البرهان للصادق ليثبت دعواه

''یعنی سچے آدمی کے لئے ضروری ہے کہ دلیل پیش کرے تاکہ اس کا دعویٰ ثابت ہو سکے۔''

(روح المعانی زیر آیت مذکورہ ج ۱ ص ۵۶۶)

حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

دلت الاية علىٰ أن المدعى سواء ادعى نفيًا او اثباتا، فلا بد له من الدليل والبرهان.

قال الشاعر!

من ادعى شيئا بلا شاهد
لا بد أن تبطل دعواه

''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مدعی برابر ہے کہ نفی کا دعویٰ کرے یا اثبات کا، ضروری ہے کہ کوئی دلیل اور برہان پیش کرے۔''

شاعر نے کہا:

''جو کوئی بغیر کسی دلیل کے دعویٰ کرے اس کے دعوے کا باطل ہونا لازمی بات ہے۔'' (ج ۲ ص ۶ مکتبہ علوم اسلامیہ

اے صاحبِ رسالہ اب بتایئے مدعیٔ نفی کو دلیل دینا ضروری ہے کہ نہیں؟ ہمیں معلوم ہے کہ آپ نے تو ''میں نہ مانوں'' کی ٹھان رکھی ہے آپ کو ان دلائل سے کیا غرض!!!

ناواقف و جاہل کون؟

مولانا اظہر صاحب نے سوال قائم کرتے وقت سائلین کی طرف ناواقفیت و جہالت کی نسبت کرتے ہوئے کہا تھا:

''بعض لوگ اپنی ناواقفیت کی بنا پر کہہ دیتے ہیں، آہ۔'' (ص ۱۶)

گویا یہ سوال کرنے والے لوگ ناواقف و جاہل ہیں اور صاحبِ رسالہ واقف و عالم!!! لیکن اس کا فیصلہ ہم اپنے قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ دوبارہ اظہر صاحب کے دلائل و جوابات اور ہمارے جواب الجواب دلائل کا بغور مطالعہ کر کے موازنہ کریں اور فیصلہ کریں کہ ناواقفیت و جہالت کس طرف ہے؟

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ غافل آنکھ اپنی کا ذرا شہتیر بھی

تیسرے جواب کے بعد دیوبندی صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں چند مثالیں ذکر کیں اور کہا:

۱۔ اگر کوئی اذان میں اشھد ان علیا ولی اللہ۔

۲۔ یا کوئی اذان لا الہ الا اللہ کی بجائے محمد الرسول اللہ پر ختم کرے۔

۳۔ اگر کوئی جنازہ سے پہلے اذان واقامت کہے۔

۴۔ کوئی سنی اذان میں یوں کہے: اشھد أن ابابکر خلیفۃ بلافصل۔

۵۔ یا کوئی اقامت میں محمد رسول اللہ کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے تو ان تمام صورتوں میں اگرچہ قرآن وسنت میں منع نہیں کیا گیا اس کے باوجود ان پر دلیل پڑھنے والے کے ذمہ ہے نہ کہ منع کرنے والے کے ذمہ۔

(خلاصۂ عبارت میں ۱۵۔۱۶)

جواب الجواب نمبر۱:

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب آپ کا دعویٰ ہی ختم ہوچکا تو دلائل اور مثالیں ویسے ہی بیکار ہوچکیں۔

جواب الجواب نمبر۲:

آپ کا یہ کہنا درست ہی نہیں کہ قرآن وسنت سے ان کی ممانعت نہیں، کیونکہ جب ایک چیز کا حکم دیا جاتا ہے تو جانب مخالف خود بخود ممنوع ہوجاتی ہے مثلاً

□ قرآن نے کہا: نماز پڑھو تو جانب مخالف ''نماز نہ پڑھنا'' ممنوع

□ قرآن نے کہا: زکوٰۃ دو تو جانب مخالف ''زکوٰۃ نہ دینا'' ممنوع

□ قرآن نے کہا: روزے رکھو تو جانب مخالف ''روزے نہ رکھنا'' ممنوع

□ قرآن نے کہا: حج کرو تو جانب مخالف ''حج نہ کرنا'' ممنوع

علی ہذا القیاس۔ تو صاحب عقل کو جب ان کاموں کے اوامر متوجہ ہوتے ہیں تو ان کی جانب مخالف خود بخود ممنوع ہوگئی۔ اس طرح جب اذان و اقامت وغیرہ کا طریقہ شرع شریف نے تعلیم فرمادیا تو ان کی مخالف جانبیں یعنی مخالف طریقے خود بخود ممنوع ہوگئے۔

جواب الجواب نمبر۳:

اگر آپ کے سامنے کوئی رافضی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی نفی کرے مع سب وشتم اور بُرا بھلا کہے تو آپ ہاتھوں پہ ہاتھ رکھے اس کے دلائل کا انتظار کریں گے اور یہ سوچ کر خاموش بیٹھے رہیں گے کہ دلیل تو اس کے ذمہ ہے؟

نہیں نہیں ہرگز نہیں، اس کمینے کا رد بھی کیا جائے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے اور دیگر فضائل پر مشتمل قرآن وحدیث سے دلائل بھی پیش کئے جائیں گے۔ اس پر ایک سند لیجئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم۔

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو سب وشتم کر رہے ہوں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔''

(مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

تنبیہ:

ہم نے صاحب رسالہ کی مثال نمبر ۲ میں عربی کلمات یوں کر کے لکھے

"محمد الرسول اللہ" تو کوئی ہم کو یہ طعنہ نہ دے کہ ہم نے نحوی بہت بڑی غلطی کردی کہ مضاف یعنی اسم رسالت "رسول" پر الف لام داخل کردیا، بلکہ متخصص صاحب کا علم نحو سے جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے، ہم نے تو بربناء دیانت کے الفاظ کو من وعن نقل کردیا۔

عقلِ حیران کے ٹوٹکے:

ص ۱۶ پر مذکورہ عنوان کے تحت دیوبندی صاحب نے خوب عقل لڑائی اور بدعت پر بغیر کسی دلیل کے کھوکھلی کہاوتیں اور مثالیں لکھ کر اپنے دلِ مضطرب کو سکون دینے کی لاحصل کوشش کی، بلکہ صفحہ ۱۷ پر عنوان ہی یہ قائم کردیا: "بدعت کی تردید کے بعض عقلی دلائل"

جواب الجواب:

ہم بہت غور کرتے رہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہاں پر اپنے دعوے کے اثبات کے لئے فاضل مذکور نے نہ کوئی قرآن سے آیت پیش کی، نہ ہی حدیث سے، نہ کسی صحابی کا فرمان، نہ ہی تابعی کا نہ کسی مجتہد کا، نہ کسی فقیہ ومحدث یا مفسر کا، بلکہ اپنے کسی ہم عصر بلکہ اپنے ہم مسلک کا بھی نہیں چہ جائیکہ کسی معتبر شخصیت ومسلم کتاب کا حوالہ پیش کرتے۔ خود ہی عقل کل بن کر اجتہادی طور پر فلسفہ جھاڑتے رہے۔

ہمارے خوب تفکر کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا کہ فاضل مذکور نے دلائل مسلمہ یعنی قرآن وسنت وغیرہ اور ائمہ مسلمہ کے اقوال وتشریحات سے کیوں نہ کوئی سند پیش کی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے جس کی طرف بھی منہ کرتے، منہ کی کھانی پڑتی کیونکہ یہ سب تو ہمارے ممدومعاون ہیں، جیسا کہ "بدعت اور اس کی

حقیقت" کے عنوان میں تفصیلاً بیان ہوچکا۔

سوچا ہوگا کہ چلو بحرِ عقل میں غوطہ زن ہوتے شاید کہ کوئی جوہر ہاتھ آجائے، مگر کیسے؟ یہ تو تب ممکن تھا اگر عقل سلیم اور نورانی ہوتی، لیکن یہاں تو فقط برہانی وہ بھی لایعنی ہے۔

؎ اک عقل نورانی اک برہانی
ہے عقل برہانی حیرت کی فراوانی

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

ہماری پچھلی تفصیلی گفتگو کے بعد ان دو تین کھوکھلے صفحات کا لفظ بہ لفظ رد کرنا سوائے ضیاع وقت کے کچھ نہیں۔

دعویٰ بے بال وپر:

صاحب رسالہ ص ۱۸ پر لکھتا ہے:

"اس دعا (بعد جنازہ) کا ثبوت قرآن کریم احادیث مبارکہ اقوال صحابہ اور فقہ کی معتبر کتابوں میں کہیں نہیں ملتا، جب اس دعا کا ثبوت ہی نہیں تو یہ دعا نہ سنت ہوگی اور نہ مستحب کہلائے گی بلکہ بدعت اور ناجائز ہوگی۔"

جواب الجواب:

اس عبارت کے دوسرے حصے کی تو خوب ضیافت طبع ہوچکی، انشاء اللہ پہلے حصے کا رد بلیغ آنے والے ابواب میں ہوگا۔ پھر اسی صفحہ پر لکھا:

"علامہ سجاد صاحب نے بھی ایسے عمومی دلائل سے اس دعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی حالانکہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل دعا کا مسئلہ ایک خاص مسئلہ ہے تو اس کے لئے خاص

دلیل ہونی چاہئے۔"

جواب الجواب:

جی انشاء اللہ آپ کی تمنا ضرور پوری ہوگی، آپ کو اس کے ثبوت پر دلائل کا ایسا جام پلائیں گے کہ پھر کبھی بھی اس کے ناجائز ہونے کی پیاس نہیں لگے گی۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا:

فاضل مذکور نے جاتے جاتے پھر حسب عادت بغیر تحقیق کے ایک حدیث نقل کر کے یہ تاثر دینا چاہا کہ بدعت گمراہی ہی ہوتی ہے اگرچہ لوگوں کی نظر میں اچھی ہو، حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو:

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

كل بدعة ضلالة ولو راها الناس حسنا۔

ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا سمجھیں۔"

(السنہ للمروزی جز ۱ ص ۲۹)

جواب الجواب:

قارئین! اس حدیث مبارکہ کا بھی صحیح مطلب یہ ہے کہ ہر بُری بدعت (جو قرآن وسنت کے مخالف ہو) گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے اچھا سمجھیں۔ اگر اس حدیث مبارکہ کو عموم واطلاق پر رکھ کر فاضل مذکور کی طرح قانون کلی سمجھ لیا جائے تو دین کی کئی چیزوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا، اور اپنی ہوس بدعت کو پورا کرتے کرتے ساری اُمت پر بدعتی وگمراہی کا فتویٰ لگانا پڑے گا۔

ایسا بھلا کون جری ہوسکتا ہے سوائے معاندِ دین کے..... بلکہ اگر یہ حدیث اپنے ظاہر یعنی عموم واطلاق پر رکھی جائے تو اس حدیث کے راوی حضرت ابن

عمر رضی اللہ عنہما بھی نعوذ باللہ "بدعت وگمراہی" کے فتوے کی زد میں آجائیں گے۔ اولاً اس لئے کہ ہمارے ماقبل میں ذکر کئے گئے نو پیدا امور میں سے کئی ہیں جن پر آپ عمل کرتے رہے، جیسے نماز تراویح جماعت کے ساتھ پورا رمضان پڑھنا وغیرہ۔

ثانیاً اس لئے کہ آپ ہی کے حوالے سے ثابت ہے کہ آپ نے نماز چاشت کو بدعت حسنہ کہہ کر قبول فرمایا، ملاحظہ ہو:

انها بدعة و نعمت البدعة و انها لمن احسن ما احدث الناس۔

"بے شک وہ بدعت ہے اور کیا ہی عمدہ بدعت ہے اور بے شک وہ ان اچھی چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نکالیں۔" (المعجم الکبیر حدیث ۱۳۵۶۳)

قارئین کرام! آپ نے دیکھا اظہر صاحب بدعت کے نشۂ عشق میں اس قدر مست ہو چکے ہیں کہ فرمانِ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مطلب کچھ تھا، حضرت نے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ

عشق میں ہر نقش الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

باب دوم:

نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت قرآن سے

آیت نمبر ۱:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴿۱۸۶﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۸۶)

”اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔“

شانِ نزول:

حضرت امام المسفرین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال عطاء وغیرہ! انھم سألوہ فی ای ساعۃ ندعوا اللہ؟ فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الایۃ۔

”حضرت امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کون سے وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔“

بلکہ اس سے قبل حضرت کعب رضی اللہ عنہ والی روایت کے آخری کلمات!......

قال یاموسیٰ اذکرنی علی کل حال...... (رب نے فرمایا اے موسیٰ تو ہر حال میں میرا ذکر کر) ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فلما کان الامر علی ھذہ الصفۃ رغب اللہ عبادہ فیذکرہ و فی الرجوع الیہ فی جمیع الاحوال، فانزل اللہ ھذا الایۃ۔

”تو جب دعا کا معاملہ اس صفت (یعنی ہر وقت کرنا) سے موصوف ہے تو رب تعالیٰ نے اپنے بندوں (امت محمدیہ کو تمام احوال میں اپنے ذکر کرنے کی اور اپنی طرف رجوع لانے کی ترغیب دی۔“ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۶۰، مکتبہ علوم اسلامیہ)

لباب النقول میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

لانعلم ای ساعۃ ندعو فنزلت۔

”ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کس وقت دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔“ (بحوالہ صاوی ج ۱، ص ۱۵۴)

تفسیر ابی سعود میں ہے:

وعدللداعی بالاجابۃ۔

”(یعنی رب کی طرف سے اس آیت میں) دعا کرنے والے کے لئے قبولیت کا وعدہ ہے۔“ (ج ۱ ص ۲۴۳، مکتبہ معروفیہ کوئٹہ)

تفسیر ملا علی قاری میں ہے:

وعزیز لایتصف بالکنہ والمقدار ثم لم یعد اجابتہ لمن کان باستحقاق زھدا وفی ضمان

عبادة بل قال ودعوة الداعی اذا دعان یعنی کما دعانی و کیف ما دعانی وحیثما دعانی۔

''یعنی رب تعالیٰ نے (اس آیت پاک میں) دعا کو کسی وقت یا مقدار سے متصف نہیں فرمایا، پھر اپنی قبولیت کا وعدہ فقط اس سے ہی نہیں فرمایا جس نے زہد کا حق ادا کیا یا عبادۃ کا ضمان ادا کیا بلکہ فرمایا...... ''دعوۃ الداعی اذا دعان'' ......یعنی دعا کرنے والا کوئی بھی ہو اور جب بھی دعا کرے یعنی وہ جو چاہے مجھ سے مانگے جیسے چاہے مجھ سے مانگے، جہاں سے چاہے مجھ سے مانگے۔''

(تفسیر ملا علی قاری ج۱ ص۱۶۲، مکتبہ معروفیہ)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

فان العبد اذا دعا وهو یعلم ان له رب باخلاص وتضرع اجاب الله دعوته۔

''بے شک بندہ جب دعا کرے تضرع واخلاص کے ساتھ درانحالیکہ وہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اس کا رب ہے تو رب تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔''

پھر تھوڑا آگے جا کر فرمایا:

ان هذا الایة مطلقة۔

یعنی یہ آیت (احبب دعوة الداعی) مطلق ہے۔

(ج۱ ص۱۴۵، تقدم علمیہ)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

لوگوں نے پوچھا کہ دعا کس وقت کرنی چاہئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر مترجم ج۱ ص۲۳۹، ترجمہ از عبدالبصیر دیوبندی)

پھر تھوڑا آگے جا کے لکھا:

''مقصود یہ ہے کہ باری تعالیٰ دعا کرنے والوں کی دعا کو ضائع نہیں کرتا، نہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس دعا سے غافل رہے یا نہ سنے، اس نے دعا کرنے کی دعوت دی ہے اور اس کے ضائع نہ ہونے کا وعدہ کیا ہے۔'' (ایضاً)

لانعلم ای ساعة ندعو فنزلت۔

یہ آیت مقدسہ مطلق و عام ہے جیسا کہ مفسرین کے اقوال سے اس کی وضاحت کی گئی، خصوصاً حضرت امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات طیبات ''ان هذه الایة مطلقه'' اس پر سند ہیں۔ تو جب یہ واضح ہو چکا کہ یہ آیت مطلق ہے تو اب مطلق کا حکم ملاحظہ فرمائیں۔

المطلق یجری علی اطلاقه۔

''یعنی مطلق اپنے اطلاق پہ جاری رہتا ہے۔''

(اصول الشاشی ص۱۱، مکتبہ شرکۃ علیہ)

دوسرا حکم یہ کہ:

ان المطلق من کتاب الله تعالیٰ اذا امکن العمل باطلاقه فالزیادة علیه بخبر الواحد والقیاس لایجوز۔

''بے شک کتاب اللہ کے مطلق کے اطلاق پر جب عمل کرنا ممکن ہو تو اس پر خبر واحد یا قیاس سے زیادتی کرنا جائز

نہیں۔'' (ایضاً ص ۱۰-۹)

اس ساری بحث کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت طیبہ دعا مانگنے کے متعلق مطلق اور عام ہے معنی یہ ہے کہ کوئی بندہ اپنے رب سے صبح دعا مانگے یا شام، دن کو مانگے یا رات کو، تلاوت قرآن سے پہلے مانگے یا بعد میں نماز جنازہ سے پہلے مانگے یا بعد، وہ جس وقت بھی دعا مانگے اس آیت کے تحت داخل ہے۔

پھر مفسرین کے اقوال نے تو اس پر مزید مہر ثبت کر دی۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رغب اللہ عبادہ فی ذکرہ وفی الرجوع الیہ فی جمیع الاحوال۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا یتصف بالکنہ و المقدار... یعنی...... کما دعانی و کیف دعانی وحیثما دعانی۔

تو جب ہر ممکن وقت دعا مانگنا اور تمام احوال میں رب کی طرف رجوع کرنا، بندہ جیسے چاہے، جو چاہے، جہاں سے چاہے اور جب چاہے رب سے دعا مانگے، ثابت ہو چکا تو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا بھی اس آیت پاک کے اطلاق و عموم کی روشنی میں ثابت ہو جائے گا۔

اور اگر کوئی اس دعا کا انکار کرتا ہے تو گویا وہ مطلق کے اطلاق اور عام کے عموم کو توڑ رہا ہے جو قطعاً قطعاً جائز نہیں۔ کیونکہ اطلاق و عموم پر فقط آیت سے یا حدیث متواتر کے ذریعے زیادتی جائز ہے۔ اس کے علاوہ نہیں۔ بلکہ یہاں تو خبر واحد اور قیاس صحیح سے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ کوئی اپنی نفسانی خواہشات سے کرے!

آیت نمبر ۲:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔ (سورۃ المومن: ۶۰)

تفسیر ملا علی قاری میں ہے:

ادعونی بالسؤال استجب لکم بالنوال۔

''تم مجھ سے سوال کے ذریعے دعا مانگو میں عطا فرما کر تمہاری دعا قبول فرماؤں گا۔'' (ج ۴، ص ۳۹۶، زیر آیت درج بالا)

اس کے تحت حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسئلونی اعطکم۔

''تم مجھ سے مانگو میں تم کو عطا کروں گا۔''

(روح المعانی ج ۱۲، جزی ۲۴ ص ۱۲۳)

آیت مذکورہ میں کلمہ ''ادعو'' صیغہ امر ہے اور امر دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) مطلق عن الوقت اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں وقت کی تعین نہیں ہوتی۔

(۲) مقید بالوقت! یعنی جس میں وقت کی تعین ہو جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

(اصول الشاشی خلاصہ عبارت وحاشیہ ص ۳۷)

تو صیغہ ''ادعونی'' جب امر مطلق ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ یہاں پر بھی ایمان والوں کو دعا کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے اور اس پر قبولیت کا مژدہ جانفزا بھی سنایا جا رہا ہے۔ آیت گذشتہ کے تحت کی گئی ساری بحث یہاں پر بھی جاری ہو گی جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بعد از نماز جنازہ دعا ''ادعونی'' کے اطلاق سے بھی ثابت ہو گا۔

اعتراض:

''ادعونی'' صیغہ امر ہے اور صیغہ امر وجوب کے لئے آتا، کما صرح فی کتب الاصول، تو ثابت ہوا کہ یہ دعا بھی واجب ہو گی حالانکہ تم اہلسنّت (بریلوی)

بھی تو اس کے قائل نہیں بلکہ اس کے استحباب کے قائل ہو تو ثابت ہوا کہ تمہارا استدلال درست نہیں۔

جواب:

صیغہ امر کو فقط وجوب کے لئے قرار دینا یہ علم اصول و معانی سے بے خبری کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ صیغہ امر وجوب کے علاوہ اور معانی کے لئے بھی آتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں!

ندب، توبیخ، تعجیز، ارشاد، امتنان، اکرام، تادیب، تسخیر، اہانت، دعاء، تہدید، التماس، تمنی، اباحت اور تسویہ وغیرہ۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے اصول الشاشی ص ۳۴، حاشیہ نمبر ۸، مکتبہ شرکت علمیہ اور دروس البلاغہ ص ۲۳ تا ۲۵)

فائدہ جلیلہ:

امام رازی رئیس المفسرین رحمۃ اللہ علیہ دعا کی قبولیت کے حصول کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

انسان جب ایسے وقت میں دعا کرے جب اس کے دل میں غیر اللہ کی طرف التفات نہ ہو۔ تو ظاہر (امید ہے) کہ اجابت حاصل ہو جائے گی۔ پھر فرمایا! ماسویٰ اللہ سے دل کلی طور پر تب منقطع ہوتا ہے جب قریب الموت ہو، کیونکہ انسان اس وقت قطعیت کے ساتھ جان لیتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل کے اسے کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی۔

تو ہمارے اس ذکر کردہ قانون پر لازم ٹھہرا کہ!

ان یکون الدعا فی ذلک الوقت مقبولا عند اللہ۔

''اس وقت کی گئی دعا رب تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو۔''

(ج ۹ ص ۵۲۸ زیر آیت مذکور)

اس بیان کردہ قانون کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ موت کو سامنے دیکھ کر جب بندہ ماسوی اللہ سے منقطع ہو کر فقط فضل خدا پر امید باندھتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

اسی طرح جب ایک بندۂ مومن اپنے سامنے میت کو دیکھتا ہے تو یقیناً اب بھی اس کا دل فکر آخرت میں پگھل جاتا ہے اور اس کا یقین مزید پختہ ہو جاتا ہے کہ بالآخر مجھے بھی یہاں اس وقت اور جگہ میں پہنچنا ہے جس کے لئے فضل خدا کے علاوہ کوئی یاور نہ ہوگا، تو جب اس کیفیت میں وہ دعا کرے گا تو امید ہے رب تعالیٰ اجابت کا انعام عطا فرمائے گا تو جنازہ کے بعد کا وقت بھی چونکہ اس کیفیت کا حامل ہے لہٰذا اس وقت بھی دعا کرنی چاہئے۔

آیت نمبر ۳:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ (سورۃ الاعراف:۵۵)

''اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔''

آیت نمبر ۴:

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ (سورۃ الاعراف:۵۶)

''اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔''

یہ دونوں آیات بھی دعا بعد نماز جنازہ پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ پہلی

آیت میں ہے...... تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ...... گڑگڑا کر اور آہستہ اور دوسری میں ہے...... خَوْفًا وَّطَمَعًا...... ڈرتے اور طمع کرتے کے کلمات طیبات ذکر کئے گئے، چونکہ یہ وقت رقت قلب کا سبب عظیم ہے اور رقت قلب انسان کے لئے باعث دعا ہے کہ وہ رب سے کسی چیز کے خوف کے سبب دعا مانگے یا پھر کسی چیز کی امید کی برآری کے لئے۔ جیسا کہ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ خَوْفًا وَّطَمَعًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خوفاً من رد الدعا وطمعا فی استجابة الدعا۔

”یعنی دعا کے رد ہونے کے خوف سے اور دعا کی قبولیت کا طمع کرتے ہوئے۔“ (تفسیر ملا علی قاری ج ۲ ص ۱۶۱)

حضرت رائس المفسرین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ دونوں آیات کے متصلا ذکر کرنے کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فکانت الایة الاولیٰ فی بیان شرط صحة الدعاء والایة الثانیة فی بیان فائدة الدعاء منفعته۔

”یعنی پہلی آیت صحت دعا کی شرط کے بارے ہے اور دوسری آیت دعا کے فائدے اور اس کی منفعت کے بیان میں ہے۔“ (تفسیر کبیر ج ۵، ص ۲۸۴)

یعنی خوف وطمع کے ساتھ دعا کرنے والا نیک ہے اور رب کی رحمت نیکوں کے قریب ہے تو نماز جنازہ کے بعد کا وقت بھی خوف وطمع کا مجموعہ ہے لہٰذا اس وقت دعا کرنا...... اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ...... کا مصداق بننا ہے۔

آیت نمبر ۵:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰ (سورۃ الحشر: ۱۰)

”اور وہ جو اِن کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔“

اس آیت کے تحت تفسیر ابی سعود میں ہے:

هم الذین هاجروا بعد ماقوی الاسلام او التابعون باحسان وهم المومنون بعد الفریقین الی یوم القیامة ولذلك قیل إن الایة قد استوعبت جمیع المومنین۔

”یعنی وہ لوگ جنہوں نے اسلام کے قوی ہونے کے بعد ہجرت کی یا وہ جو اتباع باحسان کرنے والے ہیں، اور وہ ان دونوں گروہوں (قوت اسلام سے قبل یا بعد میں ہجرت کرنے والے) کے پھر قیامت تک کے مومنین ہیں۔ بایں وجہ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت طیبہ تمام ایمان والوں کو شامل ہے۔“

(ج ۶، ص ۲۲۹)

اسی طرح روح المعانی ج ۱۴، جزء ۲۸، ص ۸۷ میں ہے۔ ۱۲

نیز حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "للذین امنوا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

المراد به اعم انهم فمن قبلهم او المرد بالاولين الاموات وبالاخرين الاحياء۔

"ان سے مراد ان کے قبل کے تمام لوگ ہیں یا اولین سے فوت شدگان اور اخرین سے زندہ لوگ مراد ہیں۔"

(تفسیر ملا علی قاری ج ۵، ص ۱۳۴)

تفسیر ابن کثیر مترجم میں ہے:

"یعنی یہ بعد کے لوگ ان اگلوں کے آثار حسنہ اور اوصاف جمیلہ کے اتباع کرنے والے ہیں اور انہیں نیک دعاؤں سے یاد رکھنے والے ہیں۔" (ج ۵ ص ۲۸۳، ترجمہ عبد البصیر دیوبندی)

تفسیر عثمانی میں ہے:

"یعنی سابقین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔"

(ص ۷۱۱، مطبوعہ رحمان کمپنی)

تفسیر جلالین میں ہے:

من بعد المهاجرين والانصار الى يوم القيامة۔

"یعنی وہ جو مہاجرین و انصار کے بعد قیامت تک آنے والے ہیں۔"

حضرت صاحب تفسیر صاوی "الذین سبقونا بالایمان" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ای بالموت علیه. فینبغی لکل واحد من القائلین لهذا القول ان یقصد بمن سبقه من انتقل قبله من زمنه الی عصر النبی ﷺ فیدخل جمیع من تقدمه من المسلمین لا خصوص المهاجرین والانصار۔

"یعنی وہ کہ جنہوں نے ہم سے سبقت بالموت کی (یعنی ان کا پہلے وصال ہوگیا) تو اس قول کے قائلین (دعا کرنے والوں) میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے زمانے سے لے کر زمانہ نبوی تک ان تمام کا ارادہ کرے کہ جنہوں نے انتقال کرنے میں اس سے سبقت کی تاکہ اس سے پہلے کے تمام مسلمان داخل ہو جائیں۔ اس میں مہاجرین و انصار کی کوئی تخصیص نہیں (یعنی یہ نہیں کہ فقط ان کے لئے دعا کا کہا گیا ہو)۔"

(تفسیر صاوی ج ۴ ص ۲۱۳۹)

قارئین محتشم! آیت مذکور میں قیامت تک کے مومنین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے سے ماقبل حتیٰ کہ زمانہ نبوی تک کے مسلمانوں کے لئے دعاء خیر کرتے ہیں۔ حضرت علامہ شیخ التفسیر احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کلمات "ای سبقونا بالموت علیه" کس قدر دعا بعد از نماز پر روشن طریقے سے دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ جب ہم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکے ہوتے ہیں تو وہ بھی سابق بالموت ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے دعا کرنا آیت مذکور کے عموم کے تحت داخل ہوگا۔ پھر علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ "من زمنه" نے تو بالکل ہی مطلع مقصود صاف کر دیا، اس لئے کہ جس میت پر بعد جنازہ کے دعا مانگی جاتی ہے۔ وہ دعا مانگنے والوں

کے زمانے میں ہی فوت ہوا تو نتیجہ ثابت کہ نماز جنازہ کے بعد قبل دفن دعا مانگنا قرآن سے ثابت۔

آیت نمبر ۶:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (سورۃ محمد: ۱۹)

"تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔"

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ ...... کی تفسیر میں حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ:

الخطاب مع النبی علیه الصلوٰة السلام والمراد قومه۔

"یعنی خطاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا گیا لیکن مراد آپ کی امت ہے۔" (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۲)

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۝...... کی تفسیر میں حضرت قاضی ابو سعود حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای لذنوبهم بالدعاء لهم۔

"یعنی ان کے گناہوں کی مغفرت کے لئے ان کے لئے دعا کریں۔" (تفسیر ابی سعود ج ۶، ص ۸۹)

اس آیت طیبہ میں رب تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اپنے

امتیوں کے لئے دعاء مغفرت کیجئے، پھر سرکار علیہ السلام کی اتباع میں سب ایمان والوں کو حکم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو جو دعا نماز جنازہ کے اندر یا اس کے بعد کی جاتی ہے وہ بھی بالخصوص اس حاضر میت اور بالعموم عام مومنین کی مغفرت کی دعا ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد قبل تدفین دعا کرنا قرآنی لفظ "وَاسْتَغْفِرْ" سے ثابت ہے۔

آیت نمبر ۷:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ۔

"یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے، جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی۔" (سورۃ النمل: ۶۲)

تفسیر ابن کثیر مترجم میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

حضرت طاؤس کسی بیمار کی بیمار پرسی کو گئے، بیمار نے کہا میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا! تم خود اپنے لئے دعا کرو پریشان حال کی پریشانی کے وقت کی دعا اللہ قبول فرماتا ہے۔ (ج ۴، ص ۷۷، ترجمہ از عبد البصیر دیو بندی)

تفسیر سراج منیر میں ہے:

"یہاں بھی یہی فرمایا کہ اللہ ہی بے بس و بے قرار کی سنتا ہے۔ وہی غم نصیبوں کی دستگیری کرتا ہے۔ اسی کی آغوش پناہ میں انہیں قرار آتا ہے اور وہی ان کے غم دور فرماتا ہے۔"

(ج ۲ ص ۱۴۳۹، از ابو الاشبال احمد شاغف وہابی، مکتبہ سلفیہ)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ یوں تو رب تعالیٰ ہر دعا کو (اپنی چاہت کے مطابق) قبول فرماتا ہے، لیکن اگر کوئی بندۂ مؤمن کسی غم، پریشانی، دکھ، تکلیف اور درد و الم کے وقت رب تعالیٰ سے دعا کرے تو وہ اس کی دعا قبول

فرما کر اس کی پریشانی و مصیبت کو دور فرما کر اس کے قلب مضطرب کو تسکین کی دولت عطا فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت طاؤس کا فرمان اس پر گواہ ہے تو جنازہ کے بعد کے وقت سے بڑھ کر بھلا کون سا وقت درد و الم کا باعث ہو سکتا ہے؟ اب اُس کو قبر میں اتارا جا رہا ہے جو کسی کا باپ، کسی کا آنکھ کا نور تھا، اس درد کو تو وہی محسوس کرے گا کہ جس کے دل پر یہ چوٹ آئی ہو۔ پھر مرنے والے کی طرف بھی دیکھیں تو وہ بھی دعا کا مستحق ہے کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد اس کا بھی امتحان ہونے والا ہے، پھر قیامت تک کے لئے اسی گھر میں اکیلے رہئے گا۔

تو عقل و نقل کا تقاضا ہے کہ جنازہ کے بعد بھی دعا کی جائے جو یقیناً مرنے والے اور اس کے لواحقین و احباب سب کے لئے مفید ہے۔

آیت نمبر ۸:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ (سورۃ ابراہیم: ۴۱)

"اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔"

اس آیت پاک میں رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو ذکر فرما کر امت محمدیہ کو تعلیم ارشاد فرمائی کہ بندۂ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اور سب ایمان والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے۔ اس میں کسی وقت کی تخصیص نہیں اور نہ ہی کسی مسلمان کی یعنی اس میں زندہ و فوت شدگان سبھی مسلمان داخل ہیں تو جب ہر وقت اور ہر ایک کے لئے دعا کرنا حکم ایزدی ہے تو پھر نماز جنازہ پڑھ کر قبل تدفین مُیت کے لئے دعا کرنا کیوں نہ روا ہوگا؟

کیونکہ وہ وقت "اغفر" اور وہ میت "للمومنین" یا پھر "ولوالدیّ" کے عموم کے تحت داخل ہے۔

نوٹ:

یاد رہے دیابنہ کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر تھے نعوذ باللہ لیکن ہم اہلسنّت کے نزدیک وہ مومن تھے جن کا نام تارخ تھا، بلکہ نبی پاک ﷺ کے تمام آباؤ اجداد مؤحد اور مؤمن تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کے رسائل تسعہ اور دیگر کتب ائمہ دین۔

آیت نمبر ۹:

وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ط (سورۃ الشوریٰ: ۲۶)

"اور دعا قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے۔"

آیت بالا کے تحت تفسیر کبیر میں ہے:

یجیب اللہ دعاء المومنین و یزید ما طلبوہ من فضلہ۔

"یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور انہیں اپنے فضل سے اس سے بھی زائد دیتا ہے جو انہوں نے مانگا۔"

پھر فرمایا:

"ویزیدھم من فضلہ" ای یزیدھم علی ما طلبوہ

بالدعاء۔

''اور انہیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے یعنی جو انہوں نے دعا میں مانگا تھا اس سے بھی زائد دیتا ہے۔'' (ج۹،ص۵۹۸)

اس آیت پاک میں بھی ہم گنہگار بندوں کے لئے ہمارے رب کی طرف سے عظیم الشان مژدہ ہے کہ ہم اس سے مانگیں تو وہ مطلوبہ شئی بھی عطا فرماتا ہے۔ بلکہ بندے کے دعا مانگنے پہ وہ اتنا راضی ہوتا ہے کہ طلب سے بھی سوا دیتا ہے تو جب عام حالات میں دعا مانگنا رب کو اتنا محبوب ہے تو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا تو بدرجہ اولیٰ محبوب ہونا چاہئے کیونکہ اس موقع پر اہل ایمان کا اجتماع بھی ہے اور نیک عمل (نماز جنازہ) بھی ادا ہوا۔

پھر دینے والا بھی ایسا داتا ہے کہ دعا کرنے والوں کے ہاتھوں کو خالی و محروم لوٹانا اس کی شانِ کریمی کے خلاف۔

ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا اس آیت کے اطلاق وعموم کی روشنی میں جائز ہے۔

آیت نمبر ۱۰:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ (سورۃ الضحیٰ:۱۰)

''اور منگتا کو نہ جھڑکو۔''

اس آیت کے تحت تفسیر روح المعانی میں ہے:

ای فلا تزجرہ ولکن تفضل علیہ بشئ اوردہ بقول جمیل۔

''یعنی منگتے کو نہ جھڑکئے بلکہ کچھ دے کر اس پر مہربانی کیجئے

اور اس کو خوبصورت جواب دیجئے۔''

(روح المعانی ج۱۵، جز۳۰، ص۲۹۴)

مقام توجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو حکم دے رہا ہے کہ سائل اور منگتے کو جھڑکنا نہیں بلکہ اسے کچھ عطا کر کے مہربانی فرمائیں تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ خود اپنے منگتے کو کچھ نہ دے کر مایوس لوٹائے؟ پھر منکرین ذرہ یہ بھی وضاحت کریں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے والا رب کا سائل ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو ثبوت آپ منکرین کے ذمہ، اور اگر ہے تو پھر اس قدر شدت سے منع کرنا چہ معنی دارد؟

آیت نمبر ۱۱:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۠ (سورۃ الانشراح: ۷،۸)

''تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔''

تفسیر جلالین شریف میں ہے:

فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب اتعب فی الدعاء والی ربك فارغب تضرع۔

''جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کر اور اپنے رب کی طرف تضرع کے ساتھ رغبت کر۔''

(جلالین ص۵۰۲، قدیمی کتب خانہ)

تفسیر کبیر میں ہے:

قال قتادۃ وضحاك ومقاتل:

اذا فرغت من الصلوفة المکتوبة فانصب الی ربك فی الدعاء۔

"امام قتادہ وضحاک اور مقاتل اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب تو فرض نماز سے فارغ ہو تو اپنے رب کی طرف دعا کے ذریعے رغبت کر۔" (ج ۱۱ ص ۲۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے، دیکھئے تفسیر بغوی و خازن، ج ۶، ص ۲۲۰، تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۰۸ جزء ۳۰، تفسیر ابن کثیر پھر اس کے اردو ترجمہ وتلخیص سراج منیر از حافظ داؤ راغب رحمانی ج ۲ ص ۳۲۳۱ وہابی، ترجمہ از عبدالبصر دیو بندی ج ۵، ص ۵۰۳۔

اس آیت طیبہ سے بخوبی ثابت ہوا کہ دعا ہمہ وقت بار بار کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ خصوصاً فرض نمازوں کے بعد وہ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے تو چونکہ نماز جنازہ بھی فرض کفایہ کے طور پر نماز ہے۔ لہٰذا اس کے بعد دعا کرنا قرآن مجید پر عمل اور قبولیت دعا کا ذریعہ ہے۔

تنبیہ:

صاحب رسالہ اظہر دیو بندی نے اس مقام پر اپنی کتاب میں خوب ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا، لیکن ہم انشاء اللہ عنقریب اس کا دلائل دندان شکن سے جواب دیں گے۔

قارئین کرام! اپنے رب کی توفیق سے ہم نے قرآن مجید کی گیاراں (۱۱) آیات طیبات اور ان کی تفاسیر نقل کیں جن کے اطلاق وعموم اور اقتضاء وصراحت سے روشن دِن کی طرح ظاہر و باہر ہوا کہ اپنے لئے اور دیگر تمام اہل ایمان کے

لئے عام ازیں زندہ ہوں یا فوت شدہ سب کے لئے دعا کرنا ہر وقت اور ہر جگہ (جب تک کہ کوئی شرعی ممانعت نہ ہو) امتثال امور الٰہی ؛ اور عند اللہ محبوب اور فضل و عطاء ربانی کے حصول کا عظیم ترین سبب ہے۔

بایں وجہ بندہ مومن جب چاہے دعا کرے صبح کرے یا شام، دِن کو کرے یا رات کو عبادت سے پہلے کرنے یا بعد اسی طرح نماز جنازہ سے پہلے کرے یا بعد میں تدفین سے پہلے کرے یا بعد میں، سب احوال ومقامات آیات مذکورہ کے تحت داخل ہوں گے۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت پر ان دلائل قاہرہ وقاطعہ سے نہیں انکار کرے گا سوائے عناد، ضدی، ہٹ دھرم، یضل بہ کثیرا کا مصداق اور بدعت کا دائمی مریض۔

قارئین محتشم! ہم جانتے ہیں کہ ماننے والوں کے لئے اتنی بات ہی کافی ہوتی ہے کہ "یہ قرآن سے ثابت ہے یا سنت وغیرہ سے۔" یہ دلائل کا انبار یعنی گیارا (۱۱) آیات (منسوب بہ گیارویں والے پیر) اور ان کے لئے معتمد ومستند تفسیری حوالہ جات اس لئے پیش کئے گئے شائد کہ ہماری اس کاوش سے کسی بدعت کے دائمی مریض کا بخار اتر جائے اور اس کے دل کی اندھیر دنیا میں حقائق کا بدر منیر طلوع ہو سکے۔

ے جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوز پنہاں سے
تیری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

کل دنیائے دیو بندیت و وہابیت کو چیلنج:

قارئین! آپ نے دیکھا کہ بحمد اللہ! ہم نے اپنے موقف پر قرآن مجید کی کثیر آیات اور تفسیری حوالہ جات پیش کئے۔

لیکن نماز جنازہ کے بعد دعا کے عدم جواز کے قائلین کے پاس کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں جو صراحتاً یا مفہوماً اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ یہ دعا مانگنا ناجائز اور بدعت ہے۔

ہم تمام دیو بندیوں اور وہابیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر تمہارے موقف کی مؤید کوئی آیت ہو تو پیش کیجئے!

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ:۱۱۱)

”لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔“

کرشمہ حسن اپنا دکھاؤ تو ذرہ
اتراتے ہوئے جس پہ تمہاری عمر بیت گئی
(فیضی)

منکرین دعا کون؟

قارئین کرام! اہل ایمان کے نزدیک یہ بات اتفاقی ہے کہ دعا کرنا زندہ لوگوں کے لئے یا پھر فوت شدگان کے لئے ہر دو صورت میں جائز، مستحسن بلکہ رب تعالیٰ و مصطفیٰ کریم ﷺ کو راضی کرنے کا بہانہ اور امتثال امر کی بہترین صورت ہے اور دنیا و عقبیٰ میں فوز و فلاح کا ذریعہ لیکن معتزلہ اور معتزلہ خیالات کے مالک کچھ دیگر لوگ بھی اس کا انکار کرتے ہیں۔

صاحب شرح عقائد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم ای صدقة الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات خلافا للمعتزلة۔

”یعنی مردوں کے لئے زندوں کی دعا اور ان کا صدقہ یعنی

زندوں کا مردوں کی طرف سے صدقہ، خیرات کرنا ان کے لئے نفع بخش ہوتا ہے۔ برخلاف معتزلہ کے (یعنی وہ اس کے منکر ہیں)“ (شرح عقائد نسفی مع شرحہ نبراس ص ۵۷۹)

فریق مخالف کے مسلم امام ابن قیم اس سوال کا کہ کیا زندوں کے کچھ نیکی کرنے سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے؟ کے جواب میں کہتے ہیں کہ:

فالجواب انها تنتفع من سعی الاحیاء بامرین مجمع علیهما بین اهل السنة من الفقهاء و اهل الحدیث والتفسیر۔

”اس کا جواب یہ ہے کہ زندوں کی کاوش سے دو طریقوں سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے، یہ بات اہل سنت کے فقہاء و محدثین اور مفسرین کے درمیان اتفاقی ہے۔

(کتاب الروح صفحہ ۱۶۳ بیروت)

پھر اس کے بعد تفصیل کے ساتھ ان طرق کی بحث کی۔ تفصیل مطلوب ہو تو اصل مرجع کی طرف رجوع کریں

پھر اسی صفحے پر لکھتے ہیں:

ذهب بعض اهل البدع من اهل الکلام انه لا یصل الی المیت شیئ البتة لادعاء ولا غیره۔

”یعنی بعض اہل بدعت متکلمین اس طرف گئے ہیں کہ مردے تک کوئی چیز نہیں پہنچتی، نہ دعا اور نہ اس کی علاوہ کوئی اور چیز۔“

پھر آگے جا کے لکھا!

ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم للاموات فعلا و تعلیما، و دعاء الصحابة والتابعین والمسلمین عصر ابعد عصر اکثر من ان یذکر و اشهر من أن ینکر۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مردوں کیلئے دعا کرنا آپ سے قولاً اور تعلیماً ثابت ہے۔ اسی طرح صحابہ وتابعین اور ہر زمانے کے مسلمانوں سے اس کثرت سے ثابت ہے کہ ذکر سے زائد اور مشہور ترین کہ اس کا انکار کیا جائے۔" (ص ۱۴۴ ایضا)

رئیس الاصولیین حضرت ملاجیون فرماتے ہیں:

فیکون للدعوات تاثیر بلیغ وینفیه اصحاب البدع والضلال وهم المعتزلة۔

"دعاؤں میں انتہاء درجے کا اثر ہوتا ہے لیکن بعض بدعتی اور گمراہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور وہ معتزلہ ہیں۔"

(تفسیرات احمدیہ ص ۴۴)

حضرت شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لاینکر الدعاء الا کافر مکذب بالقرآن۔

"دعا کی (اہمیت وافادیت) کا انکار فقط کافر اور قرآن کی تکذیب کرنے والا کرتا ہے۔"

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۷۱، قدیمی کتب خانہ)

حضرت شیخ التفسیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والایات کثیرة فی هذا الباب فمن ابطل الدعاء

فقد انکر القرآن۔

"اور اس باب (دعا کی اہمیت وافادیت) میں کثیر آیات ہیں، تو جو شخص دعا کو باطل قرار دے وہ قرآن کا منکر ہے۔" (تفسیر کبیر ج ۲، ص ۲۶۴)

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمائیں مفسرین ومحدثین، فقہاء اور متکلمین اسلام کی تصریحات، جنہوں نے دوٹوک الفاظ میں فیصلہ دے دیا کہ دعا جس طرح زندہ کو مفید ہے مردہ کو بھی نفع بخش ہوتی ہے اور اس کا انکار کرنے والا معتزلی، بدعتی، گمراہ، قرآن مجید کا انکار کرنے والا اور تکذیب کرنے والا ہے۔ ہم دعا کے منکرین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ اپنی نفسانی خواہشات کے دائرے سے باہر آئیں اور...... ادخلوا فی السلم کافة...... "اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ" کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن وسنت پر عمل پیرا ہوں اور جنازہ کے بعد دعا مانگنے پر عمل شروع کردیں۔

شیخ میخانے میں آنے کو مسلمان آیا
کاش میخانے سے نکلے تو مسلمان نکلے

منکرین دعا کی حیثیت وانجام اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں:

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰۤی اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِیْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

(سورۃ المومنون: ۱۰۸ تا ۱۱۰)

"رب فرمائے گا دھتکارے (خائب وخاسر) پڑے رہو اس
میں اور مجھ سے بات نہ کرو بے شک میرے بندوں کا ایک
گروہ کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش
دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے تو
تم نے انہیں ٹھٹھہ بنالیا یہاں تک کہ انہیں بنانے کے شغل
میں میری یاد بھول گئے اور تم ان سے ہنسا کرتے۔"

اس آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے:

انہیں (دوزخیوں کو) شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لئے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کی دعاؤں پر دل لگی (مذاق) کرتے تھے وہ مؤمن اپنے رب سے بخشش و رحمت طلب کرتے تھے، اے ارحم الرحمین کہہ کر پکارتے تھے لیکن یہ اسے ہنسی میں اڑاتے تھے اور ان کے بغض میں ذکر رب چھوڑ بیٹھتے تھے اور ان کی عبادتوں اور دعاؤں پر ہنستے تھے۔ (ابن کثیر مترجم ج ۳ ص ۴۴۴، ۴۴۵، ترجمہ از عبدالبصیر دیوبندی)

وہابی تفسیر "سراج منیر" میں ہے:

مذاق کا خمیازہ بھگتو! تو تم ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے ان کی دعاؤں پر پھبتیاں کسا کرتے تھے، ان کے پیچھے پڑ کر میرے معاملہ کو بھلا بیٹھے تھے اور ان کی عبادت اور عملوں پر ہنسا کرتے تھے۔ (ج ۲ ص ۱۳۰۱)

اس آیت طیبہ سے معلوم ہوا کہ دعا پر مذاق کرنا اسے خاطر میں نہ لانا، رب تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ اس میں درس عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو "دعا بعد جنازہ" کو بدعت و ناجائز ٹھہرا کر دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ رب تعالیٰ اس نظریے سے مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین

۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ﴿۶۰﴾ (سورۃ الغافر: ۶۰)

"بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری بندگی سے اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر۔" (ترجمہ از محمود الحسن دیوبندی)

اسکی تفسیر میں دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا۔ نہ مانگنا غرور ہے، اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کی پکار کو پہنچتا ہے۔" (تفسیر عثمانی)

منکرین دعا بعد جنازہ پر حیرت ہے کہ نہ ان کو دعا کی اہمیت و افادیت پر گذشتہ آیات نظر آتی ہیں اور نہ ہی دعا سے تکبر و منع پر سنائی گئی وعیدیں نظر آتی ہیں!!!

طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ پھر بھی عالم ہونے کا دعویٰ اور اپنی ملمع ساز گفتگو سے یہ باور کرانے کی سعی کرتے ہیں کہ حق پر تو بس ہم ہیں باقی سب تو؟

ہدایت یافتہ تو ہم ہیں باقی سب تو؟؟

حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ جیسا کہ آپ نے ہمارے دلائل سے بخوبی جانا۔ ہم سادہ لوح مسلمان سے گزارش کرتے ہیں کہ ایسے بازی گروں سے ہوشیار رہیں ان کی چمک میں نہ آئیں۔ کیونکہ

؎ کواکب ہوتے ہی کچھ نظر آتے ہیں کچھ
یہ بازی گر دیتے ہی دھوکہ کھلا

مولوی اظہر دیوبندی کی غلط تاویلات کا ردِ بلیغ

رب تعالیٰ کی توفیق اور سعادت سے ہم اس بحث میں مولوی اظہر دیوبندی کی اُن غلط تاویلات و تعبیرات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا ردبلیغ کریں گے۔ جن کے ذریعہ اظہر صاحب نے ہمارے پمفلٹ میں درج دلائل قرآنی کی بے جا اور غلط تاویل کر کے اپنے تائیں ان کا رد کرنے کی لاحاصل سعی کی اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ قرآن سے اس دعا کا ثبوت نہیں ہے۔

ہم نے پمفلٹ میں آیت نمبر ۱ لکھ کر کہا تھا کہ:

"آیت مذکورہ میں کلمہ "اذا" تعمیم کے لئے ہے یعنی جس وقت بھی کوئی مجھ سے دعا کرے میں قبول کرتا ہوں۔ اس لئے بندے کو وقتاً فوقتاً بکثرت دعا کرتے رہنا چاہئے نہ جانے کب کرم ہو اور دعا قبول ہو جائے۔" (پمفلٹ ص ۲۔۳)

اظہر صاحب اس پر جواب نمبر ۱ کے تحت لکھتے ہیں:

"ہم کہتے ہیں کہ کلمہ اذا میں اتنا ہی عموم ہے تو پھر آپ لوگ جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے دعا پڑھا کریں، جیسا کہ شوافع کا مذہب ہے حالانکہ اس مقام پر آپ لوگ بھی دعا نہیں پڑھتے اب عموم کہاں گیا؟ اب یا تو چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے دعا پڑھو ورنہ تمہارا اذا کے عام ہونے والا قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر اس طرح نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگا کریں یہ بھی عموم میں داخل ہے۔

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۲۰)

جواب الجواب نمبر ۱:

آپ نے یہ جو کہا کہ "کلمہ اذا میں اتنا ہی عموم ہے۔" اگر اتنا کی تعیین میں آپ کو اس قدر شوق چڑھ آیا ہے تو ذرا آپ ہی وضاحت کر دیجئے، کر دکھایئے اس کے عموم کی مقدار کی تعیین، قوم پہ کیجئے احسان بتائیں کہ دن رات میں کتنا عموم ہے اور کتنا نہیں۔

پھر آپ کا بغیر اس کی مقدار کی تعیین کے آگے چل دینا اس بات پر دلیل ہے کہ تم اس کا عموم مانتے تو ہو۔ باقی رہی اس کی مقدار کی تعیین بتانا تو وہ آپ پہ ہمارا قرض ہے۔

جواب الجواب نمبر ۲:

آپ کا یہ اعتراض مبنی بھر جہالت اور حدیث وفقہ واصول فقہ سے بے خبری کی علامت ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ شرع شریف نے جو چیز اوصاف ومقدار کے ساتھ متعین فرما دی ہے اس پر زیادتی کرنا ہرگز ہرگز روا نہیں پھر نماز جیسی چیز جس کے بارے تفصیلاً ہر چیز بیان ہو چکی۔ ہماری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز کو شروع کرنے سے لے کر سلام پھیرنے تک شارع کے بیان کردہ اوصاف اوراد و ادعیہ کے علاوہ کسی قسم کا اضافہ جائز نہیں۔ اس لئے محبوب علیہ السلام نے فرمایا تھا:

مفتاح الصلوٰۃ الطہور و تحریمها التکبیر و تحلیلها التسلیم۔

"نماز کی چابی پاکیزگی ہے اور اس کی تحریم تکبیر تحریمہ اور اس کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔" (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۰۰، مکتبہ رحمانیہ)

آپ کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی اس پر تحشیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ای صار المصلی بالتسلیم یحل له ما حرم علیه بالتکبیر من الکلام و الافعال.

"یعنی نمازی کے لئے اسلام پھیر کر کلام و افعال کرنا حلال ہو جاتا ہے جو تکبیر تحریمہ کی وجہ سے اس پر حرام ہوا تھا۔"

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۰ حاشیہ نمبر ۷)

حدیث مبارکہ اور اس پر حاشیہ کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کے لئے تکبیر تحریمہ کے کہنے سے لے کر نماز کی تکمیل و تحلیل یعنی سلام پھیرنے تک ـــــ کسی قسم کا اضافہ جائز نہیں، اس دورانیے میں اپنی مرضی بالکل نہیں چلے گی، ہاں تحریمہ سے پہلے اور سلام کے بعد آپ کے لئے رخصت و روا ہے جو چاہیں ذکر کریں یا دعا مانگیں ثابت ہوا کہ آپ کا یہ تقاضا کرنا ہی غلط ہے۔ اس لئے ہم نے پمفلٹ صفحہ ۲ پر لکھا تھا کہ:

"اس جواز کا حکم ہمہ وقت باقی رہے گا جب تک کہ کسی وقت کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو جائے۔"

تو نماز کا دورانیہ ان شرعی ممنوعات سے ہے کہ جو دوران نماز اس کے دعا مانگنے کو منع کرتا ہے جیسے ہی یہ وقت نکل جائے تو علیٰ حال ماقبلہ جائز۔

ے اس زلف پھبتی پہ شب دیجور کی سوجھی
اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

جواب الجواب نمبر ۳:

قارئین کرام! اگلے جواب سے قبل ایک دو فقہی مسئلہ سنئے وہ یہ ہے کہ قضاء کا روزہ رکھنا شرع شریف نے مطلقاً لازم قرار دیا ہے ساری زندگی جب

چاہے۔ ہاں مگر ماہ رمضان وغیرہ میں نہیں رکھ سکتا۔ اسی طرح نماز کی قضاء ساری زندگی جب چاہے کر سکتا ہے۔ ہاں مگر ایسا نہیں کہ ایک شروع کی گئی نماز کی تحریمہ و سلام کے دوران قضاء بھی شروع کر دیں۔ (اسی طرح دیگر موانع)

ان مسائل کی تفصیل کے لئے عام کتب فقہ کی طرف رجوع کریں۔

اگر آپ یہ مسائل سمجھ گئے تو اب ہم دیوبندی فاضل سے پوچھتے ہیں کہ بتائیے جب قضاء کا اطلاق و عموم عمر بھر کے تمام لحات پر ہوتا ہے تو قضاء روزے کو ماہ رمضان میں رکھنا اور قضاء نماز کو کسی اور شروع کی گئی نماز کی تکبیر تحریمہ و تحلیل یعنی اسلام کے دوران کیوں نہیں ادا کر سکتے؟ فما جوابکم وھو جوابنا۔

تنبیہ:

کلمہ اذا کے عموم پر وارد کئے گئے جب آپ کے نقض بیت عنکبوت کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر ہوا کی نظر ہو گئے تو "اذا" کے عموم والا قاعدہ نہ ٹوٹا۔

دیوبندی فاضل اظہر الیاس اس کے بعد لکھتا ہے:

"مزید مولینا پر حیرانگی اس بات کی ہے کہ دعویٰ تو کر رہے ہیں عموماً اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ آدمی کو وقتاً فوقتاً دعا کرتے رہنا چاہئے۔ بھائی وقتاً فوقتاً دعا مانگنے کا کیا مطلب؟ جب دعویٰ عموم کا ہے تو ہمہ وقت (ہر وقت) دعا مانگنی چاہئے تا کہ کلمہ اذا کے عموم پر عمل ہو جائے اگر وقتاً فوقتاً دعا مانگیں گے تو تعمیم نہیں رہے گی۔ بلکہ تخصیص ہو جائے گی۔"

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۲۰)

جواب الجواب نمبر ۱:

اظہر صاحب کو ہمارے "وقتاً فوقتاً" سے بہت ناراضگی ہوئی اور ہم پہ شکوہ

کر ڈالا کہ ہم نے ''ہمہ وقت (ہر وقت) کیوں نہیں کہا۔ گویا اگر ہم ہمہ وقت کہہ دیتے تو یہ راضی ہو کر مان جاتے اور بعد جنازہ کے دعا مانگنا شروع کر دیتے، تو ٹھیک ہے، چشم ما روشن دل ماشاد۔

اس کے جواب میں ہم اتنا ہی کہیں گے کہ جناب اگر آپ بدعت کی سیاہ پٹی آنکھوں سے اتار کر دیکھتے تو پمفلٹ میں آپ کو ہماری یہ عبارت مل جاتی، دیکھئے ص ۲ پر لکھا ہوا ہے۔

''اس (دعا) کے جواز کا حکم ''ہمہ وقت'' باقی رہے گا جب تک
کہ کسی وقت کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو جائے۔''

جواب الجواب نمبر ۲:

اگر کسی عمومی حکم سے شرعی ممنوعات کو خاص کر لیا جائے تو عام کا عموم یک لخت ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اسے عام خص عنہ البعض کہتے ہی۔ آپ کا یہ اعتراض تو تب درست واقع ہوتا اگر ہم یہ دعویٰ کرتے کہ دعا کرنا دِن رات کی تمام ساعتوں میں بغیر کسی لمحہ کی تخصیص کے جائز ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ہم نے اس کے ساتھ ''جب تک کہ کسی وقت کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو جائے'' کی قید لگائی تھی۔

دیکھیں قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ!

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا۔

''اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو۔'' (سورۃ الاحزاب:۴۱)

اس آیت طیبہ میں رب تعالیٰ کا ذکر کرنا عمومی حکم ہے یعنی بندگان مومنین کو حکم ہے کہ تم ہمہ وقت زیادہ سے زیادہ رب کا ذکر کرو، اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ میں نہیں مانتا کہ کلمہ قرآنی ''اذکروا'' میں عموم ہے، کیونکہ بعض وقت ایسے ہوتے ہیں کہ جب ذکر خدا ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ حرام چیز

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا، یا مقامِ نجاست وغیرہ میں۔

اس کے جواب میں یہ ہی کہا جائے گا کہ ''اذکروا'' کے عام ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ زندگی کے تمام لمحات میں بلا تخصیص ما ذکر کرو بلکہ یہ مطلب ہے کہ رب تعالیٰ کا ہمہ وقت ذکر کرتے رہو جب تک کہ کسی وقت کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو جائے تو اکل حرام کے وقت بسم اللہ پڑھنا اور مقام نجاست میں ذکر اللہ کرنا بھی شرعی ممنوعات سے ہے۔

اس کے بعد مولوی اظہر مزید اعتراضا کہتا ہے:

''نیز آپ حضرات نے جاء الحق میں لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کو ہم بھی منع کرتے ہیں اور دیگر کتب مثلاً بذل الجوائز، نماز سعیدی وغیرہ میں ہے کہ نماز جنازہ کے بعد صفوں میں دعا کرنا ممنوع ہے تو جواب آیات واحادیث مبارکہ میں عموم تھا وہ تم نے کیوں ختم کیا؟؟'' (ص ۲۱۔۲۲)

جواب الجواب:

ابھی سورہ احزاب کی آیت مبارکہ میں مذکور کلمہ ''اذکروا'' کی بحث گزری کہ اس میں ذکر اللہ کا حکم عام ہے، کیا تم حضرات اکلِ حرام کے وقت بسم اللہ پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہو؟ جواب اگر ''نہ'' میں ہو تو وجہ؟

اب تم نے اس کے عموم کو کیوں ختم کر دیا؟ فما جوابکم وھو جوابنا

دیوبندی کا ضابطہ بے فائدہ:

اس کے بعد جواب نمبر ۲ کے عنوان کے تحت دیوبندی فاضل لکھتا ہے:

''حضرات محترم! ایک ضابطہ ہے کہ نصوص عامہ اور مطلقہ سے

خاص مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا...... بداية المجتهد...... میں ہے الاحتجاج بالعموم فی غیر المقصود ضعیف

......غیر مقصودی مقام میں عمومی نصوص سے استدلال کرنا ضعیف ہے۔" (بدایۃ المجتہد ج ا ص ۱۳۳)

لاینفع فیه التمسك بالاطلاقات و انما یسوغ التمسك بالا طلاقات فیما لم تکن له مادة فی خصوص المقام۔

اس مقام میں نصوص مطلقہ سے استدلال کرنا جائز نہیں نصوص مطلقہ سے استدلال کرنا وہاں جائز ہوتا ہے جہاں خصوص مادہ موجود نہ ہو۔ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی مسئلہ خاص ہے تو اس کو دلیل خاص سے ثابت کیا جائے گا مطلق دلیل سے خاص مسئلہ ثابت نہ ہوگا۔

(فیض الباری ج ا ص ۳۸۰، نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۲۱)

جواب الجواب نمبر ا:

دیو بندی فاضل نے ضابطہ بیان کیا ہے کہ "نصوص عامہ و مطلقہ سے خاص مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا" ہم چاہتے ہیں کہ اس ضابطہ کی بیخ کنی سے قبل ان عبارات استنادیہ کی خبر لیں کہ جو انہوں نے بڑے ناز سے پیش کی۔

پہلی عبارت بدایۃ المجتہد کی "والاحتجاج بالعموم فی غیر المقصو ضعیف" غیر مقصودی مقام میں عمومی نصوص سے استدلال کرنا ضعیف ہے۔ (بدیۃ المجتہد) پیش کی، مگر دیو بندی کو اس عبارت سے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ کیونکہ اس کا دعویٰ نصوص عامہ و مطلقہ سے کلّیۃ استدلال کے عدم جواز کا ہے اور عبارت نے ایسے استدلال کو ضعیف کہا نہ کہ کلیۃ ناجائز و مردود۔

دوسری بات یہ کہ دیو بندی نے مطلقاً ایسے استدلال کا انکار کیا، حالانکہ جو عبارت بطور دلیل پیش کی اس میں "فی غیر المقصود" کی قید ہے۔ جس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ مقام مقصودی میں نصوص عامہ و مطلقہ سے استدلال کرنا درست ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے جو دلائل مطلقہ ذکر کیے ان سے "دعا بعد نماز جنازہ" پر استدلال بالکل درست ہے کیونکہ یہ مقام مقام مقصودی ہے۔ اس کے غیر مقصودی کے اثبات کا بار لایتحمل ہمارے مخالف کے ذمے۔ اس تبصرے کے بعد ہمارے قارئین مولوی اظہر دیو بندی کی مفلوج ذہنیت اور نقل سے عدم فہم پر بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ذہن مفلوج، روایت کی تھکن ہے چہرے پر
محفل میں کس شان سے سخنور آئے

تیسری بات یہ ہے کہ وہ بات جو امت میں قرناً بعد قرنٍ شائع اور زائع ہو وہ کسی ایک آدھ فقیہہ وغیرہ کے ضعیف کہہ دینے سے ضعیف نہیں ہوجاتی تو نصوص عامہ و مطلقہ سے خاص مسئلہ پر استدلال کرنا بھی ہر زمانے میں امت میں رائج و معمول بہ رہا۔ کماسیأتی بایں وجہ ابن رشید مالکی کے قول کو وہ اہمیت ہی حاصل نہیں جو اظہر صاحب دینا چاہتے ہیں۔

دوسری عبارت فیض الباری کی:

لا ینفع فیه التمسك بالاطلاقات و انما یسوغ التمسك بالاطلاقات فیما لم تکن له مادة فی خصوص المقام۔

پیش کی، اس عبارت نے بھی مولوی اظہر کو کچھ فائدہ دینے کی بجائے اس کے سر پر ندامت و شرمندگی کی خاک ڈال دی۔ کیونکہ یہ بات مناظرہ و

بحث کے اصول سے ہے کہ خصم و مدمقابل کو اس کے مسلمات پیش کئے جاتے ہیں اور فیض الباری جو کہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کی تالیف ہے۔ ہمارے مسلمات سے نہیں، ہاں اگر ہماری مسلمات سے کوئی عبارت پیش کی جاتی تو پھر ہم ضرور اس پر تھوڑا غور کرتے۔

ے بڑھ گئی زینتِ میکدہ اور بھی
جب سے رندوں میں اک پارسا آ گیا

جواب الجواب نمبر ۲:

ہم پوچھتے ہیں کہ آپ نے جو شتر بے مہار کی طرح نصوص مطلقہ سے استدلال کا انکار کر دیا ذرہ ان کا کوئی مخصص تو بتایئے جو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے" کو ناجائز اور حرام بتاتا ہو؟ اگر نہیں ہے بلکہ یقیناً نہیں ہے تو "میں نہ مانوں" کی ضد کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔

جواب الجواب نمبر ۳:

یہ بات بدیہات سے ہے کہ جب کسی چیز کے جواز و استحباب کا حکم مطلق ثابت ہو تو اب اس مطلق کے ہر فرد کے لئے فرداً فرداً ثبوت قولی یا فعلی کی اصلاً حاجت نہیں ہوا کرتی کیونکہ مطلق کے تمام افراد بالیقین اس کے تحت داخل ہوتے ہیں، جب تک کہ کسی خاص کا استثناء شریعت سے ثابت نہ ہو۔ اس قانون کو خود دیابنہ کے امام اسمٰعیل دہلوی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو قتیل بالاکوٹ لکھتے ہیں:

در باب مناظرہ در تحقیق حکم صورت خاصہ کسے کہ دعوے جریان حکم مطلق در صورت خاصۂ مبحوث عنہا فی نماید ہمانست متمسک باصل کہ در اثبات دعوے خود۔ حاجت بدلیلے

ندارد و دلیل او ہماں حکم مطلق است وبس۔

(رسالہ بدعت از اسمٰعیل دہلوی)

"مناظرہ میں کسی صورت خاصہ کے ثبوت کے لئے یہ دعویٰ کہ حکم مطلق ہے اور اس کا اطلاق صورت خاصہ پر بھی ہوتا ہے، اصل کے ساتھ استدلال ہے کیونکہ اصل کے ساتھ استدلال میں دلیل کی حاجت نہیں ہوتی یہی دلیل کافی ہے کہ حکم مطلق ہے۔"

جواب الجواب نمبر ۴:

ممکن ہے کہ اتنی بڑی مسلمہ تحقیق کے بعد بھی متخصص اظہر صاحب اس بات پر بضد ہوں کہ نہیں جی مجھے ان دلائل مطلقہ وعامہ میں خاص کر بنام نماز جنازہ کے بعد دعا کا ذکر دکھاؤ تو اس کا الزامی طور پر یہ جواب ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا "اقیموا الصلوٰۃ" اے مومنو! تم نماز قائم کرو۔ یہ حکمِ نماز چونکہ عام ہے اس لئے ہر وہ شخص جو ایماندار ہے وہ اس میں داخل ہے۔ اب زید جو کہ کلمہ گو ہونے کے باوجود منکر دعا بعد از نماز جنازہ ہے سے پوچھا کہ بتا تجھ پہ نماز فرض ہے؟ لامحالہ وہ جواب "ہاں" میں دے گا، اس سے پوچھا اس کی دلیل کیا ہے؟ تو یقیناً وہ یہی کہے گا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے "اقیموا الصلوٰۃ" چونکہ میں بھی مکلف مسلمان ہوں لہٰذا اس عام حکم میں جو سب مسلمانوں کو شامل ہے۔ میں بھی شامل ہوں، مجھ پر بھی نماز فرض ہے۔ اگر اس سے یہ کہا جائے کہ اس عموم میں آپ (منکر دعا بعد از نماز جنازہ) کا ذکر نہیں ہے، آپ وہ قرآنی آیت دکھائیں جس میں خاص کر آپ کا نام لے کر نماز فرض کی گئی ہو۔ **فما جوابہ وھو جوابنا** یعنی جو اس کا جواب ہو گا وہی ہمارا جواب ہو گا۔ جب آپ کے نزدیک **اقیموا الصلوٰۃ** میں

مسلمانوں کا ہر فرد داخل ہے تو "اجیب دعوۃ الداع" (میں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی) میں "دعا بعد از نماز جنازہ" کیوں داخل نہیں؟

ے چمن میں میری تلخ نوائی گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

جواب الجواب نمبر ۵:

جواب الجواب نمبر ۱ میں ہم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ عموم و اطلاق سے استدلال کرنا ہر زمانے میں مشہور رہا یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک علماء میں مشہور رہا۔ مسلم الثبوت میں ہے، دلیل ملاحظہ ہو:

شاع وذاع احتجاجھم سلفا وخلفا بالعمومات من غیر نکیر۔

متقدمین ومتاخرین کا عمومات سے استدلال کرنا بغیر کسی انکار کے معروف اور رائج ہے۔ (فصل خامس مسئلہ للعموم صیغ)

اسی میں ہے:

العمل بالمطلق یقتضی الاطلاق۔

"مطلق پر عمل کرنا اطلاق کا تقاضا کرتا ہے۔"

(فصل المطلق مادل علی فرد منتشر)

تحریر الاصول میں ہے:

العمل بہ ان یجری فی کل ماصدق علیہ المطلق۔

"اس پر عمل کرنا یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز میں جاری ہو جس پر مطلق صادق آتا ہے۔"

اس پر مزید سند لیجئے۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الاعراف

کی آیت ۵۶ یعنی...... **ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا**...... (اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

ومعناہ ولا تفسدوا شیئا فی الارض، فیدخل فیہ المنع من افساد النفوس بالقتل و بقطع الاعضاء و افساد الاموال بالغصب والسرقۃ و وجوہ الحیل و افساد الادیان بالکفر والبدعۃ وافساد الانساب بسبب الاقدام علی الزنا واللواطۃ وسبب القذف وافساد العقول بسبب شرب المسکرات۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم زمین میں کسی قسم کا کچھ بھی فساد نہ کرو۔ پس اس ممانعت میں نفوس کو قتل اور قطع اعضاء سے فاسد کرنا اور اموال کو غصب اور چوری سے فاسد اور وجوہ حیل سے فاسد کرنا اور ادیان کو کفر اور بدعت کے ذریعے فاسد کرنا، اور انساب کو زنا اور لواطت پر اقدامات اور قذف کے سبب فاسد کرنا اور عقلوں کو نشہ آور چیزوں کے پینے کے سبب فاسد کرنا (وغیرہ سب) داخل ہیں۔

پھر تھوڑا آگے جا کر فرمایا:

واذا ثبت ھذا کان جمیع احکام اللہ تعالیٰ داخلا تحت عموم ھذہ الایۃ وجمیع ما ذکرنا من المباحث واللطائف فی تلک الایۃ موجودۃ فی ھذہ الایۃ، فتلک الایۃ دالۃ علی أن الاصل فی المنافع الحل، وھذہ الایۃ دالۃ علی أن الاصل فی جمیع المضار الحرمۃ۔

"یعنی جب یہ ثابت ہو چکا کہ تمام احکام الٰہی اس آیت کے عموم کے تحت داخل ہیں اور تمام مباحث اور لطائف جو ہم نے ذکر کئے وہ اس اس آیت میں موجود ہیں تو یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرنے والی ہے کہ منافع میں اصل حلال ہونا ہے اور آیت اس پر بھی دال ہے کہ تمام نقصان دا چیزوں میں اصل حرام ہونا ہے۔" (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۸۳)

اظہر صاحب اب بتائیے اس تحقیق نے آپ کے خود ساختہ ضابطے "نصوص عامہ اور مطلقہ سے خاص مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا۔" کی دھجیاں اڑائی کہ نہیں؟ میں نہ مانوں کی آسیب زدہ طبیعت کو افاقہ دیا کہ نہیں؟ ؎

توڑا نہیں جادو میری تکبیر نے تیرا؟
ہے تجھ میں مکر جانے کی ہمت تو مکر جا

جواب الجواب نمبر ۶:

ایک حوالہ ذرا اپنے گھر کا بھی ملاحظہ ہو!

مفتی دار العلوم دیو بند سے سوال ہوا کہ:

"عیدین میں دعا کس وقت مانگے آیا بعد نماز کے یا بعد خطبہ کے؟"

جواب: "عیدین کی نماز کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے۔ خطبہ کے بعد دعا مانگنے کا استحباب کسی روایت سے ثابت نہیں ہے اور عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنا استحساب ان ہی حدیثوں و روایات سے معلوم ہوتا ہے جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا وارد ہوا ہے اور دعا بعد الصلوٰۃ مقبول ہوتی ہے۔ حصن حصین میں وہ احادیث مذکور ہیں اور ہمارے حضرات اکابر کا یہ ہی معمول رہا ہے۔ بندہ کے نزدیک جو

علماء عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگنے کو بدعت یا غیر ثابت فرماتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ عموماً نمازوں کے بعد دعا کا استحباب ثابت ہے۔ پھر عیدین کی نمازوں کا استثناء کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج ۵ ص ۱۴۱، مطبوعہ مکتبہ العلم)

جناب متخصص صاحب آپ نے دیکھا کہ آپ کے مفتی صاحب نے عیدین کے بعد دعا کے ثبوت پر (جو کہ ایک خاص مسئلہ ہے پر) کوئی مستقل دلیل پیش نہیں کی بلکہ نصوص عامہ و مطلقہ سے استدلال کرتے ہوئے کہا:

"عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنا استحباب انہی حدیثوں و روایات سے معلوم ہے جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا وارد ہوا۔ پھر ساتھ میں یہ بھی وضاحت کر دی کہ یہ فقط میرا مؤقف ہی نہیں بلکہ ہمارے حضرات اکابر (یعنی رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی اور اشرف علی تھانوی وغیرہ سب) کا موقف و معمول رہا ہے۔"

حیرت ہے آپ دیو بندیوں پر کہ جب اپنے مطلب کی بات تھی تو نصوص عامہ و مطلقہ سے خاص مسئلہ ثابت کر لیا اور کوئی مستقل دلیل پیش کرنے کی بجائے اپنے اکابر کے عمل کو حوالہ بنا ڈالا اور اسے شریعت قرار دے دیا اگر ہم اہلسنّت ان ہی نصوص کہ جن سے نمازوں کے بعد عموماً دعا کا ثبوت ہوتا ہے سے استدلال کرتے ہوئے نماز جنازہ کے بعد دعا کو ثابت کریں تو پھر یہ دعا بدعت، حرام، ناجائز، غیر ثابت نہ جانے کیا کچھ قرار پائے۔

یہ بات آپ ہی کو زیب دیتی ہے کہ دوغلی پالیسی کا جامہ پہن کر خود ساختہ قوانین پیش کر کے جس چیز کو چاہیں شرع قرار دے دیں اور جس کو چاہیں بے

دینی و گمراہی۔

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر، وہی بات کہیں ننگ

دیوبندی فاضل کا جھوٹ اور دھوکہ دہی:

ضابطہ خودساختہ بیان کرنے کے بعد دیوبندی فاضل نے چند ایک لایعنی مثالیں پیش کیں جن کا جواب دینا ہم سوائے اپنے قیمتی وقت کے ضیاع کے کچھ نہیں سمجھتے۔

ہاں مگر جو اس کے بعد فاضل نے جھوٹ بولا اور دھوکہ دینے کی کوشش کی ہم اس کا پول ضرور کھولیں گے۔ دیوبندی لکھتا ہے۔

اب دیکھیں مولانا نے نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل دعا کے متعلق جو آیت یا احادیث مبارکہ پیش کی ہیں ان میں سرے سے اس دعا کا بالکل کوئی ذکر ہی نہیں، بلکہ مطلق دعا کا ذکر ہے۔ ہاں اگر آیت یا احادیث مبارکہ سے نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کی دعا ثابت ہوتی تو ہماری کیا مجال تھی کہ ہم قران وسنت سے ثابت شدہ مسئلے کو نہ مانتے؟

دوسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ اس آیت سے نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کی دعا ثابت ہو رہی ہے لہٰذا تم بھی دعا مانگا کرو پھر اسی طرح کسی صحابی یا تابعی یا کسی فقیہہ یا مجتہد کا اس آیت اور احادیث کے بارے میں اس دعا کے ثبوت کا کوئی قول ہو تو ہمیں بھی دکھا دو۔

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۲۲)

جواب الجواب نمبر ۱:

قارئین کرام! تھوڑی زحمت کر کے ہمارے ترتیب دیئے گئے اس باب

کا دوبارہ مطالعہ کریں اور فیصلہ کریں کہ اس دعا کا ذکر ہے کہ نہیں؟ دیوبندی کی عقل پر جتنا ماتم کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو ہمارے پیش کردہ دلائل کے اطلاق کا اعتراف کرتے ہیں اور دوسری طرف اس دعا جو کہ مطلق دعا کے افراد میں سے ایک فرد ہے کے عدم ثبوت کی تین تاکیدیں لگا کر کہتے ہیں:

(۱) جو آیت یا احادیث مبارکہ پیش کی ہیں ان میں سرے سے۔

(۲) اس دعا کا بالکل

(۳) کوئی ذکر ہی نہیں

ان حضرت کو کون سمجھائے کہ مطلق اپنے اطلاق کا تقاضا کرتا ہے یعنی اس کے تمام افراد اس کے تحت داخل ہوتے ہیں جب تک کہ شریعت سے کوئی ممانعت ثابت نہ ہو جائے۔ اس کی وضاحت کے لئے ہمارا جواب الجواب نمبر ۳، ۴، ۵اور ۶ کو دوبارہ بغور مطالعہ کریں۔

جواب الجواب نمبر ۲:

فتاویٰ دار العلوم سے ایک سوال جواب ابھی گزرا، مولوی اظہر نے اپنی عبارت میں جو جو اعتراضات ہم پر کیئے وہ ساری کی ساری عبارت پیش کر کے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ اس سوال و جواب کا کیا جواب دیتے ہو؟ ...... فما جوابك وجوابنا ...... جو تمہارا جواب ہو گا وہی ہمارا جواب ہو گا۔

کور باطنی کا اظہار:

اس کے بعد مولوی اظہر اپنی کور باطنی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

''معلوم ہوا کہ آپ گمراہ لوگ ہیں کیونکہ آپ کا موضوع کسی بھی آیت اور حدیث کے تحت کسی بھی مفسر و محدث نے نہیں

لیا تو یہ مفہوم گھڑتا، تفسیر بالرائے کے زمرے میں آتا ہے۔''

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۲۲)

جواب الجواب:

قارئین کرام! اس عبارت کو اور فتاویٰ دار العلوم کے گزرے سوال و جواب کو بطور موازنہ کر کے دیکھیں تو نتیجہ صاف سامنے ہے کہ سارے دیوبندی بمطابق اصولِ اظہر صاحب عام ہے کہ اکابر ہوں یا اصاغر گمراہ، من گھڑت مفہوم گھڑنے والے اور تفسیر بالرائے کرنے والے ہیں، کیونکہ نماز عید کے بعد دعا کے ثبوت پر مستقل طور پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں باوجود اس کے اس دعا کو ثابت کیا گیا۔ ثابت ہوا کہ مولوی اظہر نے اپنے ہی قلم سے خود کو اور اپنے سارے دیوبندیوں کو گمراہ قرار دے دیا۔

ے وہ ظالم نگاہیں خدا کی پناہ
جدھر اٹھ گئیں فیصلہ ہوگیا

دیوبندی فاضل کی آیت انشراح پر بے جا خامہ فرسائی:

اس باب میں درج آیت نمبر ۱۱ ہم نے پمفلٹ میں نقل کر کے مفسرین کے اقوال سے ثابت کیا تھا کہ نماز جنازہ کے بعد کی دعا اس آیت سے ثابت ہے مگر دیوبندی فاضل نے بے جا اس پر خامہ فرسائی کی اور یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی کہ یہ دعا اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی۔ ہم ترتیباً اس کے جواب لکھ کر ان کا رد کرتے ہیں:

دیوبندی کا پہلا جواب:

لکھتا ہے:

''پہلی بات تو یہ ہے کہ اس عبارت کا نماز جنازہ کے بعد دفن

سے قبل کی دعا کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔''

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۲۳)

جواب الجواب نمبر ۱:

تعلق تو گہرا ہے مگر دیکھنے اور سمجھنے کے لئے نور بصارت اور عقل سلیم درکار ہے، جس سے آپ محروم ہیں، ذرا کسی غیر جانبدار آدمی سے ہمارے دلائل پڑھا کر فیصلہ تو کروا دیکھئے عقدہ حل ہو جائے گا۔

مولوی اظہر پھر لکھتا ہے:

''اگر بالفرض مان لیا جائے کہ اس آیت اور حدیث سے جیسے نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کی دعا ثابت ہو رہی ہے تو اسی طرح اس آیت سے بہت ساری دوسری چیزیں بھی ثابت ہو رہی ہیں۔''

پھر اس کے بعد ان چیزوں کی نشاندہی کی جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱) نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کی دعا
(۲) رات کا قیام
(۳) تبلیغ رسالت کے بعد استغفار
(۴) فراغت جہاد کے بعد عبادت
(۵) معاملاتِ مخلوق سے فراغت کے بعد رب تعالیٰ کی عبارت۔

(خلاصہ عبارت ص ۲۴)

اس کے بعد لکھا:

''قارئین کرام! آپ کے سامنے چار مستند تفاسیر کے حوالے ذکر کئے گئے ہیں۔ جن میں حضرات مفسرین نے آیت فاذا

فرغت فانصب کی مختلف تفاسیر کی ہیں جب آیت کی تفسیر میں
کئی احتمالات ہیں تو ضابطہ...... اِذَا جَآءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ
الْاِسْتِدْلَالُ...... کے تحت مفتی صاحب کا استدلال کرنا
درست نہ ہوگا۔" (ص ۲۴،۲۵)

جواب الجواب نمبر ۲:

متخصص دیوبندی کی اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اس آیت انشراح کی تفسیر میں کئی احتمال ہیں تو ضابطہ یہ ہے کہ جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت سے نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت پر استدلال کرنا باطل ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اے متخصص صاحب آپ نے جو بڑے ناز سے یہ کہا کہ "چار مستند تفاسیر" تو ہماری پیش کردہ سات (۷) تفاسیر کیا غیر مستند تھیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا زور آور طریقے سے یہ کہنا کہ یہاں کئی احتمال ہیں لہٰذا استدلال درست نہیں، یہ آپ کے علم تفسیر سے بے خبری کی ایک روشن دلیل ہے۔ کیونکہ بطلان استدلال کے لئے وہ احتمال معتبر ہوتا ہے جہاں سب احتمالات ایک درجے کے ہوں، یعنی ادنیٰ واعلیٰ قوی وضعیف اور راجح و مرجوح یا ارجح ہونے میں سب برابر ہوں۔ جہاں تک اس آیت انشراح کے تفسیری احتمالات کا تعلق ہے تو ان سب میں راجح ہی نہیں بلکہ ارجح بھی وہی قول ہے جو ہم نے حبر الامہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے وہ جلالین سے نقل کیا تھا (پھر اس کی تائید میں چھ اور تفاسیر کے حوالے پیش کئے) اور جلالین میں وہی اقوال تفسیر یہ نقل کئے گئے ہیں جو ارجح اور مرضیہ ہیں۔ جلالین شریف کے خطبے میں ہے:

والاعتماد علی ارجح الاقوال۔

یعنی تفسیر جلالین میں فقط ارجح (سب سے زیادہ ترجیح یافتہ) اقوال پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اس پر تحشیہ کرتے ہوئے علامہ صادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای والاقتصار علی ارجح الاقوال۔

"یعنی فقط ارجح اقوال پر اقتصار کیا گیا ہے۔"

خطبے میں پھر فرمایا:

وترك التطويل بذكر اقوال غير مرضيه۔

"غیر مرضیہ اقوال کو ذکر کرنے کی تطویل کو ترک کر دیا گیا ہے۔" (تفسیر صاوی ج ۱، ص ۱۱، مکتبہ رحمانیہ)

تو جب قولِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (نماز سے فارغ ہو کر دعا میں مشقت کیجئے) ارجح ہوا اور دوسرے ارجح نہیں بلکہ یا تو راجح ہوں گے یا پھر مرجوح تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے دیگر اقوال کا تقابل وموازنہ بھی نہیں ہوسکتا، جب ان میں تقابل نہ رہا تو احتمال بھی معتبر نہ رہا، جب احتمال معتبر نہ رہا تو اس آیت انشراح سے نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت پر استدلال بھی باطل نہیں ہوگا بلکہ ہر طرح سے درست ہوگا۔

اے حضرت متخصص کاش آپ نے قلم اٹھانے سے قبل کسی سے جلالین شریف کا خطبہ پڑھ لیا ہوتا تو آپ کو یوں منہ کی نہ کھانی پڑتی۔

؎ سو پردوں میں بیٹھیں تو ہرگز چھپ نہیں سکتے
وہاں تک کر ہی لیتے ہیں رسائی دیکھنے والے

جواب الجواب نمبر ۳:

آپ کا یہ کہنا کہ یہاں احتمال آچکا لہٰذا استدلال درست نہیں، ہم مانتے

ہی نہیں کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جہاں کسی آیت کی تفسیر میں کئی اقوال آجائیں وہاں استدلال ٹھیک نہیں بلکہ اس آیت کو عام رکھ کر سارے اقوال بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ دلیل ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ آیت مذکور کی تفسیر میں کئی اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

والحمل علی العموم اولیٰ۔

یعنی آیت پاک کو اس کے عموم پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔"

(تفسیر صاوی ج ۵، ص ۲۳۸۷)

تنبیہ الغافلین:

یہ جواب الجواب فقط آپ کے دعویٰ بطلان استدلال کے رد کے لئے تھا۔ آپ یہ سوچ کر خوش نہ ہونا کہ چلیے آپ اپنے موقف پر استدلال کر لیں اور ہم اپنے موقوف پر ہمارا دندان شکن جواب وہی ہے جو پہلے دیا گیا۔

دیوبندی کا دوسرا جواب:

پھر لکھا کہ:

"دوسرا جواب یہ ہے کہ ماقبل میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ مطلق دلیل سے مخصوص مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا۔" (ص ۲۵)

جواب الجواب:

ہم نے آپ کے اس ضابطۂ خود ساختہ کی بیخ کنی کے لئے چھ (۶) جواب الجواب تحفے میں پیش کر دیئے ہیں۔ انہیں دوبارہ پڑھئے اور اپنے جگر کو پیٹئے۔

دیوبندی کا تیسرا جواب کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل نہیں:

دیوبندی فاضل نے تیسرے جواب کے طور پر اس بات پر خوب طبع

آزمائی کی کہ نماز جنازہ کو صلوٰۃ مکتوبہ (فرض نماز) پر قیاس نہیں کر سکتے، نہ اس کے تحت داخل کر سکتے ہیں۔ (خلاصۂ عبارت ص ۲۵)

پھر صفحہ ۲۶ پر لکھا:

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کے نزدیک بھی نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل نہیں اپنے خیال سے نماز جنازہ کو صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل کر کے اس کے بعد ایک اور دعا کو ثابت کرنا یہ ایک ناپسندیدہ امر ہے۔

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم)

جواب الجواب:

مولوی اظہر صاحب نے فضول میں طبع آزمائی کر ڈالی اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ کے تحت داخل نہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہی کب تھا کہ یہ بطور فرض عین کے داخل ہے۔ ہم نے تو یہ کہا تھا کہ:

"چونکہ نماز جنازہ بھی فرض کفایہ کے طور پر نماز ہے لہٰذا اس کے بعد دعا کرنا قرآن وسنت پر عمل اور قبولیت دعا کا ذریعہ ہے۔" (دیکھئے پمفلٹ ص ۴)

نماز جنازہ کے "نماز" ہونے پر دلائل:

آپ جو نظریہ قائم کئے ہوئے ہیں کہ "نماز جنازہ فقط ایک دعا ہے اور کچھ نہیں" جیسا کہ آپ نے بھی ص ۵۱ پر یہ تاثر دینے کی کوشش کی، یہ آپ کی خام خیالی اور شرع شریف پر بہتان کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ نماز جنازہ اگر ایک حیثیت سے دعا ہے تو دوسری حیثیت سے نماز بھی ہے بلکہ نماز ہونے کی حیثیت اغلب اور زیادہ راجح ہے۔ اس پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

پہلی دلیل:

ہدایہ شریف میں ہے:

فان صلّوا علی جنازة رکبانا اجزاهم فی القیاس لانها دعا و فی الاستحسان لا تجزیهم لانها صلوٰة من وجه لوجود التحریمة فلایجوز ترکه من غیر عذر احتیاطا.

"اگر لوگوں نے میت کی نماز سواریوں پر پڑھی تو قیاس کے نزدیک تو جائز ہے۔ کیونکہ وہ دعا ہے اور استحسان (راجح قیاس) یہ ہے کہ سواریوں پر نماز پڑھ لینا کفائت نہیں کرتا اس لئے کہ وہ من وجہ نماز ہے۔ کیونکہ اس میں تکبیر تحریمہ بھی تو ہے لہٰذا اس (قیام) کا چھوڑنا بلا عذر ناجائز ہے احتیاطاً۔"

(ہدایہ اولین ص ۱۹۳، مکتبہ رحمانیہ)

ہدایہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قیاس کے نزدیک نماز جنازہ محض دعا ہے اور استحسان کے نزدیک یہ نماز ہے اور اس کی اسی حیثیت کو راجح مانا جائے گا، کیونکہ اس میں دیگر نمازوں والے ارکان بھی موجود ہیں جیسے تحریمہ قیام وغیرہ۔

نماز جنازہ کے "نماز" ہونے کی حیثیت کے ارجح ہونے کی دلیل:

یاد رکھئے کہ جب قیاس اور استحسان جمع ہو جائیں تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قیاس کو استحسان پر مقدم کریں ورنہ ہمیشہ استحسان ہی قیاس پر مقدم ہوتا ہے۔

الحسامی مع النامی میں ہے:

وهذا ای ترجیح القیاس علی الاستحسان قسم

عزوجوده ای قل واما القسم الاول وهو ان یترجح الاستحسان علی القیاس فاکثر من ان یحصی۔

"اور یہ یعنی استحسان پر قیاس کی ترجیح ایسی قسم ہے جس کا وجود نہایت قلیل ہے اور قسم اول یعنی قیاس پر استحسان کو ترجیح دینا، تو اس کا وقوع گنتی میں آنے سے باہر ہے۔"

(الحسامی مع النامی ص ۲۲۰، مکتبہ علوم اسلامیہ)

اسی طرح نور الانوار کے حاشیہ میں ہے:

ثم اعلم ان هذا القیاس ای الذی یترجح علی الاستحسان بقوة اثره الباطن قلیل الوجود فانه لم یوجد الا فی سبع مسائل کذا فی التحقیق و اما القسم الاول ای تقدیم الاستحسان بقوة اثره علی القیاس فاکثر من ان یحصی۔

"پھر جان کہ یہ قیاس یعنی وہ کہ جس کو استحسان پر اپنے باطنی اثر کی قوت کی وجہ سے ترجیح ہوتی ہے، یہ قلیل الوجود ہے۔ کیونکہ اس کو ترجیح فقط سات (۷) مسائل میں ہوتی ہے، اسی طرح تحقیق میں ہے، لیکن پہلی قسم یعنی استحسان کو اس کے اثر کی قوت کی وجہ سے قیاس پر مقدم کرنا یہ اس قدر ہے کہ جس کا بیان شمار سے باہر۔" (نور الانور ص ۲۴۴، حاشیہ نمبر ۱۶، مکتبہ نعمانیہ)

حیرت ہے مولوی اظہر پر دعویٰ تو متخصص (مفتی) ہونے کا ہے مگر اصول فقہ سے بے خبری ایسی کہ قیاس کو استحسان پر بے جا ترجیح دیتے ہوئے جنازہ کی

جانب دعا کو جانب نماز پر ہی ترجیح دے ڈالی۔

دوسری دلیل:

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

واراد بالتحریمة التکبیرة الاولیٰ فانها رکن فیها، ولذلك یشرط فیها استقبال القبلة والطهارة وستر العورة وازالة النجاسة۔

"انہوں نے تحریمہ سے تکبیر اولیٰ مراد لی ہے کیونکہ وہ نماز جنازہ میں رکن ہے۔ اسی طرح اس میں استقبال قبلہ، طہارت، ستر عورت اور نجاست کا دور کرنا بھی شرط ہے۔" (بنایہ ج ۳، ص ۴۹۸، مکتبہ حقانیہ)

فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

حتیٰ اشترط لها ماسوی الوقت مما یشترط للصلوٰة فکما ان ترك التکبیر والا استقبال یمنع الاعتداد بها کذا ترك القیام۔

"حتیٰ کہ سوائے وقت کے اس کے لئے وہی شرائط ہیں جو صلوٰۃ مکتوبہ کے لئے ہوتی ہیں، بایں وجہ جیسے کہ تکبیر تحریہ اور استقبال قبلہ کو چھوڑنا (اس کو ناجائز بنا دیتا ہے) اس کو شمار سے منع کرتا ہے۔ اسی طرح قیام کو چھوڑنا ہے۔"

(ج ۲، ص ۱۳۱، مکتبہ رشیدیہ)

قارئین کرام! ان مستند فقہی عبارات سے واضح ہوا کہ سوائے وقت کے نماز جنازہ کے لئے وہی شرائط ہیں جو کہ فرض نمازوں کے لئے۔ بلکہ کچھ ارکان بھی

ہیں جیسا کہ تکبیر تحریمہ۔ اس لئے دیوبند حضرات کا اس کو محض دعا قرار دینا اور نماز کی حیثیت سے صرف نظر کرنا یہ شرع شریف پر سوائے بہتان کے اور کچھ نہیں۔

اسی طرح بدائع صنائع کی بھی ایک عبارت ملاحظہ ہو:

اما ما تصح به فکل ما یعتبر شرطا بصحة سائر الصلوٰت من الطهارة الحقیقیة والحکمیة واستقبال القبلة و ستر العورة و النیة یعتبر شرطا لصحتها، حتیٰ انهم لو صلوا علی جنازة والامام غیر طاهر فعلیهم اعادتها۔

"بہر کیف وہ کہ جس کی وجہ سے نماز جنازہ صحیح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ شرائط جو دیگر تمام نمازوں کی صحت کے لئے معتبر ہیں جیسے طہارت حقیقہ اور حکمیہ اور استقبال قبلہ اور ستر عورۃ اور نیت، نماز جنازہ کی صحت کے لئے بھی ان شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ اگر لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی درآنحالیکہ امام بے وضو تھا تو ان پر واجب ہے کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھیں۔" (بدائع صنائع ج ۲، ص ۵۴، مکتبہ رشیدیہ)

بدائع صنائع کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

انها تفسد بما تفسد به سائر الصلوات۔

"جو امور دیگر تمام نمازوں کو فاسد کر دیتے ہیں۔ وہی نماز جنازہ کو بھی فاسد کر دیتے ہیں۔" (ایضاً ص ۵۷)

ان سب عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز جنازہ ایک نماز ہے کیونکہ اس کے صحیح ہونے کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کے لئے اور جن

چیزوں سے دیگر نمازیں فاسد ہو جاتیں ہیں وہی چیزیں نماز جنازہ کو بھی فاسد کر دیتی ہیں۔ مزید برآں کہ اس کی ادائیگی کے لئے باقاعدہ طور پر مقتدی صفیں باندھتے ہیں اور امام مثل صلوٰۃ مکتوبہ کے جماعت کرواتا ہے۔ ایسے حقائق کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی اس کو نماز نہ کہے بلکہ دعائے محض جانے تو اس کی عقل کو سات سلامیں ہی پیش کی جاسکتی ہیں۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجہ جنوں
دے گا تمام عقل کے بخیے ادھیڑ تو

تیسری دلیل:

آج تک ہر محدث وفقیہہ نے نماز جنازہ کو ''کتاب الصلوٰۃ'' کے اندر ذکر کیا۔ اگر بقول مخالفین نماز جنازہ محض ایک دعا ہی ہوتی تو فقہاء و محدثین اسے کتاب الصلوٰۃ کی بجائے کتاب الدعوات میں ذکر کرتے، مگر ایسا نہیں۔ سنداً ایک حوالہ مخالف کے گھر کا بھی لیجئے دیوبندیوں کا مستند ومعتبر فتاویٰ، ''فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' میں بھی جب نماز جنازہ کے مسائل کو بیان کیا گیا تو عنوان یہ قائم کیا گیا ''فصل خامس نماز جنازہ''۔ (ج ۵ ص ۱۷۷)

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ فقط دعا ہی تھی تو کم از کم آپ تو اس کا عنوان ''دعا جنازہ'' قائم کر کے کتاب الدعوات میں ذکر کرتے!

پتہ چلا کہ تمہارا قول تمہارے فعل کے مخالف ہے، جو تمہارے جھوٹے ہونے کی دلیل بین ہے۔

منکرین سے ایک اہم سوال:

منکرین جو کہ نماز جنازہ کے محض دعا للمیت ہونے کے قائل ہیں اور

اس کی حیثیت نماز کو ارجح واغلب تسلیم نہیں کرتے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر کچھ لوگ بوقت ادائیگی نماز جنازہ پیشاب کر کے آئیں اور بے استنجاء و بے وضو و بے تیمم جنازہ میں مل جائیں اور امام قبلہ کو پشت کر کے بیٹھ جائے اور مقتدیوں میں سے کچھ اس کے برابر لیٹ جائیں یا بیٹھ جائیں، کچھ سواریوں پر ہوں کچھ کے منہ مشرق کی طرف، کچھ کے شمال کی طرف اور کچھ کے جنوب کی طرف مختلف جہتوں میں خلاف قبلہ ہوں اور امام اردو زبان میں کہے: اے ہمارے رب! تو اس کی بخشش فرما دے اور سارے مقتدی انگریزی میں کہیں، امین۔

تو بتائیں کہ جنازہ پڑھا گیا یا نہیں؟؟؟

جواب اگر ''ہاں'' میں ہو تو یقیناً کذب، شرع شریف پر افترا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چیلنج ہو گا جو کہ گمراہی و بے دینی ہے۔

اور اگر جواب ''نہیں'' میں ہو تو ہمارا مؤقف ثابت کہ نماز جنازہ محض دعا نہیں بلکہ نماز ہے اگرچہ فرض کفایہ۔

آیت انشراح سے ''ثبوت دعا بعد از نماز جنازہ'' پر فیصلہ کن دلیل:

قارئین کرام! ہم نے آیت انشراح سے نماز جنازہ کے بعد قبل دفن کے ثبوت کے طور پر یہ مؤقف اختیار کیا تھا چونکہ نماز جنازہ بھی فرض کفایہ کے طور پر نماز ہے لہٰذا اس کے بعد دعا کرنا قرآن وسنت پر عمل اور قبولیت دعا کا ذریعہ ہے مگر دیوبندی متخصص نے اس بات کا شدید انکار کیا کہ یہ نماز ہو اور صلوٰۃ مکتوبہ کے تحت داخل ہو، لیکن آپ نے دیکھا کہ ہم نے رب تعالیٰ کی توفیق سے نہ صرف اس کے دعویٰ بے بنیاد کا قلع قمع کیا بلکہ اپنے مؤقف کی تائید وتاکید پر دندان شکن دلائل بھی قائم کئے۔ اب ایک اور فیصلہ کن دلیل ملاحظہ ہو۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی آیت انشراح ''فاذا فرغت فانصب''

کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

قال ابن عباس وقتادة وضحاك و مقاتل و كلبي اذا فرغت من الصلوٰة المكتوبة او مطلق الصلوٰة فانصب الی ربك فی الدعا۔

حضرت ابن عباس قتادہ وضحاک ومقاتل اور کلبی رضی اللہ عنہم مفسرین فرماتے ہیں کہ جب تو فرض نماز یا مطلق نماز سے فارغ ہو تو اپنے رب کی طرف دعا کے ذریعے رغبت کر۔"

(تفسیر مظہری ج ۷، ص ۴۳۳، مکتبہ رشیدیہ)

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ قاضی صاحب کی اس تفسیر "او مطلق الصلوٰة" نے تو فیصلہ ہی کر دیا اور ہمارا مدعا و مقصود روز امس کی طرح منور و تاباں کر دیا۔ کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ مطلقاً کسی بھی نماز سے فارغ ہو عام ہے کہ پنجگانہ ہو یا عیدین ہوں یا تہجد ہو یا نماز جنازہ وغیرہ۔ اپنے رب کی بارگاہ میں دعا مانگو۔

حضرات منکرین کا اگر اس بات میں ابھی بھی کچھ شبہ ہو کہ جنازہ پر نماز کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس کو نماز کا نام نہیں دیتے تو اولاً جنازہ کو "نماز جنازہ" ہرگز ہرگز نہ لکھا کریں اور نہ کہا کریں فقط "دعائے جنازہ" لکھا پڑھا کریں۔

ثانیاً یہ تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ تم خود بھی نماز جنازہ پر نماز کے نام کے اطلاق کے قائل ہو۔ ملاحظہ ہو۔

زکریا کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

سمّی صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنازة صلوٰة فی نحو قوله صلوا علی صاحبكم۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کا نام "نماز" رکھا ہے۔ جیسا کہ

آپ کے اس فرمان میں! تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔"

(اوجز المسالک ج ۲، ص ۴۶۶، بحوالہ دعا بعد نماز جنازہ کا تحقیقی ثبوت)

یوسف بنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

فالائمة الاربعة اتفقوا علی اشراط الوضوء لها (ای لصلوٰة الجنازة و سجدة التلاوة) لاطلاق الصلوٰة علی صلوٰة الجنازة فی كثير من الاحاديث والاثار۔

"احادیث کثیرہ میں نماز جنازہ پر "الصلوٰة"، یعنی نماز کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس لئے چاروں ائمہ کرام نماز جنازہ کے لئے وضو شرط قرار دیتے ہیں۔"

(معارف السنن ج ۱ ص ۳۱، بحوالہ سابق ص ۲۶۹)

اظہر صاحب! ذرا اپنے گھر کے یہ دونوں حوالا جات کو غور سے پڑھیں پھر ان کو قاضی صاحب کی بیان کردہ تفسیر "او مطلق الصلوٰة" کے ساتھ جوڑ کر دیکھیں تو کیا یہ صاف نتیجہ نہیں نکلتا کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے اور پھر نماز کے بعد دعا کرنا قرآن سے ثابت تو نماز جنازہ کے بعد بھی دعا کرنا قرآن سے ثابت ہے۔

؎ نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوا تم ہوتے

مولوی اظہر دیوبندی کی دھوکہ دہی کی ناکام کوشش:

مولوی اظہر نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۷ پر ایک عنوان قائم کیا کہ "کچھ باتیں انکے اپنے گھر کی" پھر اس کے تحت لکھا:

"مولانا صاحب کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب

بریلوی، فاذا فرغت فانصب کی تفسیر کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ جلد آٹھ ص ۵۱۷ پر فرماتے ہیں کہ" یہ آیت مبارکہ نماز جنازہ کے علاوہ ہر نماز فرض وواجب نافلہ کو شامل ہے"۔ جن میں نماز عیدین بھی داخل ہیں"۔

جواب الجواب نمبرا:

اس کو کہتے ہیں علمی خیانت اور دھوکہ دہی اور بہتان تراشی کی انتہاء۔ کیونکہ فتاویٰ رضویہ کی ج ۸ کے ص ۵۱۷ پر عبارت اس طرح ہے ہی نہیں، بلکہ یوں ہے!

"ظاہر ہے کہ نماز ذاتِ رکوع وسجود، نماز جنازہ کے سوا ہر نماز فرض وواجب ونافلہ کو شامل جن میں نماز عیدین بھی داخل"۔

یہ کمال حضرات دیوبند کو ہی زیب دیتا ہے کہ اپنے مطلب کو پورا کرنے کے لئے عبارات کو توڑ مڑور کر، من گھڑت عبارات تیار کر کے بزرگوں کی طرف منسوب کردیں تاکہ قوم کو دھوکہ دے سکیں۔ ہم مولوی اظہر سمیت ساری دنیاء دیوبندیت کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر تم یہ الفاظ کہ" یہ آیت مبارکہ نماز جنازہ کے علاوہ" (جس طرح کہ مولوی اظہر نے یہ جملہ تیار کر کے اپنی کتاب میں لکھ کر اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کردیا) فتاویٰ رضویہ شریف کی ج ۸ ص ۵۱۷ پر دکھا دو تو پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) روپے انعام آپ کا حق۔ اور اگر نہ دکھا سکو، بلکہ صبح قیامت تک نہ دکھا سکو گے کیونکہ اس طرح میں ہی نہیں، تو ہم بس آپ سے یہی تقاضا کرتے ہیں کہ خدارا" میں نہ مانوں" کی ضد چھوڑ دو اور قرآن وسنت پر عمل پیرا ہو کر نماز جنازہ کے بعد قبل دفن دعا مانگنے کے قائل اور عامل بن جاؤ۔

اتنی کاوش تو نہ کر میری اسیری کے لئے
تو کہیں میرا ہی گرفتار نہ سمجھا جائے

جواب الجواب نمبر ۲:

یاد رہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو اپنی اس عبارت میں نماز جنازہ کا استثناء فرما رہے ہے وہ آیت پاک سے نہیں جیسا کہ دیوبندی فاضل نے سمجھ لیا بلکہ اسی صفحہ (۵۱۷) کے آغاز میں مذکور عبارت "والصلوٰۃ ای ذات الرکوع والسجود" یعنی رکوع وسجود والی نماز سے استثناء کیا جا رہا ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جب دعا بعد جنازہ کے ثبوت پر دیگر دلائل قائم کئے تو اس آیت کو بھی دلیل بنایا ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

خود اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

"جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کے ساتھ راغب ہو"۔

جلالین میں ہے:

فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب اتعب فی الدعاء والی ربك فارغب تضرع.

"جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کے ساتھ راغب ہو"۔

بالجملہ دعائے مذکور کے جواز میں شک نہیں، ہاں دفعِ احتمال زیادت کو نقص صفوف کرلیں اسی قدر کافی ہے کہ اس کے بعد احتمال زیادت کا اصلا محل نہیں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف ج ۹، ص ۲۳۲)

جواب الجواب نمبر ۳:

اس کے باوجود اگر کسی کو ضد ہو کہ نہیں جی اس عبارت میں مذکور الفاظ

"ذات الرکوع والسجوذ" بتاتے ہیں کہ نماز جنازہ کے لئے آیت انشراح سے استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ "**ذات الرکوع والسجود**" کی قید نماز جنازہ کو خارج کررہی ہے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ اس کلمہ "**الصلوٰۃ**" سے مراد وہ نہیں جو تفسیر جلالین کی عبارت میں مذکور ہے، بلکہ اُس حدیث سے ماخوذ ہے کہ جس میں پوچھا گیا کہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے تو فرمایا گیا، جوف اللیل الاخر ودبر الصلوٰت المکتوبات۔

اس پر دلیل اعلیٰ حضرت کی اپنی عبارت ہے ملاحظہ فرمائیں کہ صفحہ ۵۱۶ پر باستناف فرماتے ہیں:

"یونہی احادیث سے بھی ادبارِ صلوٰۃ کا مطلقاً محل دعا ہونا مستفاد، ولہٰذا علماء بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد دعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں۔"

امام شمس الدین محمد ابن الجزری حصن حصین اور مولانا علی قاری اس کی شرح حرز ثمین میں فرماتے ہیں:

والصلوٰۃ ای ذات الرکوع والسجود...الخ

(فتاویٰ رضویہ ج۸، ص۵۱۷،۵۱۶)

بحمد اللہ! ثابت ہوچکا کہ نماز جنازہ کا استثناء آیت انشراح سے نہیں بلکہ حدیث ادبار الصلوٰۃ کی توضیح "ذات الرکوع والسجوذ" سے ہے۔

جواب الجواب نمبر ۴:

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ چلیں ہم نے مانا کہ استثناء صلوٰۃ ذاتِ رکوع وسجود سے ہے تو تب بھی نماز جنازہ کے لئے اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ وہ تو خارج ہوچکی۔

تو اس کا جواب یہ کہ ذات الرکوع والسجود کی قید فقط فرض نمازوں کی افضلیت کے لئے ہے ورنہ ایسا نہیں کہ ان کے سوا نمازوں کے بعد دعا کرنا محل دعا نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"لاجرم جبکہ حصن حصین میں اس حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ کی طرف برمز ترمذی ونسائی نے اشارہ کیا کہ..... **قلنا یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوٰت المکتوبات** ...... (ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے، فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد)۔

مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں لکھا:

دبر الصلوٰت المکتوبات ای عقیب الصلوٰت المفروضات والتقیید بھا لکونھا افضل الحالات فھی ارجی لاجابۃ الدعوات۔

دبر الصلوٰت المکتوبات ...... کے یہ معنی ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد اور ان کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ سب حالتوں سے افضل ہیں تو ان میں امید اجابت زیادہ ہے۔

دیکھو صاف صریح ہے کہ نماز کے بعد محلیت دعا کچھ فرضوں ہی سے خاص نہیں بلکہ ان میں بوجہ افضلیت زیادہ خصوصیت ہے

اور سائلین نے خود یہی پوچھا تھا کہ سب میں زیادہ کون سی
دعا مقبول ہے لہٰذا ان کی تقید فرمائی گئی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۵۲۰)

تو جب تخصیص فرائض باطل ہو چکی تو اخراج نماز جنازہ پر کوئی دلیل
نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آیت انشراح سے نماز جنازہ کے بعد قبلِ دفن پر استدلال
کرنا بالکل صحیح ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْد

باب سوم:

نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت احادیث سے

ان شاء اللہ العزیز ہم اس باب میں پہلے وہ احادیث مبارکہ ذکر کریں
گے جن میں عموماً اور مطلقاً ہر وقت اور ہر نماز کے بعد دعا کی اجازت اور ترغیب دی
گئی ہے جن کے تحت نماز جنازہ بھی داخل ہے اور بعدہ وہ احادیث درج کی
جائیں گی جن میں صراحت کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا ثابت ہوتا ہے۔
پھر آخر میں مولوی اظہر دیوبندی کی ان غلط تعبیرات کی نشاندہی کرتے ہوئے رد
بلیغ بھی کریں گے جو انہوں نے ہمارے پمفلٹ میں درج احادیث مبارکہ کے
بارے میں اظہار کیں۔ وما توفیقی الا باللہ

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ:

**ایّ الدعاء اسمع؟ قال جوف اللیل الاخر و دبرا
الصلوٰت المکتوبات۔**

''کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا جو اخیر شب
کے درمیان ہو اور فرض نمازوں کے بعد ہو۔''

(ترمذی شریف ج ۲، ص ۱۸۸)

الصلوٰت صلوٰۃ کی جمع ہے جس کا معنی ہے نماز اور المکتوبات مکتوبہ کی جمع
ہے جس کا معنی ہے فرض ہے۔ چونکہ نماز جنازہ بھی ''نماز فرض کفایہ'' ہے لہٰذا
حدیث کی رو سے اس کے بعد دعا کرنا بھی دعائے ''اسمع'' (زیادہ قبول ہونے
والی) کے زمرے میں آئے گا۔

صاحب قرآن ﷺ فرماتے ہیں:

فلیکثر الدعاء۔

"پس کثرت سے دعا مانگا کرو۔" (ترمذی شریف ج۲، ص ۱۷۴)

حدیث نے کثرت سے دعا کا حکم دیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کثرت میں بعد جنازہ قبل دفن کا وقت بھی داخل ہے۔

حدیث نمبر ۳:

حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا:

لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلك مع الدعا احد۔

"دعا میں سستی و کمی نہ کرو کیونکہ دعا کرنے کی وجہ سے کوئی مرنہیں جاتا۔" (مستدرک ج۲، ص ۱۶۴)

دیکھیں حدیث مبارکہ میں دعا سے سستی کرنے سے بھی نہی فرمائی گئی تو جو بندہ دعاء سے انکار ہی کردے بھلا وہ نگاہِ نبوت میں کیسے راہِ راست پر ہوسکتا ہے۔ پھر منکرین تو نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے یوں گھبراتے اور منع کرتے ہیں جیسے یہ دعا نہ ہوئی گویا زہر کا پیالہ ہوا کہ جو بھی دعا کرے گا دعا کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا حالانکہ محبوب ﷺ نے بالصراحت فرمادیا کہ دعا کرنے سے سستی نہ کرو (اور نہ ہی انکار) کیونکہ دعا کرنے کی وجہ سے کسی کی ہلاکت نہیں ہوجاتی۔

حدیث نمبر ۴:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

من لم یدع اللہ سبحانہ غضب علیہ۔

"جو بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔" (ابن ماجہ ص ۳۷۱ ترمذی ۲، ص ۱۷۳)

اے حضرات منکرین اس حدیث مبارکہ کو غور سے پڑھیں اور عبرت حاصل کریں کہ جو بندہ رب سے نہ مانگے رب اس سے ناراض ہو جاتا ہے تو جو سرے دعا کا انکار ہی کردے رب تعالیٰ اس سے کیسے راضی ہوگا؟

حدیث نمبر ۵:

عن جابر بن عبد اللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الا ادلکم علی ماینجیکم من عدوّکم و یدرّلکم ارزاقکم؟ تدعون اللہ فی لیلکم و نہارکم، فان الدعا سلاح المؤمن۔

"حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! کیا میں تمہاری ایسی چیز پر رہنمائی نہ کروں جو تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دے اور تمہارے رزقوں میں اضافہ کرے؟ تم رات دن اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔"

(مسند ابو یعلی ص ۶۱۹، رقم الحدیث ۱۸۱۱)

فرمان نبوی "تدعون اللہ فی لیلکم و نہارکم" نے کس قدر وضاحت فرمادی کہ بندہ مومن کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کی ہر ہر رات اور ہر ہر دن کی ہر ہر گھڑی میں دعا کرتا رہے جب تک کہ کوشرعی ممانعت نہ ہو۔ تو نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا لامحالہ لیل ونہار کے عموم میں داخل ہوگا۔

حدیث نمبر ۶:

طبرانی معجم کبیر میں ہے کہ حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں:

ان لربکم فی ایاکم دھرکم نفحات فتعرضوا لھا

لعل ان یصیبکم نفحة منها فلا تشقون بعدها ابدا۔

''یعنی تمہارے رب کے لئے زمانے کے دنوں میں کچھ عطائیں رحمتیں، تجلیاں ہیں تو ان کو تلاش کرو (یعنی کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر وقت دعا مانگتے رہو۔ تمہیں کیا معلوم کس وقت رحمت الٰہی کے خزانے کھولے جائیں) شاید کوئی تجلی تمہیں بھی پہنچ جائے کہ پھر کبھی بدبختی نہ آئے۔''

سبحان اللہ اس حدیث کے عموم نے خصوصاً کلمات طیبات...... فتعرضوالها...... آہ نے تو فیصلہ ہی فرما دیا۔ اب ایسے مژدہ جانفزاء کے بعد کون بدنصیب ہے جو ہمہ وقت رب سے دعا نہیں مانگے گا۔ عام ازیں نماز جنازہ کے بعد یا کوئی اور گھڑی۔

حدیث نمبر ۷:

طبرانی کتاب الدعا ابن عدی کامل، امام ترمذی نوادر اور بیہقی شعب الایمان میں بعد ابوالشیخ وقضاعی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سرعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یحب الملحنین فی الدعاء۔

''بے شک اللہ تعالیٰ بکثرت و بار بار دعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

حدیث نمبر ۸:

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے الاذکار میں بعنوان ہذا ایک باب قائم کیا:

باب الدعاء فی جمیع ساعات اللیل کله رجاء ان یصارف ساعة الاجابة۔

''رات کی سب گھڑیوں میں دعا کرنے کا باب اس امید پر کہ دعا کرنے والا قبولیت کی گھڑی کو پا سکے۔''

پھر اس کے تحت یہ حدیث مبارکہ لے کر آئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان فی اللیل لساعة لا یوافقها رجل مسلم یسأل اللہ تعالیٰ خیرا من امر الدنیا والاٰخرة الا اعطاه اللہ ایاه، وذلك كل ليلة۔

''یقیناً رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ کوئی مسلمان مرد اس کی موافقت نہیں کرتا (بایں طور کہ وہ) اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کی کوئی بھلائی مانگے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو وہ بھلائی عطا فرماتا ہے۔ اور یہ انعام وہ گھڑی ہر رات ہوتی ہے۔''

(الاذکار ص ۱۰۸، رقم الحدیث ۲۶۹)

امام نووی کے الفاظ فی جمیع ساعات اللیل کله کا لطف دیکھئے ''جمیع'' میں اپنی جگہ عموم پھر ''ساعات'' کا اپنے جمع ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ عموم پھر اس پر ''کُلُّہٗ'' کے ذریعے مزید عموم کی تاکید، پھر مضمون حدیث سبحان اللہ ثابت ہوا کہ بندہ مومن کو رات کی ہر ہر گھڑی میں دعا کرنی چاہئے تو دنیا میں کتنے جنازے ہیں جو رات میں پڑھے جاتے ہیں، اپنے دل سے فتویٰ لے بتائیے کہ اس نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا اس حدیث کا مصداق ہے یا نہیں؟

حدیث نمبر ۹:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان ربکم حیی کریم یستحی من عبده اذا رفع یدیه ان یردهما صفرا۔

"بے شک تمہارا رب حیا فرمانے والا کریم ہے، حیا فرماتا ہے
اپنے بندے سے جس وقت وہ اس کی بارگاہ میں دعا کے
لئے ہاتھ اٹھائے کہ انہیں خالی پھیر دے۔"

(ترمذی، ابوداود، بیہقی، مشکوٰۃ ص ۱۹۵)

اللہ اکبر! قارئین غور فرمائیے ہمارا رب کس قدر کرم فرما ہے کہ اس کی رحمت گوارہ نہیں کرتی کہ کوئی دعا کے لئے اس کی جناب میں ہاتھ اٹھائے اور وہ عطا نہ کرے۔ چونکہ نماز جنازہ کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے۔ لہٰذا رحمت رب پر یقین کامل ہے کہ وہ اب بھی مایوس نہیں فرمائے گا۔

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فتح له منكم باب الدعا فتحت له ابواب الرحمة۔

"تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لئے
رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔"

(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۱۹۵)

دعا مانگنا گویا اپنے لئے رحمت کے دروازے کھلوانا ہے تو گویا نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا اس بات کی عکاسی ہے کہ دعا کرنے والے حاضر میت اور اپنے لئے رحمت کے باب کھلوانے کے خواہاں ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الدعاء مخ العبادة۔

"دعا عبادت کا مغز ہے۔" (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۱۹۴)

حدیث مبارکہ نے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے، جب ایسا ہے تو نماز جنازہ کے بعد تو اس کی اور اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۲:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ليس شئ اكرم على الله من الدعاء۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز محترم نہیں۔"

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۱۹۴)

جب دعا کرنا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اتنا عزیز و محترم ہے تو دعا سے ہرگز سستی نہیں کرنی چاہئے ضرور مانگتے رہنا چاہئے۔ چاہے جنازے سے قبل ہو یا اس کے بعد۔

حدیث نمبر ۱۳:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سلوا الله من فضله فان الله يحب ان يسئل۔

"رب تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ پسند
فرماتا ہے کہ اس سے مانگا جائے۔" (ترمذی، مشکوٰۃ، ص ۱۹۵)

اللہ تعالیٰ سے فضل مانگنے کا حکم دیا گیا ہے تو نماز جنازہ کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے فصل مانگ کر گویا اللہ کے فضل کا سوال ہوتا ہے گویا نمازی یوں گویا ہوتے ہیں:

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں ورگے منہ کالے

حدیث نمبر ۱۴:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من لم یسئل اللہ یغضب علیه.

"جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔" (رواہ الترمذی، مشکوۃ ص ۱۹۵)

منکرین دعا بعد جنازہ اس فرمان نبوی کو بار بار پڑھیں اور عبرت حاصل کریں، کیونکہ یہاں تو فقط نہ مانگنے والے سے رب کی ناراضگی ہے تو جو دفعۃً انکار ہی کر دے نہ بس انکار بلکہ دوسروں کو بھی منع کرے اس کا کیا حال ہوگا؟"

حدیث نمبر ۱۵:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انّ اسرع الدعاء اجابة دعوة غائب لغائب.

"بے شک سب سے جلدی وہ دعا قبول ہوتی ہے جو غائب غائب کے لئے مانگتا ہے۔ (رواہ ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ ایضا)

قارئین! غور فرمائیں کہ شارع علیہ السلام نے کیا خوب مژدہ جانفزاء سنایا کہ سب سے جلدی وہ دعا قبول ہوتی ہے جو ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے لئے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے۔ یقیناً نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بھی "ان اسرع الدعاء اجابة" کے مژدہ جاں پرور کے تحت داخل، کیونکہ اب بھی یہ دعا:

اللّٰھم اغفرلی حینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا.

"اے اللہ! تو ہمارے زندوں اور فوت شدگان، حاضرین و

غائبین سب کی مغفرت فرمادے۔"

یا اس طرح کی اور دعائیں کی جاتیں ہیں۔

حدیث نمبر ۱۶:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا یرد القدر الا الدعاء.

"تقدیر کو دعا بدل دیتی ہے۔"

(شرح السنۃ، مشکل الاثار، صحیح ابن حبان، مستدرک ج ۲، ص ۱۶۳)

جب دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے تو پھر نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے نہ جانے اللہ تعالیٰ کتنوں کی تقدیر سوار دے۔"

حدیث نمبر ۱۷:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل، فعلیکم عباد الله الدعاء.

"جو بلا اتر چکی اور جو ابھی نہ اتری دعا سب سے نفع دیتی ہے تو اے اللہ کے بندو دعا ضرور کرتے رہا کرو۔"

(مستدرک ج ۲، ص ۱۶۳)

دعا سے جب ہر طرح کی مصیبت ٹل سکتی ہے تو بھلا نماز جنازہ کے بعد کیونکہ نہ کی جائے جب کہ مرنے والے کے لئے قبر میں امتحان بھی ہونے والا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ:

من استغفر للمؤمنین والمؤمنات کتب الله

بکل مؤمن و مؤمنة حسنة۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مسلمان مرد و عورت کے بدلے ایک نیکی لکھے گا۔"

(جامع صغیر ج ۲، ص ۵۱۳، رقم الحدیث ۸۴۱۹)

نماز جنازہ کے بعد بھی سب مسلمانوں خصوصاً حاضر میت کے لئے دعا کی جاتی ہے تو یہ دعا جہاں مرنے والے کو مفید ہے یقیناً دعا کرنے والوں کے لئے ذخیرہ حسنات کا سبب ہے۔

حدیث نمبر ۱۹:

حضرت حبیب بن سلمہ فہدی رضی اللہ عنہ جو خود بھی مستجاب الدعوت تھے ان سے رایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لا یجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمّن بعضهم الا اجابهم الله۔

"نہیں جمع ہوتا کوئی گروہ کہ بعض ان میں سے دعا مانگیں اور دوسرے آمین کہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔" (ترغیب وترہیب ج ۱، ص ۱۹۶)

دیکھا آپ نے اجتماعی دعا مانگنے کی کیسی فضیلت سنائی گئی، نماز جنازہ میں بھی چونکہ عظیم اجتماع ہوتا ہے لہٰذا حدیث کی رو سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ کے بعد بھی دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا اس پہ عمل کرنا گویا حدیث کا مصداق بننا ہے۔

حدیث نمبر ۲۰:

حافظ ابو القاسم سلیمان احمد طبرانی متوفی ۳۴۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن سلمان قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما رفع قوم اکفهم الی الله عزوجل یسئلونه شیئا الا کان حقا علی الله ان یضع فی ایدیهم الذی یسئلونه۔

"حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم اللہ عزوجل کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ جو مانگ رہے ہیں وہ ان کے ہاتھوں میں دے یعنی عطا فرمائے۔" (المعجم الکبیر طبرانی ج ۶، ص ۲۵۴)

حدیث نمبر ۲۱:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا دعا العبد فرفع یدیه فسئل قال الله انی لاستحی من عبدی ان ارده۔

"جب کوئی بندہ دعا کرتا ہے اور اپنے ہاتھ کو اٹھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک میں اپنے اس بندے سے حیا کرتا ہوں کہ میں اس کی دعا کو رد کروں۔"

(فض الوعا از علامہ سیوطی ص ۴۹، رقم الحدیث ۹)

حدیث نمبر ۲۲:

امام طبرانی کبیر میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے وہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ:

من صلی صلوٰة فریضة فله دعوة مستجابة۔

''جس نے فرض نماز ادا کی اس کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے۔'' (بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج۹،ص ۲۳۱)

لفظ ''صلوٰۃ'' فریضہ سے مل کر ''صلی'' کا مفعول مطلق ہے، جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ بندہ مومن کوئی بھی فرض نماز ادا کرے اس کے بعد اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ چونکہ نماز جنازہ بھی فرض کفایہ کے طور پر نماز ہے بایں وجہ یہ بھی حدیث مذکور کے تحت داخل ہوگی۔

حدیث نمبر ۲۳:

امام بیہقی شعب الایمان میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

لقد بارك لرجل فی حاجة اكثر الدعاء.

''بے شک اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی آدمی کی اس حاجت میں جس میں وہ دعا کی کثرت کرے۔'' (بحوالہ مذکور ص ۲۴۱)

دعائے بعد جنازہ بھی اس کثرت کا ایک فرد ہے، لہٰذا حصول برکت کے لئے اس میں قطعاً تغافل نہیں برتنا چاہئے۔:

حدیث نمبر ۲۴:

امام بیہقی شعب الایمان، باب فی الصیام میں روایت کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الم ترا الی العمال یعملون فاذا فرغوا من اعمالهم وفوا اجورهم.

''کیا تو نے نہ دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں، جب اپنے عمل

سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں۔''

(بحوالہ مذکور ج ۸، ص ۵۱۷)

حدیث نمبر ۲۵:

فرمایا:

العامل انما یوفی اجره اذا قضی عمله.

''عامل کو اسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل تمام کر لیتا ہے۔ اس کو امام احمد، بزار، بیہقی اور ابوالشیخ نے ثواب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔''

(بمرجع سابق ص ۵۱۸)

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ عمل کرنے کے فوراً بعد اجر دیا جاتا ہے تو نماز جنازہ کے عمل صالح ہونے کا انکار تو منکرین کو بھی نہیں۔ جب یہ بھی عمل صالح ہوا تو اس کے بعد بھی دعا کرنا باعث اجر و ثواب ہے نہ کہ باعث عتاب۔

حدیث نمبر ۲۶:

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

صلوا علی واجتهدوا فی الدعاء.

''مجھ پر درود پڑھو اور دعا میں کوشش کرو۔''

(نسائی شریف ج ۱، ص ۱۹۰، قدیمی کتب خانہ)

اس حدیث میں بھی دعا مانگنے کو کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا، جنازہ سے پہلے مانگو یا بعد میں۔

حدیث نمبر ۲۷:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کوفرماتے ہوئے سنا کہ:

قال اللہ: یا ابن آدم انك ما دعوتنی ورجوتنی غفرت لك علی ما كان منك ولا ابالی۔

''رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے فرزند آدم! تو جب تک مجھ سے دعا مانگتا رہے گا اور مجھ پہ امید قائم رکھے گا، تیرے کیسے ہی گناہ کیوں نہ ہوں میں بخشتا رہوں گا اور مجھے کچھ روا نہیں۔''

(ترمذی، ترغیب وترہیب ج ۲، ص ۳۰۸)

جو لوگ تو اپنے گناہوں کی معافی اور (حاضر میت کی بخشش کے خواستگار ہوتے ہیں وہ تو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کے قائل ہیں وہ تو مانگتے ہیں اور انشاء اللہ مانگتے رہیں گے، جن کو پروا نہ مغفرت کی نہیں ضرورت نہ مانگیں جائیں بھاڑ میں۔ مگر اس فرمان ربی کو ذہن میں رکھیں ''ولا ابالی'' مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

حدیث نمبر ۲۸:

ایک اور حدیث قدسی میں ہے:

انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا دعانی۔

''رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے۔'' (ایضا ص ۳۱۳)

حدیث میں مذکور کلمہ ''اذا'' اپنی تعمیم واطلاق سے اس بات کا متقاضی ہے کہ تم جس وقت بھی دعا کرو رب کی رحمت وقبولیت تمہارے ساتھ ہے تو پھر بعد جنازہ کی دعا اس میں کیونکر نہ داخل ہوگی۔

حدیث نمبر ۲۹:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلث اشياء من صدقة جارية اوعلم ينتفع به او ولد صالح يدعوله۔

''انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے۔ سوائے تین اشیاء کے صدقہ جاریہ وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو، یا نیک بیٹا جو اس کے لئے دعا کرے۔''

(ابوداؤد ج ۲، ص ۵۰، مکتبہ رحمانیہ)

اے گروہ منکرین! بتایئے کہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کا وقت ''اذا مات الانسان'' کے تحت داخل ہے کہ نہیں؟

پھر مرنے والا اگر استاد، پیر ومرشد یا باپ ہو تو ''اویدعوله'' کے زمرے میں آتا ہے کہ نہیں؟ جواب اگر ''نہیں'' میں ہو تو دلیل پیش کیجئے اور اگر ''ہاں'' میں ہو تو ضد چھوڑیئے۔ آپ بھی یہ دعا مانگنا شروع کردیئے۔

حدیث نمبر ۳۰:

عن ام سلمة رضی اللہ عنها قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا حضرتم المیت فقولو اسبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام علی المرسلين والحمد لله رب العالمين۔ (ص، س والمروزی) حرف المیم ذکر الموت کنز العمال جلد ۱۵، ص ۵۶۱ طبع حلب علامہ علاء الدین حضرمی۔

"ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تم جس وقت بھی میت کے پاس پہنچو تو کہو اے رب تو پاک
عزت والا ہے اس سے جو وہ (کفار) کہتے ہیں اور رسولوں
پر سلام ہے اور اللہ رب العالمین کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔"

تبصرہ:

محقق ابن محقق حضرت علامہ قاری طیب صاحب اس حدیث کو نقل کرنے
کے بعد خوبصورت تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذ حضرتم المیت ...... میں کسی کی موت سے لے کر اس کے دفن
تک کے تمام احوال کے متعلق عمومی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم جس وقت جس
حالت میں جس گھڑی بھی میت کے پاس آؤ تو آیہ مبارکہ پڑھو خواہ غسل دیا جا چکا
ہو خواہ دیا ہو نماز پڑھنی ہو یا پڑھی جا چکی ہو۔ لہٰذا اس حدیث مبارکہ سے نماز
جنازہ کے بعد تلاوت قرآن کا بھی صریح حکم ہمیں حاصل ہوا۔ اللہ سب کو توفیق عمل
دے۔ (دعا بعد جنازہ کا جواز ص ۳۳، ۳۴)

حدیث نمبر ۳۱:

عن ابی هریرة رضی الله عله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا فرغ احد کم من صلوٰة فلیدع۔ (بیہقی شریف

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے فارغ ہو جائے تو
دعا کرے۔"

اس حدیث میں کسی نماز کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ "من صلوٰۃ"

میں من استغراقیہ لا کر ہر قسم کی نماز کے بعد دعا کرنے کا عمومی حکم ارشاد فرمایا گیا
علاوہ ازیں لفظ صلوٰۃ کی تنوین تنکیر حدیث کی عمومیت کو مزید واضح کر رہی ہے۔

الی ان قال ...... جب یہ حکم ہر قسم کی نماز کے لئے ٹھہرا تو ثابت ہوا نماز
جنازہ کے بعد دعا مانگنا تعمیل و تکمیل ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو
اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (ماخذ سابق ص ۳۴)

حدیث نمبر ۳۲:

(عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) من قال بعد کل صلوٰة استغفر الله الذی لا اله الا هو الحیی القیوم و اتوب الیه ثلاث مرات کفر الله ذنوبه و ان کان فرارا من الزحف۔

(کنز العمال جلد ۲، ص ۶۴۲ حرف الالف ذکر ادعیۃ بعد الصلوٰۃ)

"معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے ہر نماز
کے بعد تین بار یہ کہا میں بخشش مانگتا ہوں اللہ سے جس کے سوا
کوئی معبود نہیں ہمیشہ زندہ اور قائم ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ
کرتا ہوں۔ اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ
جنگ سے بھاگا ہو۔"

اس کے نقل کرنے کے بعد محقق اہلسنّت قاری طیب صاحب نے اس پر
خوب تبصرہ فرمایا جس کو ہم اپنی طرف سے کچھ اضافے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

اس حدیث کا لفظ بعد کل صلوٰۃ قابل توجہ ہے گویا اس حدیث میں ہر
طرح کی نماز شامل ہو گئی۔ کیونکہ لفظ "کل" کے بارے قانون بیان کرتے ہوئے
علماء اصول فرماتے ہیں کہ:

فان دخلت علی المنکر اوجبت عموم افراده۔

یعنی لفظ ''کل'' اگر نکرہ پر داخل ہو تو یہ اس کے افراد کے عموم کو واجب کرتا ہے۔'' (نورالانوار ص ۷۶، مکتبہ نعمانیہ)

اسی طرح اس سے دو سطریں اوپر یوں فرمایا:

وھی تصحب الاسماء فتعمھا ای تدخل علی الاسماء فتعمھا۔

''اور وہ (یعنی لفظ کل) اسماء پر داخل ہو کر انہیں عام کر دیتا ہے۔ اس کی توضیح میں محشی کہتے ہیں۔''

ای یثبت بکلمة کل العموم فیما دخلت ھی علیه۔

یعنی لفظ ''کل'' کی وجہ سے اس کے مدخول میں عموم ثابت ہوتا ہے''
(حاشیہ نمبر ۱۴، ص ۷۶)

علماء اصول کی اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ''کل'' اپنے مدخول کے عموم کو ثابت کرتا ہے۔ یہاں پر چونکہ اس کا مدخول لفظ ''صلوٰۃ'' ہے تو مطلب یہ ہوا کہ وہ جو بھی نماز ہو، پنجگانہ، عیدین، تہجد یا پھر نماز جنازہ وغیرہ ہر نماز کے بعد جو شخص مذکورہ دعا کرتا ہے۔ اس کے گناہ معاف ہیں، علاوہ ازیں ایسی احادیث کو صرف فرض نمازوں سے خاص کرنے والوں کے قول کو ''بعد کل صلوٰۃ'' کے لفظ نے مکمل طور پر رد کر دیا ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ بھی اس میں شامل ہے (جیسا کہ اس کی شمولیت و دخول پر ہم سیر حاصل گفتگو کر چکے) وراس کے بعد بھی دعا کرنا عمل بالحدیث ثابت ہوا۔ (دعا بعد جنازہ کا جواز ص ۳۵، مع زیادت یسر)

تنبیہ الغافلین:

بحمد اللہ! ہم نے بتیس (۳۲) وہ احادیث مع تبصرہ پیش کر دیں جس

کے عموم و اطلاق سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جب ہر حالت و ہر مقام میں دعا کرنا ثابت بلکہ محبوب عند اللہ تو لامحالہ نماز جنازہ کے بعد قبل دفن بھی دعا کرنا ثابت ہو جائے گا اس کے بعد بھی اگر کوئی ''میں نہ مانو'' کا دائمی مریض نصوص عامہ و مطلقہ سے استدلال کرنے کا انکار کرے تو ہم کماحقہ دوسرے باب میں اس کا گھر پورا کر آئیں ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کو بے شمار احادیث سے یہ تو مل جائے گا کہ دعا کثرت سے کرو نمازوں کے بعد دعا جلدی قبول ہوتی ہے، دعا کرنے سے کوئی ہلاک نہیں ہوتا، دعا نہ کرنے والے پر رب ناراض ہوتا ہے، دعا صبح و شام کرو، زندگی کے ہر ہر لمحہ میں کرو، دعا کے لئے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو رب مایوس نہیں لوٹاتا، دعا کرنے والے کے لئے ابواب رحمت کھل جاتے ہیں۔ دعا مغز عبادت ہے۔ مکرم عند اللہ ہے، تقدیر کو بدل دیتی ہے، دعا دفع بلیات ہے، کثیر الدعا کی حاجت میں برکت ہوتی ہے، ابن آدم جب تک مانگے رب عطا فرماتا ہے، عمل صالح کے بعد پورا پورا اجر دیا جاتا ہے۔ رب دعا کرنے والے کے گمان کے مطابق عطا فرماتا ہے، مرنے کے بعد اولاد کی دعا نافع للوالدین ہے، نماز کوئی بھی ہو اس کے بعد دعا کرنے پر مژدہ مغفرت ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر!!!

آپ کو یہ کسی حدیث میں نہیں ملے گا کہ:

دعا کم اور کبھی کبھی کیا کرو، فقط فلاں وقت میں کرنا فلاں میں نہیں، دعا کرنے کی وجہ سے بندہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ دعا کا انکار کرنے والے سے رب بہت راضی ہوتا ہے۔ دعا کرنے کی وجہ سے قوم کے اٹھائے ہوئے ہاتھ ٹوٹ

جائیں گے، خصوصاً نماز جنازہ کے بعد خبردار دعا کی تو! ورنہ عذاب نازل ہو جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مانو، نہ مانو جان جگر اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

اب ہم وہ احادیث پیش کریں گے جن میں صراحت کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا ثبوت ہوتا، فللہ الحمد بمنہ۔

حدیث نمبر ۳۳:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔

"یعنی جب تم میت پر نماز پڑھ چلو تو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا مانگو۔" (ابو داؤد، ج ۲، ص ۱۰۲، ابن ماجہ ص ۱۰۷، مشکوٰۃ، ص ۱۴۶، ریاض الصالحین ص...... الاذکار ص ۱۶۸، ابن حبان رقم الحدیث ۳۰۷۷، الاذکار کی تخریج کرتے ہوئے شیخ حافظ شیشع کہتا ہے! اسنادہ حسن اس کی سند حسن ہے)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد دعا کرنی چاہئے کیونکہ...... اذا صلیتم ...... شرط ہے اور ...... فاخلصوا لہ...... اس کی جزاء، اور شرط و جزا میں غیریت ہوتی ہے نہ کہ عینیت پھر صلیتم ماضی ہے اور...... فاخلصوا امر ...... جس سے ظاہر ہوا کہ دعا کا حکم نماز جنازہ کے بعد ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے...... فاذا طعمتم فانتشروا...... پس جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ اس میں کھا کر جانے کا حکم ہے نہ کے کھانے کے درمیان۔

ویسے بھی کلمہ "فاء" (جو فاخلصوا پر داخل ہے) کے بارے علماء لغت و اصول فرماتے ہیں:

الفاء للتعقیب مع الوصل۔

فاء تعقیب مع الوصل کے لئے ہے۔ (اصول الشاشی ص ۸۴)

مطلب یہ ہے کہ جیسے ہی پہلی چیز پائی جائے گی فوراً دوسری چیز کا بھی وجود ہوگا۔ اس کے حاشیے میں ہے:

موجبہ وجود الثانی بعد الاولی بغیر مھلۃ۔

"اس کا موجب دوسرے کو ثابت کرنا ہے پہلے کے بعد بغیر کسی تاخیر کے۔" (حاشیہ نمبر ۴، ص ۸۴)

یہ اس کا معنیٰ حقیقی ہے بغیر کسی دلیل کے مجازی معنیٰ کی طرف پھیرنا درست نہیں۔

حدیث مذکور کا مطلب یہ ہوگا کہ جیسے ہی نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کے لئے فوراً دعا مانگو۔

حدیث نمبر ۳۴:

علی ما فی مغازی الواقدی حدثنی محمد بن صالح عن عاصم بن عمر بن قتادۃ وحدثنی عبد الجبار بن عمار عبد اللہ بن ابی بکر قالا لما التقی الناس بموتہ جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر و کشف لہ مابین و بین الشام فھو ینظر الی معرکتھم فقال علیہ السلام اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فمضی حتیٰ استشھد فصلی علیہ و

دعاله وقال استغفرواله دخل الجنة وهو يسعى
ثم اخذ الرأية جعفر بن ابى طالب فمضى حتىٰ
استشهد فصلى عليه رسول الله صلى الله عليه
وسلم و دعا له و قال استغفرواله دخل الجنة
فهو يطير فيها بجناحين حيث يشاء۔

"(بحذف اسناد) امام واقدی نے اپنے مغازی میں یہ
حدیث روایت کی ہے کہ جب مقام موتہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
اور کفار کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (مسجد
نبوی میں) منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے، اس وقت آپ
کے سامنے سے ملک شام تک تمام حجابات اٹھا دیئے گئے اور
آپ جنگ موتہ کا میدان کارزار خود مشاہدہ فرمارہے تھے۔
تب آپ نے فرمایا کہ زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑ لیا
جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے ان کی نماز
جنازہ پڑھی اور پھر ان کے لئے دعا کی اور فرمایا ان کے لئے
استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے ہیں اور وہاں دوڑ رہے
ہیں۔ پھر فرمایا کہ اب جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا
پکڑ لیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، چنانچہ آپ نے ان کی
بھی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ ان
کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے ہیں۔ وہاں
اپنے دو پروں سے جہاں چاہتے ہیں اڑ رہے ہیں۔" (فتح
القدیر شرح ہدایہ ج ۲،ص ۱۲۱، غنیۃ المستملی ص ۳،ص ۵۰۲، مکتبہ نعمانیہ)

حدیث نمبر ۳۵:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم جنازة
فحفظت من دعائه وهو يقول اللهم اغفرله
وارحمه وعافه واعف عنه و اكرم نزله ووسع
مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد و نقه من
الخطايا كماينقى الثوب الابيض من الدنس
وابدله دارا خيرا من داره و اهلا خيرا من اهله
وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من
عذاب القبر ومن عذاب النار قال حتىٰ تمنيت
ان اكون ذلك الميت۔

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو میں نے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا یاد رکھی۔ آپ فرمارہے تھے اے اللہ!
اسے (میت کو) بخش دے، اس پر رحم فرما اور اسے امان
دے اور اسے معاف فرما، اور اسے پانی، برف اور اولوں کے
ساتھ دھو ڈال، اور اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر
دے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کر دیا جاتا ہے اور اسے
پہلے گھر سے بہتر گھر عطا فرما، پہلے گھر والوں سے بہتر گھر
والے اور پہلی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما۔ اسے جنت عطا
فرما اور عذاب قبر اور عذاب جہنم سے بچا، حتیٰ کہ میں (عوف
بن مالک) نے تمنا کی کہ کاش اس میت کی جگہ میں ہوتا۔"
(مسلم شریف ج ۱ ص ۳۱۱، قدیمی کتب خانہ)

ایک اہم سوال اور اس کا خوبصورت جواب:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں تو دعا ہمیشہ آہستہ پڑھی جاتی ہے، لیکن حضرت عوف بن مالک فرما رہے ہیں کہ میں نے وہ دعا یاد کر لی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازہ میں پڑھی تھی۔ یہ کیسے آپ نے سنی؟

اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

اما الدعا فیسر بہ بلا خلاف وحینئذ یتأول ھذا الحدیث علی أن قولہ حفظت من دعائہ ای علمنیہ بعد الصلوٰۃ فحفظتہ

''جنازہ میں دعا تو ہمیشہ آہستہ پڑھی جاتی ہے، اس وقت اس حدیث کے الفاظ ''حفظت من دعائۃ'' کا معنی یہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے یہ دعا مجھے (حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو) نماز جنازہ کے بعد سکھائی اور میں نے یاد کر لی۔''

(شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۱، از علامہ نووی)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

ممکن ہے کوئی شخص یہ سوال کرے کہ علامہ نووی نے صرف یہ کہا ہے کہ حدیث کا مطلب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نماز کے بعد دعا سکھائی۔ اب یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ نماز کے فوراً بعد سکھائی، ہو سکتا ہے دفن سے فارغ ہو کر سکھلا دی ہو، لہٰذا تمہارا مدعا یہاں سے ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت محقق اہلسنّت قاری طیب صاحب اس شبے کا ازالہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ منکرین دعا بعد نماز جنازہ کو فقہاء کرام کی جن عبارات سے ناجائز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان سب میں صرف بعد الصلوٰۃ کا لفظ ہے۔ مثلاً قنیہ کی عبارت پیش کی جاتی ہے کہ ''الدعاء بعد الصلوٰۃ مکروہ'' اس کا معنی منکرین یہی لیتے ہیں کہ جنازہ کے فوراً بعد دعا مکروہ ہے، ان سے بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ بعد صلوٰۃ الجنازہ کا لفظ تو بڑا عام ہے تم اسے متصلاً بعد الصلوٰۃ میں مقید کیوں کر رہے ہو؟ چلو ہم تمہاری ہمدردی کو تمہاری یہ تقیید تسلیم کر لیتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی مان لو کہ علامہ نووی کی عبارت میں ''بعد الصلوٰۃ'' کا لفظ بھی ''متصلا بعد الصلوٰۃ سے متعلق ہے۔ (دعا بعد جنازہ کا جواز ص ۵۰)

قابل توجہ:

حدیث پاک اور اس کی تشریح سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز جنازہ کے بعد مذکورہ دعا سکھلائی تھی۔ اور سب کو معلوم ہے کہ سکھلایا یوں جاتا ہے کہ پہلے سکھلانے والا کہتا جاتا ہے پیچھے پیچھے سیکھنے والا دھراتا جاتا ہے تو سوچئے اگر میت کی مغفرت کے متعلق دعا کو سیکھنا سکھلانا نماز جنازہ کے بعد جائز ہے اور عمل رسول مقبول ہے تو اس دعا کا مانگنا کیوں ناجائز ہوا؟ (ایضاً)

حدیث نمبر ۳۶:

ابو یعقوب عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

شھدتہ وکبر علی جنازۃ اربعا ثم قام ساعۃ یعنی یدعو ثم قال ترونی کنت اکبر خمسا

قالوا لا، قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یکبر اربعا..... قال قالوا قد رئینا ذلك قال
ما کنت لا فعل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کان یکبر اربعا ثم یمکث ما شاء اللہ

میں نے انہیں دیکھا کہ انہوں نے ایک جنازہ پر چار تکبریں کہیں پھر ایک ساعت کے لئے کھڑے رہے یعنی دعا کرتے رہے۔ پھر لوگوں سے کہا تم سمجھتے ہو کہ میں پانچ تکبریں کہنا چاہتا تھا کہنے لگے نہیں۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ چار ہی تکبریں کہا کرتے تھے۔"

(دوسری روایت میں ہے کہ) لوگوں نے دریافت کیا (اے ابوعبداللہ) آج ہم نے یہ چیز دیکھی ہے فرمایا میں یہ اپنی طرف سے تو نہیں کر سکتا بے شک رسول اللہ ﷺ چار تکبریں فرماتے تھے اور پھر جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہتا آپ ٹھہرے رہتے۔ (سنن بیہقی ج ۴، کتاب الجنائز)

اس حدیث مبارکہ کے بارے ریاض الصالحین کے حاشیے میں ہے قد رواہ البیہقی ۴/ ۳۵ بسند صحیح یعنی اس حدیث کو امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ (ریاض الصالحین ص ۳۱۱ حاشیہ نمبر ۵، مکتبہ رحمانیہ)

حدیث نمبر ۳۷:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی کے جنازہ کے بعد دعا واستغفار کرنے کا یہی واقعہ مستدرک حاکم میں بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہے:

ثم صلی علیها فکبر علیها اربعا ثم قام بعد

الرابعة قدر ما بین التکبرتین یستغفر لها
ویدعو وقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصنع ھکذا۔ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۶۸۴ رقم الحدیث ۱۳۷۰)

فائدہ:

یاد رہے امام حاکم نے اپنی مستدرک میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جو بخاری ومسلم کی شرائط پر تھیں لیکن امام بخاری ومسلم نے نہ لکھیں، امام حاکم یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

ھذا حدیث صحیح ولم یخرجاہ

یعنی یہ حدیث صحیح ہے۔ جسے بخاری ومسلم نے درج نہیں کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابی رسول ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد دعا واستغفار کیا اور فرمایا سرکار ﷺ بھی یوں ہی کیا کرتے۔"

حدیث نمبر ۳۸:

جب جنگ احد میں ہندہ نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبایا تو اسے نگل نہ سکی۔ اس پر سرکار ﷺ نے فرمایا کیا اس میں سے کچھ کھایا تھا؟ عرض کیا گیا نہیں۔ فرمایا: اگر وہ کھا لیتی تو اس کو آگ نہ چھو سکتی۔ (اسد الغابہ ج ۲، ص ۶۸)

مسند امام احمد میں آگے یہ الفاظ ہیں:

فوضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمزة فصلی
علیه وجیئی برجل من الانصار فوضع الی جنبه
فصلی فوضع الانصاری وترك حمزة ثم جیئی بآخر

فوضع الی جنب حمزۃ فصلی علیہ ثم رفع و ترک حمزۃ حتیٰ صلی علیہ یومئذ سبعین مرۃ۔

(ج۲۱،ص۵۲، بترتیب فقہی)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت امیر حمزہ کا جنازہ رکھا اور ان پر نماز پڑھی، انصار میں سے ایک شخص (شہید) کا جنازہ لایا گیا اور حضرت امیر حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، اس انصاری کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت حمزہ کو وہی پر ہی رہنے دیا گیا، پھر ایک اور شہید لایا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھا گیا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو اسے اٹھالیا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وہیں پر رہنے دیا گیا حتیٰ کہ آنجناب نے اس دِن حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پہ ستر (۷۰) بار صلوٰۃ پڑھی۔

اسی طرح یہ حدیث مبارکہ شرح معانی الاثار ج۱،ص ۲۹۲ مکتبہ رحمانیہ پر بھی ہے کہ حضرت امیر حمزہ کے ساتھ دس دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رکھا جاتا آہ۔

ایک اہم سوال و جواب:

حدیث مذکورہ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھی حالانکہ احناف کے نزدیک تکرار نماز جنازہ جائز نہیں سوائے اس کے کہ ولی جنازہ کی شرکت یا اس کی اجازت کے بغیر پڑھ لیا گیا ہو (جیسا کہ یہ بات دیوبند حضرات کے ہاں بھی مسلم ہے) تو اب ولی جنازہ اور اسکے ساتھ وہ لوگ جنہوں نے پہلے نہیں پڑھی تھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں یہ صورت نہیں پائی جاتی، کیونکہ ولی جنازہ والیٔ

کائنات ﷺ بذات خود پہلے پڑھا چکے تھے۔

اس کے حل میں حضرت شیخ المحدثین والفقہاء حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو جواب ہیں:

(۱) تکرار نماز جنازہ بر حمزہ رضی اللہ عنہ راوی کا اپنا گمان ہے۔ (حالانکہ ایسا نہ تھا بلکہ مستقل طور پر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ فقط ایک ہی بار پڑھا گیا تھا۔)

(۲) یجوز ان یکون من قول الراوی "صلی علی حمزۃ سبعین مرۃ" المعنی اللغوی وھو الدعاء ای دعا سبعین مرۃ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ راوی کے قول کہ آپ ﷺ نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر بار صلوٰۃ پڑھی" سے لغوی معنی دعا مراد ہو، یعنی سرکار ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے ستر (۷۰) بار دعا فرمائی۔ (بنایہ شرح ہدایہ ج۳،ص۷۹ ۴) بحمد اللہ حضرت علامہ عینی کی تحقیق سے ہمارا دعویٰ سو فیصد واضح ہو چکا کیونکہ سرکار ﷺ نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بار مستقل طور پر نماز جنازہ پڑھی پھر انہتر ۶۹ مرتبہ ان کے لئے دعا فرمائی تو جب انہتر مرتبہ دعا کرنا حدیث سے ثابت ہو چکا تو ایک بار بعد جنازہ قبل دفن دعا کرنا کیونکر جائز نہ ہوگا؟

حدیث نمبر ۳۹:

امام دارقطنی حضرت ابو مالک سے روایت کرتے ہیں کہ:

کان یجاء بقتلی أحد تسعة وحمزة عاشرهم فیصلی علیه فیرفعون التسعة ویدعون حمزة.

"غزوۂ اُحد کے نو (۹) شہداء کو لایا جاتا جن کے ساتھ دسویں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہوتے، نبی اکرم ﷺ ان کی صلوٰۃ نماز جنازہ پڑھاتے، پھر ان نو (۹) کو اٹھالیا جاتا اور وہ

(عمدۃ القاری ج ۸، ص ۲۲۴ مکتبہ رشیدیہ)

سبحان اللہ! یدعون حمزۃ" کے کلمات طیبات ہمارے لئے عید مدعا اور منکرین کے لئے وبال جان ہیں۔

حدیث نمبر ۴۰:

عن المستظل بن حصين أن عليا رضى الله عنه صلى على جنازة بعد ما صلى عليها۔

"حضرت مستظل بن حصین سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی بعد اس کے کہ جنازہ پر نماز پڑھی جا چکی تھی۔

(بیہقی شریف ج ۴، ص ۴۵، کنز العمال ج ۱۵، ص ۷۱۳)

اس حدیث میں کتنی وضاحت ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی۔

حدیث نمبر ۴۱:

عن نافع قال ان ابن عمر اذا انتهى الى الجنازة وقد صلى عليه دعا وانصرف ولم يعد الصلوٰة۔

"حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ کے لئے آتے اور نماز پڑھی جا چکی ہوتی تو دعا کرتے اور واپس ہو جاتے تھے دوبارہ نماز نہیں پڑھواتے تھے۔" (الجواہر النقی ج ۴، ص ۴۸)

یہ حدیث مبارکہ بھی بالکل واضح کر رہی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب جنازہ پڑھنے آتے، اگر وہ پہلے پڑھا جا چکا ہوتا تو نماز تو دوبارہ نہ پڑھتے

مگر اس میت کے لئے دعا کرتے، پتہ چلا بعد جنازہ دعا کرنا سنت صحابہ ہے۔

حدیث نمبر ۴۲:

حضرت ملک العلماء امام علاء الدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ۵۸۷ ھ فقہ حنفی کی شہرہ آفاق و مستند کتاب البدائع الصنائع میں نقل کرتے ہیں:

روى أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة. فلما فرغ جاء عمرو معه قوم فاراد ان يصلى ثانيا. فقال له النبى صلى الله عليه وسلم الصلوٰة على الجنازة لاتعاد ولكن ادع للميت و استغفرله۔

"روایت کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز جنازہ پڑھائی، جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر پاک رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے درانحالیکہ آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ تھے۔ حضرت عمر پاک رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھ لیں، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ! نماز جنازہ کا اعادہ نہیں کیا جاتا، لیکن تم اس میت کے لئے دعا و استغفار کرو۔ (بدائع الصنائع ج ۲، ص ۴۷، ۴۸، مکتبہ رشیدیہ)

اللہ اکبر! اس حدیث مبارکہ نے ہمارے مؤقف کو چار چاند لگا دیئے۔ اور بتا دیا کہ نماز جنازہ کے بعد قبل دفن دعا کرنا بدعت و حرام نہیں بلکہ حکم نبوی ہے کما يشعر قوله ادع للميت و استغفر اور عمل صحابہ ہے۔

حدیث نمبر ۴۳:

اسی طرح حضرت ملک العلماء علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور حدیث

مبارکہ نقل فرماتے ہیں:

ان ابن عباس و ابن عمر رضی الله عنهما فاتتهما صلوٰة علی جنازة فلما حضرا مازاد علی الاستغفار له۔

"حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما (دونوں صحابہ) کی نماز جنازہ رہ گئی جب میت کے پاس گئے تو (نماز چونکہ ہو چکی تھی اس لئے) فقط اس کے لئے دعاء مغفرت کی۔

(البدائع الصنائع ج ۲،ص ۴۴۸)

یہ حدیث مبارکہ بھی بتارہی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن عمر رضی اللہ عنہ دونوں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز جنازہ کے بعد میت کی دعاء استغفار کی۔

حدیث نمبر ۴۴:

عن عبدالله بن سلام أنه فاتته الصلوٰة علی جنازة عمر رضی الله عنه فلما حضر قال! ان سبقتمونی بالصلوٰة علیه فلا تسبقونی بالدعاله۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر پاک رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنے سے رہ گئے، جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا اگر تم نماز میں مجھ سے آگے نکل گئے ہو تو حضرت عمر پاک رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرنے سے مجھ پہ سبقت نہ کرنا (یعنی اس میں مجھ کو بھی شامل کرلو)" (بدائع صنائع ج ۱،ص ۴۸)

حدیث نمبر ۴۵:

حضرت عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ:

صلیت مع علی علی یزید بن المکفف فکبر علیه

اربعا ثم مشی حتیٰ اتاه فقال اللهم عبدك و ابن عبدك نزل بك اليوم فاغفر له ذنبه ووسع علیه مدخله ثم مشی حتی اتاه وقال اللهم عبدك و ابن عبدك نزل بك اليوم فاغفرله ذنبه ووسع علیه مدخله فانا لا نعلم منه الا خیرا وانت اعلم به۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳،ص ۳۳۱)

محقق اہلسنت قاری طیب صاحب نے اس حدیث مبارکہ پر خوب تبصرہ فرمایا فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ آپ دو مرتبہ میت کے پاس آئے جس کا معنی زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز کے بعد دفن سے پہلے اور دوسری مرتبہ دفن کے بعد اور دونوں مرتبہ دعا فرمائی۔ لہٰذا یہ حدیث بھی واضح بتلا رہی ہے کہ دعا بعد جنازہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

حدیث نمبر ۴۶:

امام زکی الدین منذری رحمۃ اللہ علیہ روائت کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب کوئی جنازہ لایا جاتا ہے تو (اس) بندے کے کسی اور عمل کے بارے نہ پوچھتے، لیکن اس کے قرض کے بارے پوچھتے، اور اگر تو کہا جاتا کہ اس پر قرض ہے اس کا جنازہ نہ پڑھاتے، اور اگر یہ کہا جاتا کہ اس پر قرض نہیں ہے تو پھر اس کی نماز جنازہ پڑھاتے۔ پس ایک جنازہ لایا گیا، جب آپ (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہنے لگے تو آپ علیہ السلام نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھی پر قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: دو دینار ہیں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک طرف ہو گئے (نماز نہ پڑھائی) اور فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دونوں دینار مجھ لازم رہے (یعنی ان کی ادائیگی کا ذمہ میں لیتا ہوں) یہ مرنے والا بری الذمہ ہے۔

فتقدم رسول اللہ ﷺ فصلی علیہ" ثم قال لعلی بن ابی طالب: جزاك الله خيرا فك الله رهانك كما فككت رهان اخيك"۔

"تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔" پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو دعا دی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور قرض سے آزاد فرمائے جیسا کہ تو نے اپنے بھائی کو قرض سے آزاد کیا۔

(ترغیب وترھیب ج ۲ ص ۳۷۷، مکتبہ محمودیہ)۔

اس حدیث مبارکہ نے واضح کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی جو کہ اس وقت حیات تھے، تو جب نماز جنازہ کے بعد زندہ کے لئے دعا کرنا جائز ہے تو مردہ کے لئے تو بدرجہ اولی جائز ہونا چاہیے، کیونکہ اب وہ خود تو عمل کرنے سے رہا، اسے سہارا تو اس کے زندہ احباب کی دعاؤں کا ہے۔

حدیث نمبر ۴۷:

امام نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ صلی علی صبیی او صبیة فقال! لو کان احد نجا من ضمة القبر لنجا هذا الصبی۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار علیہ السلام نے ایک

بچے یا بچی کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر فرمایا: اگر کوئی عذاب قبر سے بچ سکتا ہے تو یہ بچہ ہے۔" (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۷)

حدیث نمبر ۴۸:

محیط برہانی میں امام برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عن النبی ﷺ افد قال اذا اراد احد کم ان یدعو فلیحمد الله تعالیٰ و یصل علی النبی ﷺ، رای رجلاً فعل هكذا بعد الفراغ من الصلوة فقال علیه السلام: ادع فقد استجب لك"۔

"حدیث میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد ایک صحابی کو پہلے حمد وثنا پھر درود پاک اور پھر میت کے لئے دعا مانگتے دیکھا تو فرمایا! تو (رب سے) دعا کر تیری دعا قبول ہوگی۔" (محیط برہانی ج ۲ ص ۳۰۸،۳۰۷)

حدیث نمبر ۴۹:

جب شاہِ حبشہ حضرت نجاشی کا سرزمین حبشہ پر وصال ہوا تو محبوب علیہ السلام کی نگاہِ نبوت سے پردوں کو ہٹا دیا گیا، تو آپ علیہ السلام نے صحابہ کو لے کر نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی (غائبانہ نہیں بلکہ حاضرانہ) اور ان کے لئے دعا کی اور صحابہ کو بھی فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

لما مات نعاه جبريل الى النبی ﷺ فقال علیہ السلام:

"اخرجوا فصلوا على اخ لكم مات بغير ارضكم"

"فيخرج الى البقيع فنظر الى ارض الجنة فابصر

سریر النجاشی وصلی علیہ واستغفرلہ"

"جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے (اسی روز) سرکار علیہ السلام کو ان کی موت کی خبر دی۔"

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا: باہر نکلو اپنے بھائی نجاشی کی نماز جنازہ پڑھو، جو غیروں کی زمین میں فوت ہوا۔ آپ علیہ السلام بقیع کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کے لئے حبشہ کی سرزمین ظاہر کی گئی، آپ نے نجاشی کی چارپائی دیکھی۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

تفسیر ابی سعود ۲ صفحہ ۹۰۔۸۹، کشاف ص ۲۴۱، مطبوعہ دار ابن حزم تفسیر مظہری میں اس طرح ہے **وصلی علیہ و کبر اربع تکبیرات واستغفرلہ** یعنی آپ نے نجاشی کی نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ (دیکھیے ج ۱ ص ۴۱۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ)

"یوں ہی جلالین کے حاشیہ نمبر ۲۷ ص ۷۴ پر ہے۔"

جیسے سرکار علیہ السلام کے حوالہ سے منقول ہوا "واستغفرلہ" اسی طرح سرکار علیہ السلام کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ فرمانا "**استغفروا لاخیکم** یعنی تم اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو" بھی منقول ہے۔ (دیکھیے بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

بحمد اللہ تعالیٰ! ہم نے اس باب میں پچاس (۵۰) کے قریب احادیث پیش کر کے ثابت کر دیا کہ نماز جنازہ کے بعد قبل دفن دعا مانگنا بدعت و ناجائز نہیں بلکہ نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کی سنت ہے۔

رسم دیار حسن سے نا آشنا تھا میں
لبیک کہہ اٹھا جو پکارا خود آپ نے

مولوی اظہر دیوبندی کی غلط تعبیرات کا رد بلیغ:

رب تعالیٰ کے کرم اور مصطفیٰ کریم ﷺ کی نگاہ عنائیت سے اب ہم مولوی اظہر کی ان غلط تعبیرات و تشریحات کی نشاندہی کرتے ہوئے رد بلیغ کرتے ہیں جو اس نے پمفلٹ میں درج ہمارے دلائل احادیثیہ اور کچھ اپنی طرف سے دلائل احادیثیہ نقل کر کے خلاف مقصود شرع معانی و مفاہیم مراد لے کر یہ بتانا چاہا کہ ان دلائل سے نماز جنازہ کی بعد دعا کا ثبوت نہیں ہوتا لیکن قارئین جب ہمارے دلائل قاطعہ و مستحکمہ کا موازنہ دیوبندی کے بھونڈے دلائل سے کریں گے تو فیصلہ خود ہی کرلیں گے کہ حق فقط ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے اور ان پر بطلان کا چھپٹر۔

حدیث نمبر ۳۳ سے اظہر صاحب کی مغالطہ آفرینی:

اس کتاب میں درج حدیث نمبر ۳۳ یعنی "**اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء**" ہم نے پمفلٹ میں نقل کی اور کہا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا اس حدیث سے بصراحت ثابت ہوتا ہے۔ تو مولوی اظہر صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنے تائیں پانچ جوابات لکھ کر یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ یہ حدیث اہلسنت (بریلوی) کے دعویٰ پر دلیل نہیں ہو سکتی، ان شاء اللہ العزیز ہم سلسلہ وار اس کے جوابات کے جواب الجواب پیش کریں گے، جن کے مطالعہ کے بعد قارئین خود دیکھ لیں گے کہ دیوبندی فاضل قواعد نحو و اصول فقہ و معانی سے کس قدر بے خبر ہے، اور اس کی یہ تحریر تخریب سوائے مغالطہ آفرینی کے کچھ نہیں۔

اظہر دیوبندی کا جواب نمبر ۱:

اس جواب میں دیوبندی نے قرآن کریم و احادیث مبارکہ سے مجازی

معنی اور مقدر الفاظ والی چند امثلہ پیش کر کے حقیقی صورت حال کو الجھانے اور بگاڑنے کی کوشش کی چنانچہ کہتے ہیں:

کچھ عربی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

درست ترجمہ یہ بنے گا "جب تم قرآن کریم پڑھنے لگو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھو۔

جبکہ مولینا کے اصول کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا (خلاصہ عبارت) جب تم قرآن کریم پڑھ چکو تو اعوذ باللہ پڑھو۔

(۲) اذا سئلتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب۔

"جب تم ان سے کسی سامان کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔"

یہ تو ہوا درست ترجمہ

مولانا کے اصول کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا:

"جب تم ان سے کسی سامان کا سوال کر چکو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔"

(۳) یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئة فاثبتوا واذکروا الله کثیرا

"اے ایمان والو! جب تم کسی جماعت سے مقابلہ کرنے لگو تو ثابت قدمی اختیار کرو۔"

یہ تو ہوا درست ترجمہ

مولانا کے اصول کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا:

"جب تم مقابلہ کر چکو تو اس کے بعد ثابت قدمی اختیار کرو۔

(۴) فاذا اکل احدکم فلیقل بسم الله۔ (مسلم ج۱ ص ۲۴۲)

"جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے پس چاہئے کر وہ بسم اللہ پڑھے۔"

یہ تو ہوا درست ترجمہ اور مولانا کے مذکورہ اصول کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا:

"جب تم کھانا کھا چکو تو بسم اللہ پڑھو۔"

عن ابی ھریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا انتعل احدکم فلیبداء بالیمنی واذا خلع فلیبداء بالیسریٰ (مسلم ج۱ ص ۲۴۴)

"جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہننے لگے تو اسے چاہئے کہ وہ دائیں جانب سے ابتداء کرے۔"

یہ تو ہوا درست ترجمہ

جب کہ مولانا کے اصول کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا:

"جب تم سے کوئی شخص جوتا پہن چکے تو اس کے بعد دائیں جانب سے ابتداء کرے اور جب جوتا اتار چکے تو بائیں جانب سے ابتداء کرے۔"

(۶) اذا مر احدکم فی مسجدنا او فی سوقنا ومعه نبل فلیمسك علی نصالها بکفیه ان تصیب احدا من المسلمین۔

(مسلم ج۱، ص ۲۷۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد یا ہمارے بازار

سے گزرنے لگے اس حال میں کہ اس کے پاس تیر ہو پس چاہیے کہ وہ اس پھل کو اپنے ہاتھ میں تھامے رکھے تا کہ کسی مسلمان بھائی کو اس سے کچھ تکلیف نہ پہنچے یہ تو ہوا درست ترجمہ۔

جبکہ مولانا کے ذکر کردہ اصول کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا:

''جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد یا ہمارے بازار سے گزر چکے تو اس کے بعد تیر کے پھل کو اپنے ہاتھ میں تھامے رکھے۔''

(۷) **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعوت اللہ فادع بطون کفیک** (مسلم ج۱ ص ۲۸۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو اپنی ہتھیلیوں کی اندرونی جانب سے دعا مانگ۔''

جبکہ مولانا کے اصول کے مطابق ترجمہ یہ بنتا ہے کہ:

''جب تو اللہ سے دعا مانگ چکے تو تو اپنی ہتھیلیوں کی اندرونی جانب سے دعا مانگ۔''

(۸) **اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح** (مشکوٰۃ کتاب الذبائح)

''جب تم ذبح کرنے لگو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو''

جب کہ مولانا کے اصول کے مطابق ترجمہ یہ بنتا ہے:

''جب تم ذبح کر چکو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔''

(۹) **اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنہ** (مسلم، مشکوٰۃ)

''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دینے لگے پس

چاہیے کہ اچھے طریقے سے کفن دے۔''

جبکہ مولانا کے ذکر کردہ اصول کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا:

''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے چکے تو اچھے طریقے سے کفن دے۔''

(۱۰) **اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم** (مشکوٰۃ)

''جب تم نماز پڑھنے لگو تو تم اپنی صفوں کو درست کرو۔''

یہ تو ہوا درست ترجمہ، جبکہ مولینا کے ذکر کردہ اصول کے مطابق ترجمہ یوں ہوگا:

''جب تم نماز پڑھ چکو تو اپنی صفوں کو درست کرو۔''

یہ مثالیں پیش کرنے کے بعد دیوبندی کہتا ہے:

قارئین کرام! یہ چند آیات اور احادیث پیش کی گئی ہیں جس طرح ان کا ترجمہ مولینا کے ذکر کردہ اصول کے مطابق درست نہیں بن رہا اسی طرح ...... **اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء** ...... کا ترجمہ بھی درست نہ ہوگا۔

کیونکہ مولینا کے ذکر کردہ اصول کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا:

''جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔'' (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۲۷تا۱۳۱)

پھر صفحہ ۳۳ پر لکھا ہے:

''یہ روایت اس دعا کے متعلق ہے جو جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے۔'' (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم)

جواب الجواب نمبر ۱:

قارئین کرام! سب سے پہلے تو وہ اصول دوبارہ تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں

جو ہم نے اپنے موقف پر بطور دلیل کے پیش کیا تھا:

صلیتم ......شرط ہے اور...... فاخلصوا...... اس کی جزا اور شرط و
جزا میں غیریت ہوتی ہے نہ کہ عینیت پھر صلیتم ماضی ہے اور
''فاخلصوا'' امر جس سے ظاہر ہوا کہ دعا کا حکم نماز جنازہ کے بعد ہے، جیسے
قرآن مجید میں ہے''فاذا طعمتم فانتشروا'' میں جب کھانا کھالو تو منتشر
ہو جاؤ، اس میں کھا کر جانے کا حکم ہے نہ کہ کھانے کے دوران ویسے بھی کلمہ
''فاء (جو فاخلصوا پر داخل ہے) کے بارے علماء فرماتے ہیں:

الفاء للترتیب۔

فاء ترتیب کے لئے ہے، اس کے حاشیے میں ہے''غیر مهله'' یعنی
ایسی ترتیب جو بغیر مہلت کے ہو۔ (کافیہ ص ۱۰۶)

هداية النحو میں ہے:

**الفاء للترتیب بلا مهلة نحو قام زيد فعمرو اذا
كان زيد متقدما وعمرو متأخر بلا مهلة۔**

فاء ترتیب کے لئے ہے بغیر مہلت کے جیسے (یہ مثال) زید کھڑا ہوا تو
عمرو بھی کھڑا ہوا یہ اس وقت (صحیح ہوتا) ہے جب (زید (کھڑا ہونے میں) مقدم
ہو اور عمرو موخر ہو بغیر کسی مہلت کے (یعنی جیسے ہی قیام زید کا وجود ہوگا فوراً بغیر کسی
تاخیر کے قیام عمرو بھی ثابت ہو جائیگا۔'' (ہدایۃ النحو ص ۱۱۴، ۱۱۳)

توضیح تلویح میں ہے:

الفاء للتعقيب فلهذا تدخل في الجزاء۔

''فاء اپنے مابعد کو ماقبل سے پیچھے لانے کے لئے ہے اسی
لئے یہ جزا پر داخل ہوتی ہے۔''

(ص..........)

اصول الشاشی میں ہے:

الفاء للتعقيب مع الوصل۔

فاء تعقیب مع الوصل کے لئے ہے۔ (ص ۸۴)
مطلب یہ ہے کہ جیسے ہی پہلی چیز پائی جائے فوراً دوسری چیز کا بھی وجود ہوگا۔
اس کے حاشیے میں ہے:

موجبه وجود الثاني بعد الاول بغير مهلة۔

''اس کا موجب دوسرے کو ثابت کرنا ہے پہلے کے بعد بغیر
کسی تاخیر کے۔'' (ص ۸۴، حاشیہ نمبر ۲)

تفسیر ابی سعود میں ہے:

الفاء للترتیب۔

فاء ترتیب کے لئے ہے۔ (ج ۵، ص ۳۸۳، مکتبہ معروفیہ)
اسی پوری تحقیق سے ثابت ہوا کہ ''فاء'' کا یہ حقیقی معنیٰ ہے کہ جیسے ہی
اس کے معطوف علیہ یعنی پہلی چیز کا وجود ہوگا اس کے بعد بغیر کسی تاخیر کے اس
کے معطوف یعنی دوسری چیز کا بھی وجود ہوگا۔
یہ فاء کا حقیقی معنیٰ ہے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ حقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر مجازی
معنیٰ کی طرف صرف اسی وقت جانا درست ہے جب حقیقی معنی لینا متعذر (ناممکن
ہو) یا پھر مہجور ہو (یعنی معنیٰ حقیقی لینا چھوڑ ہی دیا گیا ہو) اور کوئی قرینہ صارفہ بھی پایا
جاتا ہو۔ جیسا کہ اصول الشاشی ص ۱۶ پر ہے۔

تنبیہ الغافلین:

یہ جو معنیٰ لینا یا ترک کرنا کہا گیا اس سے عوام کالانعام مراد نہیں بلکہ معنی

لینا یا چھوڑ ا علماء وفقہاء کا کام ہے۔

نتیجہ:

تو جب فاء تعقیب مع الوصل حدیث نبوی ''اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء'' میں بھی موجود ہے تو اس کا مطلب اب یہ ہوگا کہ تم جیسے ہی نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کے لئے فوراً دعا مانگو۔ چونکہ ''فاء'' یہاں پر اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے تو جب تک یہ معنی متعذر و مہجور نہ ہو۔ (جو کہ ہرگز نہیں ہے) اور کوئی قرینہ صارفہ بھی نہ پایا جاتا ہو (جو یہاں پر قطعاً نہیں پایا جاتا تو) اس معنی کو چھوڑ کر کسی دوسرے معنی کو لینا جیسا کہ دیو بندی اس سے نماز کے اندر دعا کرنا مراد لیتے ہیں، اصول لغت ونحو اور تفسیر و اصول فقہ کو باطل کرنا اور ان کی مخالفت کرنا ہے جو نا قابل توجہ، مردود اور متروک ہے۔

ہمارے بیان کردہ اصول کی تائید پر قرآنی دلائل:

(۱) فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض۔

''پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے تو (اس وقت) تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو۔''

(سورۃ الجمعہ:۱۰، ترجمہ از اشرف علی تھانوی دیو بندی)

محمود الحسن دیو بندی اس کا ترجمہ کرتا ہے:

''پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں۔''

(۲) فاذا طعمتم فانتشروا (پ۲۲، سورۃ الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی دیو بندی:

''پس جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جاؤ۔''

ترجمہ از محمود الحسن دیو بندی:

''پھر جب کھا چکو تو آپ چلے جاؤ۔''

(۳) فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ۔ (سورۃ البقرہ:۲۰۰)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی دیو بندی:

''پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکو تو پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کو۔''

ترجمہ محمود الحسن دیو بندی:

''پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو تو یاد کرو اللہ کو۔''

(۴) فاذا امنتم فاذکروا اللہ کما علمکم مالم تکونوا تعلمون۔ (سورۃ بقرہ:۲۳۹)

''پھر جب تم کو اطمینان آجاوے تو تم اللہ تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو کہ جو تم کو سکھلایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے۔''

ترجمہ از اشرف علی تھانوی دیو بندی:

(۵) فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم (نساء ۱۰۳)

''پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو یہ لوگ تمہارے پیچھے ہو جائیں۔''

ترجمہ از اشرف علی تھانوی دیو بندی۔

(۶) فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ (سورۃ النساء: ۱۰۳)

''پھر جب تم اس نماز (خوف) کو ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ۔''

ترجمہ از اشرف علی تھانوی دیو بندی:

محمود الحسن دیو بندی اس کا ترجمہ یوں کرتا ہے:

"پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو۔"

(۷) فاذا اطماننتم فاقیموا الصلوٰۃ۔ (سورۃ النساء: ۱۰۳)

"پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو قاعدے کے موافق پڑھنے لگو۔"

ترجمہ از اشرف علی تھانوی دیوبندی۔

(۸) فاذا استویت انت ومن معك على الفلك فقل الحمد لله الذی نجنا من القوم الظلمین۔ (سورۃ المؤمنون: ۲۸)

"پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی (مسلمان) کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے (یعنی ان کے افعال و تکالیف سے) نجات دی۔"

ترجمہ اشرف علی تھانوی دیوبندی:

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری:

اب ہم روئے سخن اپنے مخاطب دیوبندی مخصص کی طرف کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ اب بتایئے جو ہم نے قواعد لغت ونحو اور اصولِ فقہ کی روشنی میں حدیث مبارکہ کا ترجمہ کیا وہ درست ہے یا غلط؟

جگر کو تھام کر جواب دینا، ہمیں معلوم ہے اب حضرت کی یہ کیفیت ہوگی کہ "نہ اگلتے بنے نہ نگلتے بنے" کیونکہ اگر تم ہمارے ترجمہ کو غلط کہو تو ہماری ذکر کردہ آٹھ (۸) آیات کے تراجم تمہارے حکیم الامت اشرف علی تھانوی اور تمہارے شیخ الہند محمود الحسن کے بھی غلط قرار پائیں گے، کیونکہ یہ سب کے سب تراجم بھی بعینہ ہمارے ترجمہ حدیث کی مانند ہیں کہ جن میں شرط کا وجود پہلے اور جزا

کا بعد میں بالفاظ دیگر فاء کے معطوف علیہ کا وجود پہلے اور اس کے معطوف کا وجود بعد میں مانا گیا۔

ہمیں پورا یقین و وثوق ہے کہ تم ان کو غلط قرار نہیں دے سکتے، کیونکہ یہ تھانوی اور محمود الحسن تمہارے مسلک دیوبند کی عمارت کی بنیاد کی طرح ہیں۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر تم ان کے ان تراجم کی تغلیط نہیں کرتے بلکہ نہیں کر سکتے تو پھر ہمارے قوانینی ترجمہ کی تغلیط تم کیسے کر سکتے ہو؟

اور اگر تم بفرض محال "میں نہ مانوں" کے بخار کے ابتلاء کی وجہ سے ہمارے ترجمہ حدیث اور اس کے بیان کئے گئے مطلب کو درست قرار نہ دو اور یہ کہو کہ حدیث کا مطلب و ترجمہ یہ ہے "جب تم نماز جنازہ پڑھنے لگو تو میت کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا مانگو۔" تو ہمارا مطالبہ ہے کہ پھر مذکورہ آیات کے تراجم جو تمہارے بزرگوں نے کئے موجودہ ترکیب سے بدل کر یوں کر دو۔

(۱) "جب تم کھانا کھانے لگو تو (کھانے سے پہلے ہی یا درمیان میں) اٹھ کر چلے جاؤ۔" (سورۃ الاحزاب: ۵۳)

(۲) "پھر جب تم نماز جمعہ پڑھنے لگو یا پھر دوران نماز تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو۔" (سورۃ الجمعہ: ۱۰)

(۳) "پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کرنے لگو تو پس یاد کرو اللہ کو۔"

(سورۃ البقرہ: ۲۰۰)

(۴) "پھر جب تم کو اطمینان آنے لگے (یعنی اس کے شروع میں اور خوف مکمل طور پر ختم نہ ہوا) تو تم اللہ تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو کہ جو تم کو سکھلایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے۔" (سورۃ البقرہ: ۲۳۹)

(۵) ”پھر جب یہ لوگ سجدہ کرنے لگیں تو یہ لوگ تمہارے پیچھے ہو جائیں۔“

(سورۃ النساء: ۱۰۲)

(۶) ”پھر جب تم اس نماز (خوف) کو ادا کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ۔“ (سورۃ النساء: ۱۰۳)

(۷) ”پھر جب تمہیں اطمینان آنے لگے (مطلب آیا نہیں) تو نماز کو قاعدے کے موافق پڑھنے لگو۔“ (سورۃ النساء: ۱۰۳)

(۸) پھر جب تم اور تمہارے ساتھی (مسلمان) کشتی میں بیٹھنے لگو (مطلب ابھی بیٹھے نہیں) تو یوں کہنا کہ شکر ہے خدا کا۔ آہ۔“ (سورۃ المومنون: ۲۸)

اگر تم ان تراجم کا دفاع کرتے ہوئے انہیں ......مِنۡ وَعَنۡ...... درست قرار دو تو ہمارا ترجمہ بھی درست ماننا پڑے گا۔

اب آپ کے لئے بہتری کی راہ یہی ہے کہ اپنے ان بزرگوں کی عزت بحال رکھتے ہوئے بول دیں کہ ان کے تراجم ٹھیک اور میری (اظہر کی) تحقیق باطلمر دود و نا مقبول!!!

اگر یہ جواب دو تو ہمارا مقصود و مطلوب ثابت۔

جواب الجواب نمبر ۲:

رہی آپ کی پیش کردہ دس (۱۰) امثلہ تو ان میں فاء تعقیب اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ مجازی میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں پر کسی نہ کسی کلمہ کو محذوف مانا جائے گا تاکہ شرط و جزء کا ترجمہ درست ہو سکے، پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ علماء نے ”حذف“ کو بھی مجاز سے شمار کیا ہے۔ عالم ربانی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الاتقان میں مجاز کی مختلف اقسام بیان کرنے کے لئے فصل قائم کر

کے فرماتے ہیں:

وھی ستة! احدھما الحذف۔

”یعنی مجاز کی چھ (۶) قسمیں ہیں جن میں سے پہلی حذف ہے۔“ (الاتقان فی علوم القرآن ج ۲، ص ۸۰، قدیمی کتب خانہ)

اب سنیے ہمارا دعوئے پر شہادتیں۔

(۱) **یا ایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰة فاغسلوا وجوهكم وایدیكم الی المرافق وامسحوا برؤسكم وارجلكم الی الكعبین۔**

”اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھولو اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹنوں تک پاؤں دھوؤ۔“ (سورۃ المائدہ: ۶)

آیت میں مذکور لفظ ”قمتم“ کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب جلالین فرماتے ہیں:

ای اردتم القیام۔

”یعنی جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے کا ارادہ کرو۔“

پھر اس کے تحت علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ مفسر کے ان الفاظ کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

دفع بذلك مایقال ان مقتضی الایة أن الطهارة لاتجب الابعد الشروع فی الصلوٰة فاجاب بالمراد اردتم القیام ای قصدتم وعزتم علیه۔

”یعنی اس عبارت سے اس اعتراض کو دور کیا گیا جو وارد کیا جاتا ہے کہ آیت کا مقتضی تو یہ ہے کہ طہارت واجب نہیں

سوائے نماز میں شروع ہونے کے بعد، تو مفسر نے جواب دیا
کہ مراد یہ ہے کہ جب تم کھڑے ہونے کا ارادہ کرو، یعنی تم
اس کا قصد اور عزم کر چکے ہو تو۔" (جلالین، صاوی ج ۲، ص ۷۶ ۴)

تو گویا یہ اعتراض قرینہ ہے اس مقام پر فعل ارادت کے محذوف ماننے کا۔

(۲) فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٩٨﴾
(سورۃ النحل: ۹۸)

اس کی تفسیر میں جلالین میں ہے:

ای اذا اردت قرأته۔

"یعنی جب آپ اس کی قرأت کا ارادہ کریں۔"

اسی آیت کی تفسیر ہدایہ کے حاشیے بین اسطور میں بھی یوں ہے:

معناه اذا اردت قرأت القرآن۔

"آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم قرآن کی قرأت کا ارادہ
کرو۔" (ہدایہ اولین ص ۱۷ مکتبہ رحمانیہ)

اسی طرح...... **اذا سئلتموھن متاعا فاسئلو ھن من وراء الحجاب**...... کا معنی بھی صاف واضح ہے کہ اس میں بھی فعل ارادت محذوف ماننا پڑھے گا۔ کیونکہ اس بات کا تو کوئی تک ہی نہیں کہ سوال کرتے وقت تو پردہ نہ ہو اور سوال کے دوران پردے کے پیچھے ہولیا جائے، ہمارے دعویٰ کی تائید تمہارے گھر سے بھی ہوتی ہے محمود الحسن دیوبندی اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ
کے پیچھے سے۔" (سورۃ الاحزاب: ۲۲)

اب دیکھیں یہاں پر "جانے" کا ترجمہ کیا گیا حالانکہ آیت میں اس

کا معنی دینے والا لفظ "**ذھبتم**" وغیرہ نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ آپ کے شیخ الہند نے بھی مجاز محذوف سے کام لیا ہے۔ یوں ہی آپ کی پیش کردہ آیت...... یا

ایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئة فاثبتوا واذ کروا الله کثیراً......

میں بھی فعل عزم وارادت محذوف ماننا پڑے گا کیونکہ اب یہ تو مطلب ہو نہیں سکتا کہ فقط جنگ کے دوران ہی ثابت قدمی دکھانی ہے۔ بلکہ اس کی تیاریوں کے ارادے سے لے کر اختتام تک مراد ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بزدل لوگ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی متزلزل ہو جائیں۔ جیسے منافق کئی مرتبہ میدان جنگ میں لڑنے سے پہلے ہی واپس ہو گئے۔

یونہی سب احادیث میں فعل ارادت کو محذوف ماننے میں کوئی چیز مانع نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ترجمہ میں اور حسن پیدا ہو جائے گا مثلاً۔

فاذا اکل احدکم فلیقل بسم الله۔

"جب تم میں سے کوئی شخص کھانے کا ارادہ کرے تو چاہے کہ وہ
بسم اللہ پڑھ لے۔ کیونکہ کھانے کے دوران کا تو حکم بھی نہیں۔"

یونہی اگلی حدیث کہ جب تم میں سے کوئی جوتا پہننے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ دائیں طرف سے شروع کرے۔

یونہی

جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد یا بازار سے گزرنے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ پھل کو اپنے ہاتھ میں تھام لے۔

یونہی

جب تو اللہ سے دعا کا ارادہ کرے تو دعا مانگتے وقت اپنی ہتھیلیوں کی اندرونی جانب سے دعا مانگ۔

یونہی

جب تم ذبح کرنے کا ارادہ کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔''

یونہی

جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنی صفوں کو درست کرو۔

جواب الجواب نمبر ۳:

حدیث مذکور (اذا صلیتم آه) کا ترجمہ تین طرح ممکن ہے۔

(۱) جب تم نماز جنازہ پڑھنے لگو تو (شروع میں) میت کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا مانگو۔

(۲) جب تم نماز جنازہ پڑھو تو نماز کے اندر میت کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا مانگو۔

(۳) جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ میت کے لئے دعا مانگو۔

قارئین کرام! آپ نے دلائل کی روشنی میں دوسرے جواب الجواب کے تحت دیکھ لیا کہ درست اور قوانین لغت ونحو اور اصول فقہ کے مطابق فقط تیسرا ترجمہ ہے۔

ہمیں حیرانگی تو اظہر دیوبندی پر ہے کہ دعویٰ تو یہ کیا کہ:

''اس (حدیث) سے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا مراد ہے مطلب اس روایت کا یہ ہے کہ جب تم میت پر جنازہ پڑھو تو (جنازہ کے اندر) اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔'' (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۳۱)

مگر اپنے دعویٰ پر جو دلائل پیش کئے ان میں ''اندر'' کا مفہوم تک نہیں ملاحظہ ہوں!

(۱) جب تم قرآن پڑھنے لگو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھو، حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق تو یہ ترجمہ تھا:

''جب تم قرآن پڑھنے لگو تو قرأت کے دوران تعوذ پڑھو۔''

(۲) ''جب تم ان سے کسی سامان کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔''

حالانکہ انکے دعویٰ کے مطابق یہ ترجمہ تھا۔

''جب تم ان سے کسی سامان کا سوال کرو تو سوال کے دوران پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔''

(۳) ''اے ایمان والو! جب تم کسی جماعت سے مقابلہ کرنے لگو تو ثابت قدمی اختیار کرو۔''

حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق یہ ترجمہ تھا:

''اے ایمان والو! جب تم کسی جماعت سے مقابلہ کرو تو مقابلہ کے دوران (یعنی ابتداء یا انتہاء میں نہیں فقط وسط میں) ثابت قدمی اختیار کرو۔''

(۴) ''جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے پس چاہئے کہ وہ بِسمِ اللہ پڑھے۔''

حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق یہ ترجمہ تھا:

''جب تم سے کوئی شخص کھانا کھائے تو کھانے کے دوران (یعنی شروع میں نہیں) بسم اللہ پڑھے۔''

(۵) ''جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہننے لگے پس چاہئے کہ وہ دائیں جانب سے ابتداء کرے آہ۔''

حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق یہ ترجمہ تھا!

''جب تم سے کوئی شخص جوتا پہنے تو جوتا پہنے کے دوران (ایک طرف کا پہن چکا دوسرے سے پہلے) دائیں جانب سے ابتداء کرے۔''

(۶) ''جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد یا بازار سے گزرنے لگے اس حالت میں کہ اس کے ہاتھ میں تیر ہو پس چاہئے کہ وہ اس کے پھل کو اپنے ہاتھ میں تھامے۔آہ''

حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق یہ ترجمہ تھا!

''جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد یا بازار سے گزرنے لگے تو گزرنے کے دوران (مطلب مسجد یا بازار کا کچھ حصہ تیر لئے گزر گیا تو اب) اس حال میں کہ اس کے پاس تیر ہو تو پس چاہئے کہ آہ۔

(۷) ''جب تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو تو اپنی ہتھیلیوں کی اندرونی جانب سے دعا مانگ۔''

حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق تو یہ ترجمہ تھا:

''جب تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو دعا کے دوران (مطلب دعا کا کچھ حصہ الٹے ہاتھوں سے مانگ کر) تو اپنی ہتھیلیوں کی اندرونی جانب سے دعا مانگ۔''

(۸) ''جب تم ذبح کرنے لگو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو''

حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق تو یہ ترجمہ تھا:

''جب تم ذبح کرو تو ذبح کے دوران (مطلب کچھ ذبح برے طریقے سے کر چکے ہو اب) اچھے طریقے سے ذبح کرو۔''

(۹) ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دینے لگے پس چاہئے کہ اس کو اچھے طریقے سے کفن دے۔''

حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق تو یہ ترجمہ تھا:

''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دینے لگے تو کفن کے دوران (مطلب کچھ قبیح طریقے سے دے چکا تو اب) پس چاہئے کہ اس کو اچھے طریقے سے کفن دے۔''

(۱۰) ''جب تم نماز پڑھنے لگو تو تم اپنی صفوں کو درست کرو۔''

حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق یہ ترجمہ تھا:

''جب تم نماز پڑھو تو نماز کے دوران تم اپنی صفوں کو درست کرو۔''

قارئین کرام! دیوبندی کے دعویٰ اور اس کے دلائل میں یہ عدم مطابقت دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا مقصد فقط اور فقط عوام الناس کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسانا ہے۔

ے تسبیح تو نے ڈال کر گردن میں اے صنم
کھینچا ہمہ کو مرغ بسمل کے جال میں

اعتراض از اظہر دیوبندی:

اظہر دیوبندی ہمارے ترجمہ حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے مزید کہتا ہے:

''نماز جنازہ پہلے سے ویسے ہی پڑھ لینی ہے بغیر اخلاص کے

دعا بعد میں اخلاص کے ساتھ مانگنی ہے حالانکہ یہ تو بالکل ہی
نامناسب بات ہے کیونکہ اخلاص تو جنازہ کے اندر مطلوب
ہے نہ کہ صرف بعد میں۔''

جواب الجواب:

آپ کا یہ بھونڈا اعتراض تو اس وقت معتبر ہوتا اگر ہم نے اس کے ترجمہ میں کوئی کلمہ حصر لکھا ہوتا جیسا کہ آپ نے اختراع کرتے ہوئے کہہ دیا ''اخلاص تو جنازہ کے اندر مطلوب ہے نہ کہ صرف بعد میں'' ہم نے یہ ''صرف بعد میں'' کا دعویٰ ہی کب کیا تھا؟ ہم تو ''مخلصین لہ الدین'' کے ماننے والے ہیں، اس لئے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسلمان کے تمام عقائد و اعمال میں اخلاص کی روح ہونی چاہئے۔ عام ہے کہ نماز جنازہ کے اندر ہو یا بعد میں بصورت دعا۔

اظہر دیوبندی کا دوسرا جواب:

مولوی اظہر الیاس نے اس جواب میں بھی کئی بھونگیاں ماریں جیسا کہ حدیث مذکورہ کا اپنے تائیں مطلب بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''میت پر نماز جنازہ فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے اگر کوئی
شخص نہ پڑھ سکے تو کوئی حرج نہیں مگر جب جنازہ پڑھنے کے
لئے حاضر ہوا ہے تو اخلاص کے ساتھ دعا کرے محض ریاکاری
اور نمود و نمائش مقصود نہ ہو۔'' (ص ۳۱)

جواباً ہم آپ کے پچھلے اعتراض کے اسلوب کے تحت کہتے ہیں کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اخلاص فقط دعا کے اندر ہونا چاہئے نہ کہ وہ جنازے کے لئے حاصل کی گئی پاکیزگی میں نہ ہی تکبیر تحریمہ میں، نہ ہی ثنا میں، نہ ہی دوسری

تکبیر میں، نہ درود پاک میں، نہ ہی تیسری اور چوتھی تکبیر میں، نہ ہی سلام میں، یہ تو بالکل ہی نامناسب بات ہے کیونکہ اخلاص تو پورے جنازہ میں ہے نہ کہ صرف دعا میں......!

پھر اس کے بعد اظہر دیوبندی کہتا ہے:

قارئین کرام! ہم نے جو دعویٰ کیا ہے کہ اس سے نماز جنازہ کے اندر کی دعا مراد ہے اس پر ہمارے پاس مندرجہ ذیل قرائن موجود ہیں۔ (ص ۳۱)

دیوبندی دعوے کا پہلا قرینہ:

پہلے قرینے کے تحت لکھا:

''مولانا کے اصول کے مطابق نماز جنازہ کے بعد کی دعا
ضروری ہو جاتی ہے کیونکہ ''فاخلصوا لہ الدعاء'' امر کا
صیغہ ہے (جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو تم پر واجب ہے کہ
اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔)''

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۳۱)

جواب الجواب:

آپ کا یہ کہنا کہ ہمارے اصول کے مطابق دعاء بعد جنازہ واجب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہاں صیغہ امر فاخلصوا استعمال ہوا، یہ آپ کے اصول و معانی سے ایک دم جاہل و بے خبر اور ناآشنا ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ صیغہ امر فقط وجوب کے لئے نہیں آتا کما زعمت، بلکہ یہ اور بھی کئی معانی کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے دوسرے باب میں آیت نمبر ۲ کے تحت حاشیہ اصول الشاشی اور دروس البلاغہ کے حوالے سے وجوب کے علاوہ پندرہ (۱۵) دیگر معانی بھی نقل کئے

ہیں۔ طالع لھا مرۃ اخریٰ۔

جائے تعجب ہے کہ آپ جیسے آدمی کو جو اصول سے اس قدر بے خبر ہے کو تخصص فی الفقہ کی ڈگری کس نے دے دی؟ آپ ایسا کریں ہمارے پاس آجائیں ہم آپ کو دوبارہ صحیح طور سے درس نظامی خصوصاً کتب اصول پڑھائیں گے، انشاء اللہ سارا نجدی زنگ اتر جائے گا۔

محتسب خام شکست من سراً او
سن بالسن والجروح قصاص

دیوبندی فاضل اس کے بعد کہتا ہے:

''فقہاء کرام نے فرائض وواجبات سنن مستحباب حتیٰ کہ آداب تک بیان کئے ہیں، اگر اس دعا کا کوئی حکم ہوتا تو ضرور فقہاء کرام اس کو ذکر فرماتے۔'' (ص ۳۱،۳۲)

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ذکر کئے گئے درجنوں قرآن وحدیث کے دلائل کے بعد آپ کے اس اعتراض کا کوئی تک ہی نہیں بنتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ اس دعا کا حکم فقہاء نے نہیں بیان کیا (حالانکہ ایسا ہرگز نہیں) اور جس چیز کو فقہاء نہ بیان کریں تو وہ قطعاً ناجائز ہوتی ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ نماز عید کے بعد دعا کرنا فقہاء نے کب بیان کیا؟ پھر تم کیوں اس کے استحباب کے قائل ہو؟ (جیسا کہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند کے حوالے سے گزرا) تیسری بات یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا ہی غلط ہے کہ اس کا حکم فقہاء نے نہیں بیان کیا، ملاحظہ ہو۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں:

احتمال دارد کہ بہ جنازہ بعد از نماز یا پیش از بقصد تبرک خواندہ

باشد چنانچہ آلآن متعارف است۔

''یعنی ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد یا پہلے برکت کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھی ہو جیسا کہ آج کل مشہور ہے۔'' (اشعۃ اللمعات ج۱،ص۷۱۳۱، مکتبہ رشیدیہ)

شیخ محقق کی تصریح سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنا سنت متواترہ ہے۔

اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن جزری متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

التعزية لصاحب المصيبة مندوبة، ووقتها من حين الموت الى ثلثه الايام۔

''مصیبت زدہ آدمی سے تعزیت کرنا مستحب ہے اور تعزیت کا وقت مرنے کے وقت سے لے کر تین دن تک ہے۔''

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱ ص ۳۱۵، مکتبہ شان الاسلام)

پھر اس بارے احناف کا مذہب اور تعزیت کی تعریف وحکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الحنفية قالوا رضی الله عنهم يستحب ان للال يقمصاب غفر الله لميتك وتجاوز عنه وتغمده برحمة۔

''احناف کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ مصیبت زدہ سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی میت کی مغفرت فرمائے اور اس کے گناہوں کو معاف فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانپے۔'' (ایضاً)

علامہ جزری کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ تعزیت مستحب ہے، اس کا وقت

مرنے کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے چاہے نماز جنازہ سے پہلے ہو یا بعد میں، پھر احناف کا تو مسلک ہی یہ بیان کیا کہ میت کے لئے دعا کی جائے۔

مزید ہمارے باب ششم کا مطالعہ کریں۔ اس میں ہم نے بعونہ تعالیٰ دس (۱۰) فقہا کے اقوال سے اس دعا کو ثابت کیا ہے۔

عبارتِ اعلیٰ حضرت سے دھوکہ دہی کی سعی مذموم:

اس کے بعد دیوبندی فاضل کمال چالاکی کے ساتھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی سعئ مذموم کرتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا واجب نہیں جبکہ تمہارا اصول واجب قرار دیتا ہے اور دبے لفظوں میں یہ بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ تمہارے اعلیٰ حضرت کے بقول جنازہ کے بعد دعا ضروری نہیں۔ مطلب نہیں مانگنی چاہئے۔

ملاحظہ ہو اظہر صاحب کی عبارت کہتے ہیں:

”پھر اسی طرح مولوی احمد رضا خاں صاحب کے بیان کے مطابق بھی یہ دعا واجب نہیں کیونکہ خانصاحب نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ میت کے لئے جنازہ کے بعد دعا واجب نہیں ہے۔“

لکھتے ہیں:

”دعا شرعاً ضروری نہیں ہے جتنی دعا ضروری تھی وہ ہو چکی۔“ (نماز جنازہ میں)۔“

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۳۲، از اظہر دیوبندی)

اس عبارت پر مزید تبصرے سے قبل ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پوری عبارت نقل کر کے اس کا صحیح مطلب واضح کریں اعلیٰ حضرت

فرماتے ہیں:

”غرض شرع مطہر میں تعجیل تجہیز بتاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ سے ممانعت اور نماز کے علاوہ شرعاً ضروری واجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں، شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ وہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں۔“ (فتاوئ رضویہ ج ۹، ص ۲۴۸، بذل الجوائز)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت میں واضح کرنا چاہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد ایسی دعائے طویل کرنا کہ جس کی وجہ سے میت کی تدفین میں دیر ہو جائز نہیں۔ بلکہ ممنوع ہے۔ کیونکہ شریعت نے مکمل تاکید کے ساتھ چاہا ہے کہ تدفین جلدی ہو، جب تک کہ کوئی شرعی ضرورت نہ ہو۔ کیونکہ نماز جنازہ کے بعد ایسی دعائے طویل کرنا کوئی شرع طور پر ضروری و واجب نہیں ہاں جتنی دعا واجب تھی وہ تو نماز جنازہ کے اندر ہو چکی۔ البتہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔ اس لئے مختصر دعا کرنی چاہئے۔ جو باعث تاخیر نہ ہو۔

یہ تو تھی عبارت اعلیٰ حضرت کی توضیح ادھر دیوبندی مولوی کو دیکھیں جو دبے انداز میں آپ کے حوالے سے عبارت یوں لکھ کر کہ ”دعا شرعاً ضروری نہیں“ یہ تاثر قائم کرنا چاہتا ہے کہ یہ دعا ضروری نہیں مطلب نہیں مانگنی چاہئے۔

اعلیٰ حضرت نے بھی وجوب کی نفی کی ہے استحباب کی تو نہیں، پھر طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے یہ رسالہ یعنی بذل الجوائز لکھا ہی نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت پر ہے۔ مگر دیوبندی فاضل کی چالاکی دیکھیں کہ اسی سے عبارت نقل کر کے نماز جنازہ کے بعد دعا کے عدم جواز پر سند لانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔

ع محفوظ پہرے دار کا گھر تک نہیں
اب بھیڑیے کو شہر کا ڈر تک نہیں

دیوبندی کے دعوے کا دوسرا قرینہ:

دیوبندی اپنے دعویٰ بے بنیاد پر دوسرے قرینے کے طور پر کہتا ہے:

''مولانا نے جو روایت پیش کی ہے اس پر ابن ماجہ نے جو باب قائم کیا ہے اس کا عنوان یہ ہے:...... باب ماجاء فی الدعا فی صلوٰۃ الجنازۃ...... باب ہے اس دعا کے متعلق جو نماز جنازہ کے اندر ہے اگر اس سے نماز جنازہ قبل الدفن باب ہے اس دعا کے متعلق جو نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل ہے۔''

دیوبندی کے دعوے کا تیسرا قرینہ:

پھر تیسرے قرینے کے تحت لکھا:

صاحب ابن ماجہ کے باب قائم کرنے سے صراحتاً معلوم ہو گیا کہ ...... اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء ...... والی روایت میں جس دعا کا ذکر ہے۔ اس سے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا مراد ہے۔ نہ کہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کی دعا۔

امام المحدثین حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی متوفی ۶۹۴ھ نے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والے دعا کیلئے باب باندھا ہے جن میں ۱۰ احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے، لیکن اس حدیث مبارکہ...... اذا صلیتم علی المیت...... الخ...... کو ان احادیث مبارکہ میں شمار نہیں کیا بلکہ اس حدیث مبارکہ کے لئے الگ باب باندھا ہے......''ذکر الاخلاص فی الدعا للمیت''......ملاحظہ فرمائیں۔

غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام۔

(ج ۳ ص ۵۵۷، بیروت، بحوالہ دعا بعد نماز جنازہ کا تحقیقی ثبوت ص ۸۶۔۸۵)

جواب الجواب نمبر ۲:

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ محدثین کی اپنی رائے ہے کہ کس حدیث کو کس باب کے تحت لے کر آنا ہے۔ یہ کوئی قرآن وسنت کا طے شدہ قانون تھوڑا ہے کہ جس باب میں جو حدیث بیان ہو اس سے مراد فقط وہی ہو سکتا ہے کوئی غیر نہیں۔ کیونکہ مضمونِ حدیث کسی محدث کے باب کے مضمون کا پابند نہیں ہوتا۔ کیونکہ کئی مواقع پر ایسا ہوتا ہے کہ محدث باب کسی اور عنوان پر باندھتا ہے اور اس کے تحت حدیث کسی اور عنوان کی لے کر آتا ہے۔ یعنی باب اور اس کے تحت درج حدیث میں مطابقت نہیں ہوتی۔ اس کی چند ایک مثالیں دیکھئے:

۱۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا:

باب الخطبة بعد العید

''باب عید کے بعد خطبے کا۔''

پھر اس کے تحت حدیث لے کر آئے:

عن البراء بن عاذب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن اول ما نبدأ في يومنا هذا ان نصلى ثم نرجع فننحر، فمن فعل ذلك فقد اصاب سنتنا، ومن نحر قبل الصلوٰة فانما هو لحم قدّمه لاهله، ليس من النسك فى شئ فقال رجل من الانصار يقال له ابو برده بن نيار: يارسول الله

ذبحت وعندی جذعة خير من مسنة فقال:
اجعله مكانه ولن توفى او تجزى عن احد بعدك۔

"حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج کے دِن سب سے پہلے جو کام ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں گے پھر ہم واپس لوٹیں گے تاکہ قربانی کریں تو جس نے اس طرح کیا تحقیق اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز عید سے قبل ہی قربانی کرلی تو وہ فقط اس کا گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے تقدیماً تیار کرلیا۔ وہ قربانی نہیں ادا ہوئی ایک انصاری مرد جسے ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں تو (نماز عید سے پہلے ہی) ذبح کرچکا۔ اب میرے پاس ایک جذعہ ہے جو مسنہ سے بہتر ہے۔ فرمایا تو اسی کی قربانی کرلے۔ اب تیرے بعد کسی کو بھی وہ کفایت نہیں کرے گا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

اما حديث البراء فظاهره يخالف الترجمه۔

"بہر کیف حدیث براء کا ظاہر ہی بتاتا ہے کہ یہ ترجمۃ الباب کے مخالف ہے۔" (فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۶،۵۷۷، قدیمی کتب خانہ)

۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا:

باب یھوی بالتکبیر حین یسجد۔

"باب سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہنے کا۔"

اس کے تحت حدیث یہ درج کی:

وقال نافع: كان ابن عمر يضع يديه قبل ركبتيه۔

"حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر ہاتھ رکھتے تھے پھر گھٹنے رکھتے۔"

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

واستشكل ايراد هذا الاثر فى هذه الترجمة۔

یعنی امام بخاری کا اس باب میں اس حدیث کو لانا سمجھ سے بالاتر ہے۔
(فتح الباری ج ۲ ص ۳۷۰ـ۳۷۱، قدیمی کتب خانہ)

(۳) یونہی محشی بخاری شریف احمد علی سہارنپوری بھی ایک مقام پر لکھتے ہیں:

قلت لا مطابقة بين الحديث والترجمة اصلا فانه لا يدل على شئ من الحيل۔

"میں کہتا ہوں کہ حدیث اور اس کے ترجمہ میں ذرہ بھر مطابقت نہیں کیونکہ حدیث مبارکہ حیل میں سے کسی پر بالکل دلالت نہیں کرتی۔"

(بخاری شریف ج ۲، ص ۱۰۲۸، حاشیہ نمبر ۱۸، قدیمی کتب خانہ)

باب اور اس میں درج حدیث کے درمیان عدم مطابقت کی ہم نے بطور نمونہ کے تین امثلہ پیش کیں، بوقت ضرورت اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔

اب بتائیے اظہر صاحب ابن ماجہ و بیہقی کی حدیث مبارکہ کی تاویل کر کے دعا بعد جنازہ قبل دفن مراد لی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

اگر جواب "نہیں" میں ہو تو ان تینوں امثلہ کا جواب دیجئے! اور اگر "ہاں" میں ہو تو بسم اللہ فھو مقصودنا۔

اور اگر پھر بھی نہ مانو کی ضد سے باز نہ آؤ اور کہو کہ یہ باب تو نہیں محدثین نے قائم کیا کہ...... "باب ماجاء فی الدعاء بعد الصلوٰۃ قبل الدفن "...... اگر یہ عنوان ہوتا تو ہم مان جاتے چونکہ نہیں ہے لہٰذا کیسے مانیں! تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں...... "عدم الذکر لایدل علی عدم الشئ "...... یعنی کسی چیز کا ذکر نہ کرنا اس کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ محدثین تو چیز کے عدم ذکر سے بھی اس کے وجود پر استدلال کر لیتے ہیں۔ دلیل ملاحظہ ہو۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا:

باب ما قیل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحول ردائہ فی الاستسقاء یوم الجمعۃ۔

"باب اس بارے جو کہا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دِن استسقاء میں اپنی چادر نہیں الٹی۔"

اس کے تحت حدیث لے کر آئے:

عن انس بن مالک ان رجلا شکا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلاک المال وجھد العیال فدعا اللہ یستسقی۔

"انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں مال تباہ ہونے اور بچوں کی زحمت اٹھانے کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کی۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ولم یذکر أنہ حول رداءہ ولا استقبل القبلۃ۔

"راوی نے نہ یہ ذکر کیا کہ آپ نے اپنی چادر پلٹی اور نہ ہی یہ کہ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔"

(بخاری شریف ج ۱، ص ۱۳۸، ۱۳۹، قدیمی کتب خانہ)

جی جناب بندہ! دیکھا آپ نے کہ اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ ترجمہ میں تو "لم یحول رداءہ" کے الفاظ ہیں مگر حدیث میں نہیں، پھر بھی عدم تحویل رداء پر استدلال کیا گیا تو جب عدم ذکر شیء سے وجود شیء پر استدلال کرنا شائع ہے تو ہم کیوں نہیں کر سکتے؟ ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی کوئی نادان اس دعا کا انکار کرے تو کیا کہیے!

مجھ سے سب کہتے ہیں کہ رکھ نیچی نگاہ اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو عیاں ہو کر

دیوبندی کے دعوے کا چوتھا قرینہ:

پھر چوتھے قرینہ کے تحت لکھا:

"اگر فاخلصوا لہ الدعا سے مراد جنازہ کے متصل بعد دعا کرنا ہوتا تو ضرور کسی نہ کسی روایت میں ہوتا، لیکن ذخیرہ احادیث میں ایک روایت بھی نہیں پیش کی جا سکتی جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی جنازہ پر سلام کے بعد دفن سے قبل دعا مانگی ہو۔" (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۳۳)

جواب الجواب:

چمگادڑ کو اگر نصف النہار کا سورج بھی نہ نظر آئے تو اس میں سورج کا کیا قصور؟ ذخیرہ احادیث میں کئی روایات ہیں مگر کور نظر کو کیا نظر آئیں؟

غور کریں اوّل یہی حدیث مبارکہ، پھر پڑھیے ہماری نقل کردہ کثیر

احادیث خصوصاً حدیث نمبر ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹۔

دیوبندی دعوئے کا پانچواں قرینہ:

پھر پانچویں قرینے کے تحت لکھا ہے کہ

''پھر اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس حکم کی تعمیل کرتے لیکن کسی روایت میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل مذکور نہیں۔''

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۳۳)

جواب الجواب:

بولئے بولئے جھوٹ باندھیے افتراء شرع شریف پر جو کہ آپ کا وطیرہ ہے۔ مگر ایک نگاہ ہمارا پچھلا جواب الجواب ضرور دیکھ لینا۔

دیوبندی دعوے کا چھٹا قرینہ:

چھٹے قرینے کے تحت لکھا:

''پھر فقہاء کرام اس دعا کو مکروہ کیوں کہتے ہیں کیا وہ...... ''اذا صلیتم علی المیت''...... والی روایت سے ناواقف تھے کیا وہ شرط ''وجزا، فاء تعقیب مع الوصل'' والے ضابطے سے ناواقف تھے؟'' (ص ۳۳)

جواب الجواب:

فقہاء کرام نہ اس روایت سے ناواقف تھے اور نہ ہی ان قوانین سے بلکہ ان کی مراد سمجھنے سے تم قاصر اور ناواقف ہو۔ رہا یہ سوال کہ انہوں نے مکروہ کیوں کہا تو ان شاء اللہ عنقریب اس کا جواب بھی آرہا ہے بس ذرا صبر کیجئے۔

عقدہ صاف کھل جائے گا۔

دیوبندی دعوے کا ساتواں قرینہ:

پھر ساتویں قرینہ کے تحت لکھا:

''مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

ثم یخلص الدعاء للمیت ثم یسلم۔

کہ میت کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کی جائے پھر سلام پھیرا جائے۔'' (ص ۳۳)

جواب الجواب:

آپ کی پیش کردہ حدیث تو فقط یہ ثابت کر رہی ہے کہ نماز جنازہ کے اندر اخلاص کے ساتھ دعا مانگی جائے اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے، کہ جنازے کے بعد اخلاص یا دعا یا پھر دعا مع الاخلاص کا وجود نہیں ہوتا۔

دیوبندی کا تیسرا جواب:

اس جواب میں فاضل دیوبندی نے کئی ایک باتیں کیں جن کو ہم ترتیب وار بیان کر کے ان کے جواب الجواب پیش کریں گے۔ پہلی بات شرط و جزا کے مابین تغایر پر بحث کرتے ہوئے کہا:

''مولانا نے فرمایا شرط اور جزا میں تغایر ہوتا ہے، ہمیں یہ بات بالکل تسلیم ہے، لیکن ایک بات یاد رکھنے کے بہت قابل ہے وہ یہ ہے کہ یہ تغایر کبھی ذات اور ذات کا ہوتا ہے جیسے ...... فاذا طعمتم فانتشروا ...... میں کھانا الگ ایک حقیقت ہے اور انتشار الگ ایک حقیقت ہے۔''

کبھی یہ تغایر جزء اور کل کا تغایر ہوتا ہے جیسے: **اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم** میں مطلق قرآن پڑھنا کل ہے اور صرف...... **اعوذباللہ**...... پڑھنا جزء ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ...... **اعوذباللہ**...... بالکل قرآن کریم کے مغایر ہے۔ اسی طرح یہ تغایر کبھی مطلق اور مقید کا ہوتا ہے جیسے:

اذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب۔

جملہ شرطیہ میں جو سوال ہے وہ مطلق ہے اور جملہ جزائیہ میں جو سوال ہے وہ...... **من وراء**...... کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جملہ شرطیہ میں جو سوال ہے وہ اس سوال کے بالکل مغایر ہے جو جملہ جزائیہ میں ہے۔

اسی طرح سمجھنا چاہئے مطلق نماز جنازہ (جس میں ثناء، درود شریف کا پڑھنا اور باوضو ہو کر قبلہ رخ ہو کر قیام کرنا سبھی کچھ شامل ہے) مطلق ہے اور میت کے لئے دعا مانگنا جزاء ہے شرط اور جزاء کے لئے اتنا تغایر کافی ہے۔ (ص ۳۴،۳۳)

جواب الجواب نمبر ۱:

اس بحث سے بھی مولوی صاحب کے کچھ ہاتھ نہیں آیا، کیونکہ جو اس نے مثالیں دیں اولاً تو وہی اس کے دعوے پر صادق نہیں آتیں، کیونکہ اس نے...... **اذا قرأت آہ میں جزء و کل**...... کے تغایر کا دعویٰ کیا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ان میں بھی ذات اور ذات تغایر ہے، یعنی جملہ شرطیہ میں فعل...... ''**اردت**''...... محذوف ہو گا کما مرّ بالتفصیل، تو نتیجہ یہ ہے کہ اس میں فعل...... ''**اردت**''...... اور فعل تعوذ دو الگ الگ ذاتیں ہیں۔

اسی طرح...... ''**اذا سالتموھن**''...... میں مطلق و مقید کے تغایر کا دعویٰ کیا گیا حالانکہ یہ بھی درست نہیں کیونکہ یہاں بھی دو الگ الگ ذاتوں کے

مابین تغایر ہے۔ نمبر ۱ سوال کے لئے جانا، نمبر ۲ سوال کرنا۔

(ماخوذ از ترجمہ محمود الحسن دیو بندی)

رہا حدیث مبارکہ...... ''**اذا صلیتم**''...... کے بارے یہ کہنا کہ اس میں مطلق اور جزء کے مابین تغایر ہے۔ ایسی بھونڈی منطق فقط دیو بندی حضرات کو ہی زیب دیتی ہے، کیونکہ یہ کس فن کا قاعدہ ہے کہ مطلق اور جزء کے درمیان بھی تغایر ہوتا ہے؟ کیونکہ تغایر ہو تو مطلق و مقید کے مابین ہو یا پھر کل و جزء کے مابین ہو۔

اب جبکہ حدیث میں...... **تغایر مابین مطلق و جزء**...... نہیں بلکہ...... **تغایر مابین ذاتین**...... یعنی نماز جنازہ و دعا ثابت ہوا تو ہمارا دعویٰ...... **کما کان**...... ثابت کہ نماز جنازہ کے بعد قبل دفن دعا مانگنا حدیث مبحوث عنہ سے ثابت ہے۔

اس کے بعد ہمارے اس دعوے کہ ''یہ (فاء کا تعقیب مع الوصل کے آنا) اس کا حقیقی معنیٰ ہے، بغیر کسی دلیل کے مجازی معنی کی طرف پھیرنا یعنی کوئی اور معنی مراد لینا درست نہیں'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

''ان کی یہ بات اصول سے بے خبری پر مبنی ہے۔''

اولاً:

تعقیب و تاخیر جس طرح زمانی ہوتی ہے ایسے ہی رتبی بھی ہوتی ہے اور جزا کے لئے یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ زمانہ کے لحاظ سے شرط سے مؤخر ہو بلکہ بسا اوقات جزاء شرط کے لئے علت ہوتی ہے اور علت کا معلولہ پر مقدم ہونا ایک بین امر ہے، علماء اصول نے اس کی تصریح کی ہے کہ:

اذا الجزاء قد تکون علة للشرط کان وجدا النهار

فالشمس طالعة ۔ (شرح تلویح ص ۲۴۱)

کبھی جزاء شرط کے لئے علت ہوتی ہے جیسے مثال مذکور میں ہے...... ان وجد النهار فالشمس طالعة ...... اگر دن موجود ہے تو سورج نکل چکا ہے۔

باقی تفسیر نعیمی میں لکھا ہے کہ ''ہر جگہ فاء تعقیب مع الوصل کے لئے نہیں آتی'' چنانچہ لکھا ہے کہ:

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۔ (سورۃ الاعراف: ۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گذشتہ قوموں کو ہلاک پہلے کیا گیا اور ان پر عذاب بعد میں آیا کہ ارشاد ہوا:

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا (سورۃ الاعراف: ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ ہلاکت عذاب سے پہلے ہوئی حالانکہ عذاب پہلے ہوا وہ ہلاک بعد میں ہوئے۔

جواب:

تفسیر کبیر میں اس اعتراض کے تین جواب ہیں:

اَهْلَكْنٰهَا کے معنی اردنا اهلاكهم ...... ہم نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا جیسے...... اذا قمتم آه۔

یہاں فاء ترتیب کی نہیں بلکہ تفصیل کی ہے۔ یعنی ہم نے ان کو اس طرح ہلاک کیا کہ ان پر ہمارا عذاب آیا...... الخ۔

ہلاکت اور عذاب ایک ہی چیز تھے، ایک ہی ساتھ واقع ہوئے۔ اہل عرب ایسے موقع پر فاء بول دیتے ہیں جیسے...... اعطیتنی فاحسنت الی ...... دیکھیں عطاء اور احسان ایک ہی چیز ہے مگر فاء درمیان میں آئی۔

(تفسیر نعیمی ج ۸، ص ۳۵۳، نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۳۵، ۳۴)

جواب الجواب نمبر ۲:

بے بنیاد لایعنی اور غیر مفید باتیں کرنا شائد دیوبندی فاضل کی عادت ثانیہ ہے۔ اس لئے کہ اس ساری بحث کا اس کو ذرہ بھر فائدہ نہیں کیونکہ یہ تو اس کو تب مفید ہوتی اگر وہ اس کے ذریعے ہمارے اس دعوے کو توڑ سکتا کہ ''فاء کا تعقیب مع الوصل کے لئے ہونا اس کا حقیقی معنی ہے مگر اس کی تو اسے ہمت نہ ہو سکی۔ ایک دم یہ ثابت کرنے سے قاصر و عاجز رہا کہ یہ اس کا حقیقی معنی نہیں ہے۔

پھر حضرت کی علمیت پر کون نہ قربان جائے کہ دعویٰ تو یہ کیا کہ بسا اوقات جزاء شرط کے لئے علت ہوتی ہے اور مثال پیش کرنے پہ آئے تو یہ...... ''قد تکون علة'' ...... آہ اب اس بھلا متخصص صاحب کو نحو کا یہ ابتدائی قانون کون سمجھائے کہ یہاں قد تقلیل کے لئے ہے کیونکہ مضارع پر داخل ہے۔

؎ اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

آپ تو ہمارے دعوے کو نہ توڑ سکے نہ ہی توڑ سکو گے، لیکن ہم برائی کو جڑ سے نکالنے کی خاطر ثابت کرتے ہیں کہ آپ کی پیش کردہ مثال (یعنی جزا شرط کے لئے علت ہوتی ہے) ہی فاء کے مجازی معنوں سے ہے۔ ملاحظہ ہو۔

صاحب فصول الحواشی اصول الشاشی کی عبارت...... ''وقد یکون الفاء لبیان العلة'' ...... کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

لكن اذا دخلت على العلة يشترط ان يكون لها دوام ...... لانها اذا كانت دائمة فى حالت الدوام متراخية عن ابتداء الحكم فكان فى العلة معنى التعقيب من وجه فيستقيم دخول الفاء على

العلة لثبوت التراخی فیها لکنه لما لم یکن متراخیا حقیقة کان جعله بمعنی العلة مجازا حتیٰ لایصار الیه الاعند التعذر۔

ترجمہ: ”لیکن فاء جب علت پر داخل ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس میں دوام ہو، اس لئے کہ جب وہ (علت) دائمہ ہو تو حالت دوام میں وہ حکم کی ابتداء سے متراخی ہوگی، گویا درایں صورت علت میں تعقیب کا معنی من وجہ پایا گیا، تو فاء کا علت پر داخل ہونا اس میں ثبوت تراخی کی وجہ سے درست قرار پایا، لیکن جب اس میں تراخی حقیقتاً ہو تو اس کو علت کے معنی میں قرار دینا مجاز ہوگا حتیٰ کہ مجاز کی طرف نہیں جایا جائے گا سوائے بوقت تعذر۔

(فصول الحواشی ص ۲۷۸۔۲۸۹، مکتبۃ الکرم)

عند التعذر کے تحت بین السطور حاشیے میں یوں ہے:

ای تعذر الحقیقة وهی العطف۔

یعنی حقیقی معنی جو کہ عطف ہے کہ متعذر ہونے کے وقت۔

جناب بندہ! فصول کی یہ ساری عبارت پھر خصوصاً اس کے حاشیے کو بار بار پڑھیں اور فیصلہ کر کے بتائیں کہ کیا ایسا نہیں کہ جو ہم نے فاء کے حقیقی معنی تعقیب مع الوصل ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ بالکل درست تھا؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ کی تحریر بے تحقیق باطل وعاطل ہے؟؟؟

کیا ایسا نہیں کہ اصول سے بے خبر آپ ہیں؟؟؟

اپنی حالت یہ اور اصول سے بے خبری کے طعنے ہمیں!!

یہ قصور امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
تم الزام ہمیں دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

جواب الجواب نمبر ۳:

اس کے بعد دیوبندی فاضل نے اپنے بے بنیاد دعوے کو سہارا دینے کے لئے مفسر شہیر مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو بے جا سند بنانے کی ناکام کوشش کی۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اس عبارت کو نقل کرنے کا آپ کو کیا فائدہ ہوا؟ کیا مفتی صاحب نے اس مقام پر کہیں لکھا کہ فاء کا حقیقی معنی تعقیب مع الوصل نہیں ہے بلکہ تفصیل ہے؟ یا یہ لکھا کہ فاء کا حقیقی معنی فقط فاء کے معطوف علیہ اور معطوف کا شئ واحد ہونا ہے؟

کاش اس منقولہ عبارت کے ساتھ مفتی صاحب کی یہ عبارت بھی نقل کر دیتے کہ:

”چونکہ اهلکنا کے معنی تھے ہم نے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا لہٰذا فجاءنا کی فاء تعقیبیہ ہے۔“

(تفسیر نعیمی ج ۸، ص ۳۵۰، مکتبہ اسلامیہ گجرات)

مگر آپ یہ عبارت بھلا کیوں نقل کرتے، اپنے پاؤں پر بھلا کون نادان کلہاڑیاں مارتا ہے؟ آپ کو تو روباہی فریب دینے کی کوشش کرنا تھی سو وہ آپ نے اپنے تائیں کر لی۔

دیوبندی عقل کو رب عقل دے یہ لوگ افتراء و بہتان سے ذرا نہیں شرماتے، یہاں پر ہی دیکھ لیں پورے کا پورا جملہ تیار کر کے مفتی صاحب کی طرف منسوب کر دیا، چنانچہ اظہر صاحب لکھتے ہیں:

"باقی تفسیر نعیمی میں لکھا ہے کہ "ہر جگہ فاء تعقیب مع الوصل کے لئے نہیں آتی۔" (ص ۳۴)

حالانکہ اس مقام پر تفسیر نعیمیمیں کہیں پر بھی یہ جملہ موجود نہیں۔

آہ اس حادثہ دوراں کو کیا نام دیجئے

بتوفیق اللہ ہم نے ثابت کر دیا کہ فاء کا حقیقی معنیٰ تعقیب مع الوصل ہے، اس کے علاوہ اگر کسی معنی کے لئے آئے تو وہ مجاز ہوگا جس کے ثبوت کے لئے بھی کسی قرینہ کی ضرورت ہوگی۔

دیوبندی کا چوتھا جواب:

دیوبندی چوتھے جواب کے تحت لکھتا ہے کہ:

"چوتھے جواب سے پہلے تمہید ایک بات ذکر کی جاتی ہے، عربی گرائمر کے اعتبار سے عربی کا قاعدہ ہے کہ اذا جب فعل ماضی پر داخل ہو تو ماضی کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے:

ومنها اذا كانت زمانية للمستقبل اى للزمان المستقبل وان كان داخلةً على الماضى۔

ترجمہ: "اور ظروف مبینہ میں سے ایک اذا ہے جبکہ وہ زمانیہ ہو تو مستقبل کے لئے آتا ہے (زمانہ استقبال کے لئے اگرچہ ماضی پر داخل ہو)۔"

قارئین کرام! مولانا نے جو...... **اذا صلیتم** ...... والی روایت پیش کی ہے۔ اس میں ...... **صلیتم** ...... ماضی کا صیغہ ہے اس کے شروع میں اذا ہے اب مذکورہ قاعدہ کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھنے لگو تو

اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔ (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۳۵)

جواب الجواب:

جناب من! ہم آپ کے بیان کردہ عربی گرائمر کے قانون سے اتفاق کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ اگر یہ ہمارا ترجمہ آپ کی نگاہ میں عربی گرائمر کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے درست نہیں تو درج ذیل تراجم کا کیا جواب ہے؟

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ ...الخ (سورۃ الجمعۃ:۱۰)

"پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے۔" (ترجمہ از تھانوی)

"پھر جب تمام ہو چکے نماز۔" (ترجمہ از محمود الحسن)

فَإِذَا طَعِمْتُمْ ...الخ (سورۃ الاحزاب:۵۳)

"پس جب کھانا کھا چکو۔" (ترجمہ از تھانوی)

"پھر جب کھا چکو۔" (ترجمہ از محمود الحسن)

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ ۔ (سورۃ البقرۃ:۲۰۰)

"پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکو" (ترجمہ از تھانوی)

"پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام۔" (ترجمہ از محمود الحسن)

فَإِذَآ أَمِنْتُمْ ...الخ (سورۃ البقرۃ:۲۳۹)

"پھر جب تم کو اطمینان آ جاوے۔ الخ" (ترجمہ از تھانوی)

اسی طرح سورۃ النساء کی آیت ۱۰۲، ۱۰۳، سورۃ المومنون کی آیت ۲۸، جن پر تفصیل سے بحث کر آئے۔ ان سب کے تراجم کو دوبارہ پڑھیئے اور بتایئے کہ کیا ان آیات میں یہ عربی گرائمر کا قاعدہ نہیں پایا جاتا؟ کیا ان میں ...... "اذا" ظرف زمانیہ فعل ماضی پر داخل نہیں؟ کیا اس قاعدہ نے ان میں اجرا کر کے ان آیات کے مضمون کو مستقبل میں بدلا؟ یہ سب کچھ موجود ہونے کے باجود پھر کیا

وجہ ہے کہ آپ کے بزرگوں نے ان کا مستقبل والا یعنی "کرنے لگو" والا معنی کیوں نہیں کیا؟ یا تو اس قانون ابتدائی سے آپ کے بزرگ بے خبر تھے یا پھر آپ کی یہ تقریر حدیث اذا صلیتم کے بارے میں تاویل القول بما لا یرضی قائله......کی مصداق!

دیکھئے ان تراجم کا جواب:

فما جوابکم فهو جوابنا۔

مجھے یہ فکر کہ جو بات ہو مدلل ہو
وہاں یہ حال کہ بس "ہاں تو ہاں" نہیں تو نہیں

دیو بندی کا پانچواں جواب:

پانچویں جواب کے تحت دیو بندی اظہر الیاس لکھتا ہے:

"مولانا نے......اذا صلیتم......والی روایت کے ترجمہ میں حضرت محقق عبدالحق دہلوی کا جو قول (جو نماز گزارید برمیت خالص کنید برائے دی دعارا) پیش کیا ہے۔ حضرت شیخ کی عبارت تو درست ہے مولینا نے اس شعر کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ کیونکہ گزار پر جو صیغہ ہے یہ مضارع کا صیغہ ہے۔ مضارع میں زمانہ موجود اور آئندہ دونوں آتے ہیں۔" (ص ۳۵)

پھر چلے فارسی گرامر سمجھانے بعدہ کہتے ہیں:

"فارسی گرائمر کے اعتبار سے اس کا ترجمہ یہ ہوگا جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھنے لگو تو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرو، جبکہ مولینا نے اس کا ماضی والا ترجمہ کیا ہے۔ آپ حضرات کو

مولینا کی تحقیق اندازہ ہو ہی گیا ہوگا مستقبل کی جگہ پر ماضی والا ترجمہ کر رہے ہیں۔ یہ تھی مولینا کی تحقیق۔" (ص ۳۶)

جواب الجواب:

کہتے ہیں ایک انگلی کسی کی طرف کریں تو تین اپنی طرف ہوتی ہیں۔ کچھ اسی طرح کی صورت حال اظہر صاحب کو درپیش ہے۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت شیخ محقق کا یہ کلام نظم میں نہیں بلکہ نثر میں ہے پھر شعر کے لئے ٹھہرا؟

دوسری بات ہمارے ترجمہ کی درستگی کو ایک مثال کے ذریعے سمجھئے۔

اظہر صاحب نے ٹوبہ ٹیک سنگھ سے کسی شخص کو لاہور بھیجنا تھا اور حکم صورت ایں جاری کیا کہ "تم نے دو دن کے بعد لاہور جانا ہے اور وہاں سے کتابیں خریدنی ہیں اور ہاں جیسے ہی کتابیں خرید لو فوراً واپس آجانا ہے۔ کیا اس حکم کو یوں بھی نہیں تعبیر کیا جا سکتا؟ تم جیسے ہی کتابیں خرید چکو فوراً واپس آجانا ......"بعبارة اخری"......تم جیسے ہی کتابیں خرید لو فوراً واپس آجانا۔ جس طرح یہاں پر کام کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہونے کے باوجود بصیغہ ماضی "چکو" والا ترجمہ کیا گیا یوں ہی ترجمہ حدیث میں بھی گزارید کا ترجمہ بصیغہ ماضی "چکو" کیا جائے گا نہ کہ اس طرح کہ "پڑھنے لگو" پھر گواہی اپنے گھر سے لیجئے۔ نواب قطب الدین خاں اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کہ تم پڑھو نماز میت پر پس خالص کرو اس کے لئے دعا۔" (مظاہر حق ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز)

دیکھا آپ نے "پڑھنے لگو" والا ترجمہ تو آپ کے نواب صاحب نے

بھی نہیں کیا۔

تیسری بات ہے کہ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ صیغہ کی مخالفت ترجمہ کی وجہ سے ہمارا ترجمہ درست نہیں تو اس ترجمہ کا کیا جواب ہے؟

اقتربت الساعۃ۔ (سورۃ القمر:۱)

''قیامت نزدیک آ پہنچی۔'' (ترجمہ از تھانوی)

یہاں پر بھی تھانوی صاحب صیغہ اور اس کے ترجمہ کی مخالفت کر گئے۔ کیونکہ...... ''اقتربت'' ماضی...... مطلق کا صیغہ ہے لیکن ترجمہ مستقبل والا کیا گیا۔

اظہر صاحب کی حدیث جنازہ حضرت طلحہ کے حوالے سے مغالطہ آفرینی:

ہم نے پمفلٹ میں انوار الباری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی تھی کہ:

''حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابی طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز پڑھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔''

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے اظہر صاحب لکھتے ہیں:

''اس روایت سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہاں پر حضور ﷺ نے دفن کے بعد دعا مانگی ہے۔ جبکہ ہمارے اور فریق مخالف کے درمیان جو اختلاف ہے وہ ہے نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کے بارہ میں (ہے)۔''

(نماز جنازہ کے بعد دعا کے حکم میں ۳۷)

جواب الجواب نمبر ۱:

یہ روایت ہم نے اس لئے نقل کی تھی کہ عام طور پر جب دیوبندی حضرات نماز جنازہ کے بعد دعا کا انکار کرتے ہیں تو اس بات کی وضاحت نہیں کرتے کہ ہم تو فقط بعد نماز قبل دفن دعا کے منکر ہیں اور بعد دفن کی دعا کے قائل

ہیں، لیکن کہہ کر بھی آپ جان نہیں چھڑا سکتے کیونکہ اب ہم مزید برآں انوار الباری کے حوالے سے ہی ایک حوالہ نقل کر رہے ہیں جو مکمل طور پر ہمارے دعوے کی تائید اور آپ کے خیال باطل کو بیت عنکبوت کی طرح ریزہ ریزہ کر دے گا، ملاحظہ ہو، آپ کے امام العصر انور شاہ کشمیری کہتے ہیں:

''یہاں بھی نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر ہے، جس کا ہمارے سلفی بھائی اور نجدی بھائی انکار کرتے ہیں اور اس کو بدعت کہتے ہیں۔ اسی لئے حرمین اور سارے قلمرو نجد وحجاز میں نمازوں کے بعد اجتماعی دعاء موقوف ہوگئی بھلا جس امر کا ثبوت خود حضور اکرم ﷺ سے ہوا ہے، وہ بھی کبھی بدعت ہو سکتی ہے یہ بے جا تشدد نہیں ہے تو اور کیا ہے؟''

(انوار الباری ج ۱۹، ص ۳۰۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

جناب متخصص صاحب اس حوالے کو غور سے پڑھیئے اور اپنی سوچ پر ماتم کیجیے کیونکہ اس حوالے نے آپ کی تحقیق پر پانی پھیر دیا ہے۔ کیونکہ قبل دفن و بعد دفن کی تفریق نہ ہی آپ کے امام العصر نے کی اور نہ ہی ان کے افادات کے جامع احمد رضا بجنوری صاحب نے کی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دعا نماز جنازہ پڑھ کر دفن سے پہلے مانگی جائے یا بعد میں دونوں طرح جائز ہے۔

ے اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

اظہر صاحب جاتے جاتے پھر کہتے ہیں:

''پھر دوسری بات یہ ہے کہ آیا کسی فقیہ یا مجتہد نے اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کی دعا کا اثبات

کیا ہو اگر ہے تو پیش کریں لہٰذا اس روایت سے بھی مولانا کا
استدلال کرنا درست نہ ہوگا۔" (ص ۳۷،۳۸)

جواب الجواب نمبر ۲:

جناب بندہ! ذرا خوابِ خرگوش سے بیدار ہوں اور دل کی آنکھوں سے ہمارے پہلے جواب الجواب کو بغور پڑھیں پھر بتائیں کہ آپ کے اس سوال کا شافی وکافی جواب پیشگی ملا کہ نہیں؟

حدیث نمبر ۳۴ (شہداء موتہ والی) سے دھوکہ دہی کی کوشش:

اس کتاب میں درج ہماری محولہ حدیث نمبر ۳۴ جو ہم نے پمفلٹ میں بھی نقل کی تھی دیوبندی فاضل نے اس کی بھی غلط تعبیر کر کے دھوکہ دہی کی بھر پور کوشش کی اور اپنے تائیں اس کے چار جوابات لکھ ڈالے، ہم انشاء اللہ بالترتیب چاروں کو لکھ کر جواب الجواب پیش کریں گے جو فریق مخالف کی دھوکہ دہی کی قلعی کھول کر رکھ دیں گے۔

دیوبندی کا پہلا جواب:

دیوبندی اس کے تحت لکھتا ہے:

"یہ روایت واقدی کی ہے۔ اس روایت سے شوافع حضرات غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرتے ہیں۔ علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں شوافع کے استدلال میں اس روایت کو نقل کر کے اس کی تضعیف فرمائی ہے۔"

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

فمافی المغازی فمرسل۔

"کہ مغازی میں واقدی کی جو روایت ہے یہ مرسل ہے۔"
لہٰذا نا قابل احتجاج ہوگی۔" (ص ۳۸)

جواب الجواب نمبر ۱:

اے حضرت مخصص آپ کو اگر اصول حدیث کے ساتھ ادنیٰ سی ممارست بھی ہوتی تو ہرگز یہ اعتراض کرتے ہوئے حدیث مرسل کی حجیت کا انکار نہ کرتے کیونکہ احناف کے ہاں حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہے۔ ملاحظہ ہوں اس کے دلائل:

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وعند ابی حنیفة ومالك المرسل مقبول مطلقا۔

"امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔"

(مقدمہ مشکوٰۃ ص ۴، قدیمی کتب خانہ)

الایضاح فی علوم الحدیث والاصطلاح میں ہے:

المرسل حجة مطلقا وهو منقول عن الامام مالك بن انس والامام ابی حنيفة وفقهاء مذهبهما۔

"یعنی حدیث مرسل مطلقاً قابل احتجاج ہوتی ہے۔ یہی امام مالک بن انس اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دونوں ائمہ کے مذاہب کے تمام فقہاء سے منقول ہے۔" (الایضاح ص ۱۳۸، بیروت)

تقریب النواوی میں ہے:

"حدیث مرسل امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث صحیح مقبول ہے۔" (ص ۱۹۸)

جواب الجواب نمبر ۲:

اولاً تو حدیث مرسل ہوتی ہی مطلقاً حجت ومقبول ہے نہ کہ ضعیف اور اگر علی سبیل التنزل مان لیا جائے کہ حدیث مرسل ضعیف ہوتی ہے تو پھر بھی ہمیں اس کا نقصان نہیں اور آپ کو اس کا فائدہ نہیں۔ کیونکہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں احناف کے نزدیک مطلقاً قابل عمل ہوتی ہے دلیل ملاحظہ ہو،، ایضاح میں ہے:

المذهب الثانی، یعمل بالحدیث الضعیف مطلقا ان لم یشتد ضعفه ولم یکن فی الباب سواه ووجه الاطلاق وحكانه عند اصحاب هذا القول هو! الاحكام الترعیه د الفضائل والمناقب و هذا قول الامام احمد بن حنبل وابی داؤد السجستانی صاحب السنن و عدد من الائمة، وینقل هذا عن الامام ابی حنیفة، والامام مالك ایضا۔

ترجمہ:''(حدیث ضعیف کے بارے) دوسرا مذہب یہ ہے کہ حدیث ضعیف مطلقاً قابل عمل ہوتی ہے۔ اگر اس کا ضعف انتہاء درجے کا نہ ہو اور نہ ہی اس بات میں اس کے سواء ہو۔ اس قول کے قائدینکے ہاں اس کے اطلاق و درجے کی وجہ احکام شرعیہ فضائل اور مناقب ہیں (یعنی ان میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے) یہ قول امام احمد بن حنبل، ابوداؤد سجستانی صاحب السنن اور کئی ائمہ کا ہے۔ اسی طرح یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے۔'' (ایضاً ص ۱۰۲)

سبحان اللہ! ادھر حقیقت حال یہ ہے کہ حدیث ضعیف احناف کے نزدیک احکام شرعیہ فضائل اور مناقب میں قابل عمل و حجت مگر ادیک نہیں دیوبند حضرات جو اس کے ایک دم منکر جیسا کہ دیوبندی فاضل اظہر الیاس کہتا ہے:

''یہ مرسل (ضعیف) ہے لہٰذا نا قابل احتجاج ہوگی۔ مولوی صاحب یہاں پر بھی حسب عادت دھوکہ دہی سے باز نہ آئے۔ حالانکہ اس مقام پر فتح القدیر میں یہ الفاظ ہی نہیں ہیں کہ ''لہٰذا نا قابل احتجاج ہوگی''۔

جواب الجواب: ۳:

جس دل و دماغ میں مقربین کی بے ادبیوں کے فضلات ہوں اسکی کو اکابر کی عبارات اور ان کی منشاء کی بھلے کیسے سمجھ آسکتی ہے۔

متخصص صاحب! صاحب فتح القدیر کے یہ کلمات طیبات:

وهذا مع ضعف الطرق فما المغازی مرسل من الطریقتین۔

اس بات کی طرف مشیر نہیں کہ یہ حدیث مرسل ہونے کی وجہ سے ہم احناف کے نزدیک ضعیف ہے (اور آپ کے بقول نا قابل احتجاج) بلکہ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت کے ذریعہ شوافع پر حجت قائم فرما رہے ہیں، کیونکہ شوافع مرسل کی حجیت کے منکر ہیں۔ (دیکھئے تدریب الراوی ص ۱۹۸ء)

گویا آپ فرمانا چاہتے ہیں کہ:

''اے شوافع! تم غائبانہ نماز جنازہ کے ثبوت پر اس حدیث کو

کیونکر لا سکتے ہو حالانکہ تم تو حدیث مرسل کی حجیت کے ہی منکر ہو؟ اور اس کے ضعف و نا قابل احتجاج ہونے کے قائل ہو؟''

قارئین کرام! آپ نے دیکھا عبارت کا مقصد کچھ تھا اور دیو بندی مشینری نے اس کا کچھ کا کچھ مقصد بیان کر دیا۔ پھر فریب کاری کی بھی حد کر دی کہ مذہب حنفیت سے خود کوسوں دور اور شک ہماری حنفیت پر کیا جا رہا ہے۔

؎ اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

دیو بندی کا دوسرا جواب:

دوسرے جواب کے تحت لکھا ہے کہ:

''یہ روایت دو راویوں سے ہے اور واقدی نے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔'' (دیکھئے طبقات ابن سعد ج ۴، ص ۳۷، ۳۸)

اس میں صراحتاً یہ بیان کیا گیا ہے کہ...... **زاد احدھما علی صاحبہ** ...... کہ ایک راوی نے دوسرے کے کلمات پر کچھ اضافہ کر دیا ہے دونوں راویوں کے کلمات کا مجموعہ یہ بنا:

فصلی علیہ ودعالہ وقال استغفروا لاخیکم۔

دیکھیں جب ایک راوی کے الفاظ فصلی اور دوسرے راوی کے الفاظ ودعالہ تھے تو اس طرح ایک راوی کی عبارت کا مطلب یہ بنتا ہے کہ آپ نے صرف نماز پڑھی اور دوسرے راوی کی عبارت کا مطلب یہ بنتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف دعا مانگی۔ (ص ۳۸، ۳۹)

جواب الجواب:

ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ بالتعیین ثابت کریں کہ جو غلط روایت ہوئی وہ فقط انہیں کلمات...... **وصلی علیہ و دعالہ وقال استغفروا** ...... میں ہوئی۔ درج بالا روایت میں اس (۸۰) کے قریب کلمات ہیں۔ حیرت ہے...... **زاد احدھما علی صاحبہ** ...... جملے سے (جس میں یہ ذرہ بھر صراحت نہیں کہ کس لفظ کا کس راوی نے دوسرے کے الفاظ پر اضافہ کیا) آپ نے اپنے مطلب کو پورا کرنے کے لئے یہ فیصلہ ہی کر ڈالا کہ ایک راوی کے الفاظ فصلی اور دوسرے راوی کے الفاظ ''ودعالہ'' تھے ہیں، لہٰذا نماز جنازہ اور دعا معاً ثابت نہیں ہوتے۔ معلوم ہوا یہ آپ کی ایسی تاویل ہے جو قابل قبول تو کیا قابل سماع بھی نہیں۔

دیو بندی کا تیسرا جواب:

اس کے تحت لکھا ہے کہ:

''اگر روایت کا پورا متن جو فتح القدیر اور کبیری میں ہے اس پر آدمی تھوڑی سی توجہ کرے تو اس میں نماز جنازہ کا قصہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ جب نماز جنازہ کا قصہ ختم ہو جاتا ہے تو جنازہ کے بعد والی دعا کا قصہ بھی نہیں رہتا۔'' (ص ۳۹)

پھر روایت کا پورا متن تحریر کیا اور کہا:

''اس روایت سے صراحتاً معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔ اسی حالت میں آپ ﷺ نے میدان جنگ کا نظارہ فرمایا یکے بعد دیگرے حضرت زید اور حضرت

جعفر کی شہادت کی خبر دی پھر منبر پر بیٹھنے کی حالت ہی میں ان کے لئے دعا فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی تلقین فرمائی۔"

تو اب بغیر کسی سوچ بچار کے کہا جا سکتا ہے کہ منبر پر بیٹھے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ نہیں پڑھائی کیونکہ آپ قبلہ رخ نہ تھے بلکہ قوم کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تھا جب نماز جنازہ ہی نہ ہوئی تو نماز جنازہ کے بعد والی دعا کا ثبوت کیسے ہو سکتا؟"

جواب الجواب نمبر ۱:

قارئین کرام! آپ نے یہ ہمارے فریق مخالف حضرت دیوبند کی توجہ کا کمال دیکھا کہ بس تھوڑی سی توجہ کی اور شہداء جنگ موتہ کی نماز جنازہ کا قصہ ہی تمام کر دیا۔ یہ تو ابھی تھوڑی توجہ کمال ہے۔ اگر مکمل توجہ ہو جائے پھر تو نہ جانے کیا ہو جائے؟

لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

چونکہ ہمارے فریق مخالف نے اپنی فاسد توجہ کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ نماز جنازہ نہیں ہوئی، لیکن ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ اجلہ فقہاء حنفیہ کے مستحکم دلائل کے ذریعے ثابت کرتے ہیں کہ جنگ موتہ کے شہداء کی نماز جنازہ سرکار علیہ السلام نے ادا فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنگ تبوک میں تشریف لے گئے تو وہاں پر جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا کہ مدینہ شریف میں آپ کے صحابی معاویہ بن معاویہ کی وفات ہو گئی ہے۔ آگے حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

أتحب ان اطوی بك الارض فتصلی علیه؟ قال

نعم فضرب بجناحیه علی الارض فرفع له سریره فصلی علیه و خلفه صفان من الملائكة علیهم السلام، فی كل صف سبعون الف ملك ثم رجع فقال علیه الصلوٰة والسلام لجبرئیل علیه السلام! بم ادرك هذا قال بحبه سورة قل هوالله احد وقراة ایاها جائیا وذاهبا و قائما وقاعدا وعلی كل حال۔

ترجمہ: "جبرئیل علیہ السلام عرض گزار ہوئے کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی خاطر زمین لپیٹ دوں (اور معاویہ بن معاویہ کا جنازہ آپ کے قریب کر دوں) تا کہ آپ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا اور ان کی چارپائی آپ کے سامنے کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں، ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے، پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: اے جبرائیل علیہ السلام معاویہ نے یہ درجہ کیسے حاصل کیا؟ عرض کیا یہ شخص سورۃ اخلاص سے پیار کرتا تھا آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں اسے پڑھتا تھا۔" (کبیری ص ۵۰۲، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۱، طحطاوی ج ۲، ص ۲۲۳)

یونہی شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ کے بارے ہے کہ:

الصلوٰة علی النجاشی كانت بمشهده كرامة له

و معجزة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: ''اور نجاشی کی نماز جنازہ جو آپ نے ادا فرمائی تو اس کی میت آپ کی بارگاہ میں حاضر کر دی گئی تھی۔ حضرت نجاشی کی کرامت کی وجہ سے اور یہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا۔''

(مراقی الفلاح)

پھر اس کے تحت طحطاوی میں ہے:

ای بمشهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای! بمکان راٰہ ومشاهده فیه۔

''یعنی وہ بارگاہ نبوت میں حاضر تھا یعنی اس جگہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے اور اس کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔'' (طحطاوی ج ۲، ص ۲۲۳، یونہی کبیری ص ۵۰۳ پر، اور فتح القدیر ج ۲، ص ۱۲۰ کو دیکھیں)

شیخ احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد فرماتے ہیں:

ومثل ماذکر یقال فی صلوٰة صلی اللہ علیہ وسلم علی زید بن حارثة و جعفر بن ابی طالب حین استشهد بموتة. قال فی البحر! وقد اثبت کلاً من الاولین بالدلیل الکمال فی الفتح۔

ترجمہ: ''جو کچھ نجاشی اور معاویہ کے متعلق کہا گیا ہے، یہی کچھ زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب کی نماز کے متعلق کہا جائے گا۔ (یعنی ان کی نماز جنازہ غائبانہ نہ تھی۔ بلکہ حاضرانہ تھی) جبکہ ان کی شہادت موتہ میں ہوئی تھی اور بحر میں ہے کہ

صاحب فتح القدیر نے نجاشی اور معاویہ کی نماز جنازہ کا غائبانہ نہ ہونا کامل دلیل سے ثابت کیا ہے۔'' (طحطاوی ج ۲ ص ۲۲۳)

اسی طرح علامہ حلبی حضرت نجاشی و معاویہ کے روایات کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

و کذا صلی علی زید و جعفر لما استشهدا بموٴته۔

ترجمہ: ''(جیسے نبی ﷺ نے حضرت نجاشی و معاویہ کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں بلکہ حاضرانہ پڑھی تھی) اسی طرح آپ نے حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ حاضرانہ پڑھی تھی جب یہ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔'' (کبیری ص ۵۰۲)

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا کہ ایک طرف اجلہ فقہاء حنفیہ کی عبارات ہیں جو دوپہر کے سورج کی طرح واضح کر رہی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف جنگ موتہ کی نماز جنازہ ادا فرمائی، بلکہ جنگ موتہ کے شہداء کے اجسام مبارک بھی آپ کے سامنے تھے۔

ہمیں حیرت ہے مولوی اظہر صاحب پر کہ حنفی ہونے کے دعوے کے باوجود فقہ حنفی کی ان کتب معتبرہ و متداولہ سے جان بوجھ کر چشم پوشی کر گئے، اس سے تو اچھا تھا کہ آپ شافعی المذہب ہونے کے مدعی ہوتے کم از کم اپنے مذہب کی مخالفت تو نہ کرتے، حدیث مذکور سے نماز کا اعتراف تو کرتے اگرچہ غائبانہ............

اس کے بعد مزید نفی نماز پر کہتے ہیں:

''حضور ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھائی کیونکہ آپ قبلہ رخ نہ تھے بلکہ قوم کی طرف آپ ﷺ کا چہرہ تھا۔''

جواب الجواب نمبر ۲:

پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ ان کی شہادت کا اعلان منبر پر فرمایا اور نماز جنازہ زمین پر ادا فرمائی اور دعا فرمائی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ''میں نہ مانوں کی حیلہ سازی ہے، ورنہ اتنے بڑے بڑے فقہاء کہ جن کی بات اور تشریحات کو امت میں حجت مانا جاتا ہے، وہ بھی اسی اعتراض کی وجہ سے اس نماز کا انکار کرتے مگر معاملہ برعکس ہے کیونکہ انہوں نے بالدلائل اس نماز کا اثبات فرمایا ہے نہ کہ انکار، ہم پوچھتے ہیں کہ یہ بات ان کی پیش نظر نہ تھی؟؟ کیا تم ان سے بڑے صاحبان علم و دانش ہو؟ کیا تم اس حیثیت کے مالک ہو کہ ان کے مقابلے میں تمہاری بات مقبول و مسلم ہو اور ان کی بات نا قابل اعتبار؟؟؟

بعد ازیں مزید نفی پر اپنے تائیں دلیل لاتے ہوئے کہتے ہیں:

''پھر مولانا نے وَدَعَا کے الفاظ سے دعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ فصلی علیہ والے الفاظ سے نماز جنازہ مراد ہی نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہیں اور وہ ہیں دعا لہ (ان کے لئے دعا فرمائی) پھر اس کے بعد ودعا لہ کا عطف تفسیری ہے۔''

(ص ۴۰)

جواب الجواب نمبر ۳:

قارئین کرام! اس جواب سے قبل تمہیداً چند امور قابل توجہ ہیں:

۱۔ عطف تفسیری مع الواو کا مطلب۔

۲۔ عطف حقیقی کا مطلب

(۱) عطف تفسیری کا مطلب یہ ہے کہ واو یا کسی اور حرف عطف سے پہلے والے کلام میں کسی قدر اجمال ہو اور ''واؤ'' وغیرہ حروف عطف کے بعد والا جملہ اس کی وضاحت کر دے۔

(۲) عطف حقیقی مع الواو کا مطلب ہے:

اشراک الثانی فیما دخل فیہ الاوّل آہ.

''یعنی دوسری چیز (واؤ کے بعد والی) کو شریک کرنا اس حکم میں جس میں واؤ سے پہلے والی) چیز داخل ہے۔''

(معجم النحو والصرف ص ۵۸۹ مکتبہ محمودیہ)

بلکہ صاحب معجم عبد الغنی دقر اس کے اوپر عنوان ہی یہ قائم کرتے ہیں! واؤ العطف! ہی اصل حروف العطف

یعنی حروف عاطفہ میں سے برائے عطف کے واؤ ہی اصل اور حقیقی ہے۔

(ایضا)

یونہی شرح ابن عقیل میں ہے:

حروف العطف علی قسمین، احدھما، مایشرک المعطوف مع المعطوف علیہ مطلقا ای لفظا وحکما وھی الواؤ نحو جاء زید و عمرو ...... الخ.

ترجمہ: ''حروف عطف دو قسم پر ہیں، ان میں سے پہلی قسم وہ حروف جو معطوف کو اپنے معطوف علیہ کے ساتھ مطلقاً یعنی لفظی اور حکمی طور پر شریک کرتے ہیں اور ایک ان میں سے واؤ ہے جیسے زید اور عمرو آئے۔''

(شرح ابن عقیل ج ۳، ص ۲۲۵، قدیمی کتب خانہ)

پھر یہ قاعدہ بھی مسلمہ ہے کہ عطف میں اصل مغایرت ہوتی ہے۔ جیسا کہ شرح عقائد میں ہے کہ:

مع القطع بان العطف يقتضي المغايرة وعدم دخول المعطوف في المعطوف عليه.

”یعنی یہ بات قطعی ہے کہ عطف مغایرت اور معطوف کے معطوف علیہ میں داخل نہ ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔“

(شرح عقائد مع نبراس ص ۴۰۰ مکتبہ رشیدیہ)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ”واؤ“ کا حقیقی معنی ہے عطف، اور عطف کا مطلب یہ ہے کہ واؤ سے پہلے والی چیز کو اس کے بعد والی چیز کے ساتھ کسی حکم میں شریک قرار دینا، اور یہ بات بھی قطعیات میں سے ہے کہ عطف میں اصل یعنی اس کا معنی تغایر ہے، مطلب یہ بنتا ہے کہ جس جگہ واؤ عاطفہ استعمال ہوگی یہ بتائے گی کہ مجھ سے پہلے والی چیز کوئی اور ہے اور بعد والی چیز کوئی اور ہے۔

پھر سابقاً ہم یہ بھی تفصیلاً بیان کر آئیں ہیں کہ کسی بھی کلمہ کا حقیقی معنیٰ چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف جانا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ حقیقی معنی متعذر نہ ہو جائے اور وہاں کوئی قرینہ صارفہ بھی موجود نہ ہو۔

قارئین! اس ساری بحث کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حدیث مبحوث عنہ میں ”فصلی علیہ ودعا لہ کے الفاظ“ ”واؤ عاطفہ“ کے ساتھ آئے، جس کا قوانین نحو واصول کی روشنی میں مطلب یہ بنتا ہے کہ واؤ سے پہلے والی چیز یعنی ”فصلی علیہ“ یعنی معطوف علیہ ایک الگ چیز (اس پر نماز جنازہ پڑھی) ہے، اور بعد والی چیز یعنی ودعا لہ یعنی معطوف علیہ الگ چیز (آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی) ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ اس کا حقیقی معنی ہے، جس کا مراد لینا یہاں پر ہرگز ہرگز متعذر نہیں۔ جہاں تک منکرین کے خود ساختہ قرینہ ”آنجناب کا روبقبلہ نہ ہونے کا“، تعلق ہے تو اس کی حقیقت ہم بیان کر چکے۔

بحمد اللہ! حدیث مذکور سے دعا بعد جنازہ پر استدلال بالکل درست قرار پایا اور منکرین کے اعتراضات ھباء منثورا۔

اے اہل نظر، ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شئ کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا ہے

دیوبندی کا چوتھا جواب:

اس جواب کے تحت لکھا کہ:

”بریلوی مسلک کے ایک جید عالم دین مولینا محمد منشاء صاحب تابش قصوری نے مدارج النبوت کا اردو ترجمہ کیا اس میں جب غزوہ موتہ کے قصہ کو ذکر کرتے ہیں تو وہ یہی ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی دعا کیلئے فرمایا اس ترجمہ میں نماز جنازہ کا سرے سے ہی ذکر نہیں ہے۔“ (ص ۴۱)

پھر اس ترجمہ کو نقل کر کے کہا:

”اب تو مسئلہ ہی حل ہو گیا کہ اس میں نماز جنازہ کا ذکر ہی نہیں بلکہ صرف دعا کا ذکر ہے۔“ (ایضاً ص ۴۲)

جواب الجواب:

جناب بندہ! محقق اہلسنّت حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری

صاحب کا ترجمہ مذکور آپ کو ذرہ بھر مفید نہیں کیونکہ آپ کے دعوے پر تب دلیل صحیح بن سکتا تھا اگر شیخ محقق نے مدارج شریف میں حدیث مبحوث عنہا کے الفاظ یوں نقل کئے ہوتے ''وصلی علیہ ودعالہ'' اور تابش صاحب اس کا ترجمہ فقط دعا کرتے، لیکن معاملہ یوں نہیں بلکہ شیخ محقق کی عبارت میں ''فصلی علیہ'' کے الفاظ نہیں تھے تو مترجم نے اصول ترجمہ کے فقط انہی کلمات کا ترجمہ فرمایا جو مدارج کے تھے لحاظہ ترجمہ مذکور پر کوئی نقص وارد نہیں ہوتا۔

ملاحظہ ہو مدارج کی اصل مطلوبہ عبارت

وحضرت بروی دعای خیر کرد ویاران را فرمود
کہ، برای وی طلب آمرزش کنید۔

ترجمہ: ''نبی علیہ السلام اُن کے لئے دعائے خیر فرمائی اور اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو فرمایا کہ تم بھی اِن کے لئے دعائے خیر کرو۔''

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۷۵، مکتوبہ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

قارئین کرام!

آپ نے دیکھ ہی لیا ہوگا کہ اظہر صاحب کس طرح صاحب کلام کی مرضی وعبارت کے خلاف اپنا مطلب نکالنے میں ماہر ہیں۔

نوٹ:

فقیر نے جب اس ترجمہ کے بارے قبلہ تابش قصوری صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ میرے پاس آجانا اس کا جواب میں لکھ دوں گا۔

بحمد اللہ! ان کی تقریظ بصورت جواب کتاب ہذا کے شروع میں درج کی جا چکی ہے۔ مزید تسلی کے لئے اُس کا دوبارہ مطالعہ کریں۔

دیوبندی کا پانچواں جواب:

پھر دیوبندی فاضل صفحہ ۷۱ پر مزید اس بارے لکھتا ہے:

وقال استغفروا...... الخ۔

مولانا سجاد صاحب نے فصلی علیہ وعالہ سے دعا بعد الجنازہ مراد لی ہے اور مولوی احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ روایت کے اندر کیا دلیل ہے؟ یہاں صلوٰۃ بمعنی معہود (نماز جنازہ وغیرہ نہیں ہے۔ بلکہ بمعنی درود ہے اور عطف تفسیری نہیں، بلکہ تعیم بعد تخصیص ہے، جناب کے اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں کہ صلی سے مراد درود ہے اور آپ فرمارہے ہیں کہ نماز جنازہ ہے۔

جواب الجواب:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت میں قائلین غائبانہ نماز جنازہ کا رد کرتے ہوئے الزاماً اس روایت کا ایک احتمال بیان فرمارہے ہیں، ورنہ آپ اپنا موقف اس بارے میں خود ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں!

دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی وواقعہ معاویہ وواقعہ امرائے موتہ رضی اللہ عنہم ان میں اول دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا۔ تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر۔ (ہوئی)۔'' (فتویٰ رضویہ ج ۹، ص ۳۴۶)

ثابت ہوا کہ آپ کے نزدیک بھی امرائے موتہ کی نماز جنازہ کا ادا ہونا ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۳۹ (حدیث مستظل) کے بارے غلط بیانی کی کوشش:

اس کتاب میں درج حدیث نمبر ۳۹ کے حوالے سے جو کہ ہم نے

پمفلٹ میں بھی نقل کی تھی دیوبندی فاضل جواباً کہتا ہے کہ:

"یہ روایت السنن الکبریٰ کی ہے جس کے مصنف امام المحدثین حافظ ابوبکر احمد بن حسین متوفی ۴۵۸ ہیں، انہوں نے ایک عنوان اور باب قائم کیا ہے پھر اس کے ضمن میں انہوں نے پانچ روایات پیش کی ہیں ہم آپ کے سامنے حافظ ابوبکر احمد بن حسین کا ذکر کردہ باب پھر اس کے تحت ذکر کردہ روایات بمع ترجمہ پیش کرتے ہیں جن میں مستظل بن حسین والی روایت بھی ہوگی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس روایت کا بعد صلوٰۃ الجنازہ قبل از دفن (نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل) سے کوئی تعلق ہے یا نہیں؟"

عنوان باب الرجل تفوته الصلوٰة مع الامام فيصليها بعده باب ہے۔ اس شخص کے متعلق جس کی نماز جنازہ امام کے ساتھ فوت ہوگئی ہو پس اس کے بعد دوبارہ نماز جنازہ پڑھ لے۔ (ص ۴۲)

پھر اس کے بعد صفحہ ۴۲ سے لے کر ۴۴ تک وہ روایات نقل کر کے کہا!

"آپ کے سامنے باب کا عنوان اور اس سے متعلقہ روایات بمع ترجمہ ذکر کی گئی ہیں جن میں صراحتاً یہ بات مذکور ہے کہ باب قائم کیا ہے اس شخص کے بارہ میں جس کی نماز جنازہ امام کے ساتھ رہ گئی ہو آیا کہ وہ دوبارہ جنازہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں پھر اس کے تحت جو روایات پیش کی گئیں ہیں ان میں بھی صراحتاً یہی بات معلوم ہو رہی ہے اب نہ تو ترجمۃ

الباب (عنوان) میں نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کی دعا کا کوئی ذکر ہے اور نہ ہی اس کے تحت پانچ ذکر کردہ روایات میں اس دعا کا ذکر ہے۔" (ص ۴۴)

جواب الجواب نمبر ۱:

یوں لگتا ہے کہ ہمارے مخاطب دیوبندی صاحب کو احناف کے فقہی مسائل کی ذرہ بھر سوجھ بوجھ نہیں، ورنہ وہ اس طرح کی بے ڈھنگی بحث نہ کرتے کیونکہ اس کی اس ساری بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس بندے کی نماز جنازہ رہ گئی امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا وہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ حالانکہ احناف کی کتب فقہ اس مسئلہ سے بھری پڑی ہیں کہ جب ولی میت نے نماز جنازہ پڑھ لی ہو تو کوئی بھی شخص دوبارہ نماز نہیں پڑھ سکتا خواہ وہ سلطان وقت ہی کیوں نہ ہو۔

ہدایہ میں ہے:

وان صلى الولى لم يجز لاحد ان يصلى بعده.

"اور اگر ولی نے نماز جنازہ پڑھی تو اس کے بعد کسی کے لئے بھی دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔"

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولذا قلنا لم يشرع لمن صلى مرة التكرير.

"بایں وجہ ہم کہتے ہیں کہ جس نے ایک مرتبہ نماز جناہ پڑھا وہ دوبارہ نہیں پڑھ سکتا۔" (ہدایہ مع شرحہ فتح القدیر ج ۲، ۱۲۳)

مزید اپنے تھانوی صاحب کی بھی سنئے وہ لکھتے ہیں:

"اسی طرح اگر ولی میت نے بحالت نہ موجود ہونے

کے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھا دی ہے تو بادشاہ کو اعادہ کا اختیار نہ ہوگا، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولی میت بحالت موجود ہونے بادشاہ کے وقت وغیرہ کے نماز پڑھ لے تب بھی بادشاہ وقت وغیرہ کا اختیار نہیں ہوگا۔"

(بہشتی گوہر حصہ یازدھم بہشتی زیور ص......)

قارئین دیکھا آپ نے اظہر صاحب بعد نماز جنازہ قبل دفن کی دعا کا انکار کرتے کرتے احناف کے ایک اتفاقی مسئلہ (عدم تکرار جنازہ) کی مخالفت کر بیٹھے اور دوبارہ جنازہ پڑھنا ثابت کر ڈالا۔

حالانکہ اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں بلکہ وہی مطلب ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد (یا خود پڑھ کر) اس میت کے لئے دعا مانگی۔

جواب الجواب نمبر ۲:

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے اولاً تو احناف کے ہاں تکرار نماز جنازہ ثابت ہی نہیں ہوئی اور اگر ارخاء عنان کے طور پر مان لیا جائے تو دیگر اس جیسی احادیث جن میں دوبارہ نماز جنازہ کا وہم ہوتا ہے کی طرح اس کا بھی یہ جواب ہوگا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا مراد ہے نہ کہ تکرار نماز۔ ملاحظہ ہو علامہ عینی لکھتے ہیں:

فان قلت صلی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام علی حمزۃ رضی اللہ عنہ سبعین مرۃ...... یجوز ان یکون المراد من قول الراوی صلی علی حمزۃ سبعین مرۃ

المعنی اللغوی وھو الدعاء۔

ترجمہ: "اگر تو یہ اعتراض کر لے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھی۔ (تو میں کہتا ہوں) جائز ہے کہ راوی کے اس قول...... "صلی علی حمزۃ سبعین مرۃ" ...... سے مراد صلوٰۃ کا لغوی معنی دعا ہو۔"

(بنایہ شرح ہدایہ ج ۳، ص ۴۷۹، مکتبہ حقانیہ)

بحمد اللہ! اس وضاحت کے بعد ثابت ہوا کہ حدیث میں مذکور پہلے "صلی" سے مراد نماز جنازہ ہے اور دوسرے "صلی" سے مراد دعا فھو مطلوبنا۔

حدیث "ماراہ المسلمون" کے حوالے سے فریب کاری کی کوشش:

ہم نے پمفلٹ میں یہ حدیث:

ماراہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسنا۔

"جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے۔" (مستدرک ج ۴، ص ۲۸)

کی اور کہا تھا کہ:

"اور مسلمانوں کی غالب اکثریت "سواد اعظم اہلسنت والجماعت" کی نظر میں یہ عمل (نماز جنازہ کے بعد قبل دفن) حسن ہے اور جو کام مسلمانوں کی نگاہ میں اچھا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے۔" (ص ۷-۸)

اس پر لکھتے ہوئے اظہر صاحب نے اس کے دو جواب دیئے اور یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی اس حدیث سے بھی ہرگز دعا مذکور کا ثبوت نہیں ہوتا۔

ہم ان کے دونوں جوابات نقل کر کے ان کے جواب الجواب پیش کر کے اپنے مدعا کو مزید پختہ اور فریق مخالف کے دعویٰ بے بنیاد کی قلعی کھولتے ہیں۔

دیو بندی کا پہلا جواب:

اس کے تحت لکھا ہے کہ:

''شریعت کے مسائل اور احکام میں عوام کی بات کا اعتبار نہیں کیا جاتا، عوام تو ایک طرف بلکہ اگر کسی متکلم یا محدث کو اصول فقہ میں بصیرت نہ ہو تو اس کا قول بھی نہیں مانا جائے گا۔''

والمعتبر فی هذا الباب اجماع اهل الرای والاجتهاد فلا یعتبر بقول العوام والمتکلم والمحدث الذی لا بصیرة له فی اصول الفقه۔

(البحث الثالث فی الاجماع)

صاحب اصول الشاشی فرماتے ہیں کہ اس باب میں اہل رائے اور مجتہدین کا اجماع معتبر ہے عوام متکلم اور محدث جن کو اصولی فقہ میں کوئی مہارت نہیں ہے ان کا قول معتبر نہیں ہوگا.......... لہٰذا نماز جنازہ کے بعد جو دعا ہے یہ بھی ایسے ہی لوگوں کی طرف سے ایجاد ہے جن کو شریعت کے اصول کے متعلق کوئی مہارت نہیں ہے۔

جواب الجواب نمبر ۱:

ہم آپ کی پہلی بات سے مکمل طور پر اتفاق کرتے ہیں آپ کے جواب کو سینے سے لگا کر قبول کرتے ہیں لیکن جناب والا! نماز جنازہ کے بعد قبل تدفین پر جو ہم نے کئی احادیث سے عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت کیا ہے اس کو آپ بھی متفق ہوتے ہوئے قبول فرما لیں، کیونکہ اپنے دوسرے جواب میں آپ نے خود بھی

تسلیم کیا اور کہا:

''پہلی بات زیادہ صحیح ہے کہ جس چیز کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پسند کریں وہ اچھی ہوگئی۔'' (ص ۴۶)

لو آپ اپنے جال میں صیاد آگیا

ہاں مگر!

ہم آپ کی دوسری بات ''لہٰذا نماز جنازہ کے بعد جو دعا ہے'' آہ سے ایک دم مخالف ہیں، کیونکہ آپ کی یہ ہرزہ سرائی مبنی بر کذب اور شرع شریف پر بہتان ہے۔ اس لئے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا یہ عوام نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ خود شارع علیہ السلام کی سنت ہے۔

کما اثبتنا بالدلائل القاهرة۔

تو اس حدیث کو نقل کرنے کا ہمارا مقصد بھی یہی ہے کہ اس دعا کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم...... **ومن بعدهم باحسان**.... نے اچھا سمجھا لہٰذا جو عام مسلمان ان اخیار کے پیچھے چلتے ہوئے یہ دعا کریں تو وہ بھی حدیث کے مصداق تو ہو گئے نا۔

نہ کہ یہ مراد تھی کہ وہ کلمہ گو مراد ہیں جو بدعقیدہ و مخالف سلف صالحین ہوں۔

اس کے بعد اظہر صاحب کہتے ہیں:

''اگر یہ دعا ثابت ہوتی تو امت کے بڑے بڑے فقہاء اس دعا کو بدعت اور زیادہ علی صلوٰۃ الجنازۃ (نماز جنازہ پر زیادت کا قول نہ کرتے)''

جواب الجواب نمبر ۲:

ثابت تو دوپہر کے سورج کی طرح ہو چکا ہے مگر دیکھنے کے لئے چشم بینا درکار ہے، اگر کسی کے پاس قوت بصارت ہی نہ ہو تو اس میں آفتاب کا کیا قصور؟

؎ خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

رہا آپ کا دوسرا سوال ”زیادت بر صلوٰۃ“ والا تو جلدی ہی اس کا کامل و اکمل جواب آرہا ہے۔ فانتظر !!!

دیوبندی کا دوسرا جواب:

اس جواب میں خوب علمیت جھاڑنے کی سعی کی گئی تاکہ لوگوں کی نگا میں ان کے عالم ہونے کی سند ہو جائے۔

ہم ان کے جواب کی بے جا طوالت کی وجہ سے اس کا خلاصہ نظر قارئین کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ دیکھنا یہ ہے کہ المسلمون سے کون سے مسلمان مراد ہے؟ اگر اس کا الف لام جنسی مانا جائے تو پھر اس سے امت کے تہتر فرقے مراد ہوں گے جو کہ درست نہیں کیونکہ یہ بات...... ما انا علیہ و اصحابی...... حدیث کے خلاف ہے۔

اگر الف لام استغراق کا لیا جائے پھر بھی یہ مطلب ہوگا کہ جس کام کو سبھی مسلمان اچھا جانیں یہ بھی درست نہیں کیونکہ اب اجماع مراد ہوگا اور اس میں عوام و محدث و متکلم بے بصیرت در فقہ کو کوئی عمل دخل نہیں اور اگر الف لام عہد ذہنی مراد ہو تو اب مسلمانوں کا ایک مخصوص طبقہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہوں، یہی بات زیادہ صحیح ہے کہ جس چیز کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پسند کریں وہ اچھی ہی ہوگی۔

(خلاصہ عبارت اوص ۴۵۔۴۶)

پھر درج ذیل روایات ذکر کیں:

ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد فاختار محمدا

فبعثه برسالته وانتخبه بعلمه ثم نظر فی الناس بعده فاختار له اصحابه فجعلهم انصار دينه و وزراء نبيه صلى الله عليه وسلم فما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسنا۔ (طیالسی)

ترجمہ: ”تحقیق اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر کی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا اور اپنے علم کے ذریعے ان کا انتخاب فرمایا پھر آپ کے بعد لوگوں کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منتخب فرمایا اور ان کو اپنے اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی کا وزیر بنایا جس چیز کو وہ مسلمان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اچھا سمجھیں تو وہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھی ہوگی اور جس چیز کو برا سمجھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بری ہوگی۔“

ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راه المسلمون سيئا فهو عند الله سيئ وقد راى الصحابة جميعا ان يستخلفوا ابابكر۔ (مستدرک)

عن ابن مسعود من كان مستنا فليستن بمن قدمات فان الحى لا تؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله تعالىٰ لصحبة نبيه ولا قامة دينه فاعر فوالهم فضلهم واتبعواهم على اثار هم وتمسكوا بما استعظم من اخلاقهم وسيرهم

فانهم كانوا على الهدى المستقيم ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص سنت پر چلنا چاہتا ہے تو وہ ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلے جو فوت ہو چکے ہیں کیونکہ زندہ شخص کبھی فتنہ سے بچ نہیں سکتا وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو اس امت کے نہایت افضل اور بھلے قلوب والے اور نہایت گہرے علم والے اور نہایت کم تکلفات کرنے والے اور کم بناوٹ والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کے قائم کرنے کے لئے چنا تھا ان کی فضیلتوں کو پہنچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو جس قدر ہو سکے ان کے اخلاق اور ان کی سیرت کو اپناؤ کیونکہ وہ لوگ ہدایت مستقیم پر تھے۔'' (ص ۴۶،۴۷)

اس کے بعد کہا:

''ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک المسلمون کے لفظ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ ہے۔'' (ص ۴۶۔۴۷)

پھر کہا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک المسلمون کا مصداق صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تھے۔ (ص ۴۷)

جواب الجواب:

دیو بندی فاضل کی اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں مذکور لفظ ''المسلون'' سے صرف اور صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ کوئی اور ہر گز

نہیں ہو سکتا۔

قارئین کرام! جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ''المسلمون'' کے کامل مصداق ہیں۔ لیکن دیو بندی فاضل اظہر صاحب کا یہ کہنا کہ اس سے فقط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں یہ بات حقائق دین سے بے خبری کی علامت ہے۔ کیونکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ''المسلمون'' سے مراد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، ائمہ حدیث وتفسیر بلکہ کسی بھی زمانے کے علماء حق مراد ہو سکتے ہیں۔ اس کی پہلی دلیل تو یہ ہے کہ مذکورہ مروایات میں کوئی ایک بھی کلمہ حصر نہیں جو ہمارے دعوے میں مذکور سلف صالحین وعلماء حق کے المسلمون کے مصداق ہونے کی نفی کرتا ہو۔ یہ حصر کہ ''المسلمون کا مصداق صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تھے۔ فقط اظہر صاحب کا اپنا حاشیہ ہے جس کی کوئی وقعت نہیں اور دوسری دلیل یہ ہے کہ سینکڑوں چیزیں ایسی ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں نہ تھیں۔ بعد میں تابعین یا تبع تابعین ومن بعدہم باحسان نے ایجاد کیں اور ان کی نگاہ میں حسن قرار پائیں بلکہ آج تک بھی اہل اسلام کے ہاں حسن سمجھی جاتی ہیں لہٰذا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ رب کے ہاں بھی حسن ہوں گی۔ مثلاً

(۱) کتب حدیث وفقہ وغیرہ دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہ تھیں بعد میں لکھی گئیں۔

(۲) اعراب قرآن دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہ تھے بعد میں لگے۔

(۳) چھ کلموں کی ترتیب وتدوین دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہ تھی بعد میں ہوئی۔

(۴) موجودہ ہیئت کذائیہ میں مدارس دینیہ کا قیام، پھر ان کے نصاب، مدرسین کے لئے ماہانہ وظائف، مدارس سے فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی، یہ سب کچھ دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھا۔

(۵) دین کی نشر واشاعت کے مختلف مروجہ طریقے بھی بعد کی ایجاد وغیرہ وغیرہ۔

منکرین کے گھر کی گواہی:

بحمدللہ! ہم اس طرح کے سینکڑوں امور کی نشاندہی کروا سکتے ہیں جو دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہ تھے بعد میں ایجاد ہونے کے باوجود امت کی نگاہ حسن قرار پا چکے جیسا کہ منکرین کی نگاہیں بھی اس پر گواہ ہیں۔

اب ہم اظہر صاحب کے گھر کی ایک ایسی گواہی پیش کر رہے ہیں جو اظہر صاحب کے چودہ طبق روشن کر دے گی۔ ملاحظہ ہو۔

جمیل احمد سکروڈھوی مدرس دارالعلوم دیوبند شارح ہدایہ تثویب کی بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اس تثویب کو محدث (امر نو پید) اس لئے کہتے ہیں کہ یہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھی اور نہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بلکہ تابعین کے دور میں جب لوگوں کے حالات متغیر ہوگئے اور لوگ دینی امور میں سستی کرنے لگے تو علماء کوفہ نے اس کو ایجاد کیا تو گویا یہ "بدعت حسنہ" ہے۔ حسنہ اس لئے ہے کہ فقہاء متقدین ومتاخرین نے اس کو مستحسن قرار دیا، اور مسلمان جس چیز کو حسن قرار دیں وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے۔" (اشرف الہدایہ ج ۱ ص ۲۴۴، مطبوعہ دارالاشاعت)

اے متخصص دیوبند!

اس گواہی کو بتوجہ قلب بار بار پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا ایسا نہیں کہ ہمارا دعویٰ بالکل درست اور صادق اور تمہارا خیال باطل وفاسد اور عاطل؟

کیا ایسا نہیں کہ اس گواہی نے ہم اہلسنّت کے مؤقف کا بول بالا اور آپ کے موقف کا منہ کالا کر دیا؟

دل کے پھپھولے جل اٹھے جگر کے داغ سے
گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

حدیث "ان امتی لا تجتمع علی الضلالۃ" کی غلط تعبیر کی کوشش:

ہم نے پمفلٹ میں یہ احادیث نقل کیں کہ:

ان امتی لا تجتمع علی الضلالۃ فاذا رائیتم اختلافا فعلیکم بالسواد اعظم۔

"کہ یقیناً میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی پس جب تم اختلافات دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ سواد اعظم کا لزوم اختیار کرو۔" (ابن ماجہ ص ۲۸۳)

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔

"سواد اعظم کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوا وہ آگ میں گرا۔" (مستدرک ج ۱ ص ۳۱۷)

اور لکھا تھا کہ:

"اب غور کرنا چاہئے کہ مسلم اُمہ کا اکثری طبقہ یعنی سواد اعظم کا عمل نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا ہے یا دعا نہ کرنے کا پس اسی پر عمل کر لیا جائے جو سواد اعظم کا معمول ہو۔"

تیرا فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ (ص ۸)

اظہر صاحب اس حدیث کی بھی غلط تعبیر بیان کرتے ہوئے جواباً لکھتے ہیں کہ:

"جواب سے پہلے سواد اعظم کی تعریف اور اس کے متعلق جو روایات وارد ہوئی ہیں ان کو سماعت فرما لیں۔ السواد الاعظم عربی میں عظیم ترین جماعت کو کہا جاتا ہے۔ یہاں سواد اعظم

سے مراد مسلمانوں کا وہ گروہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کو حق اور واجب الاتباع سمجھتا ہو اور اس کی مخالفت کو باطل قرار دیتا ہو۔" (ص ۴۹۔۵۰)

پھر تفریق امت والی حدیث نقل کر کے کہتے ہیں:

"قارئین کرام! جب آپ نے یہ بات سمجھ لی تو نماز جنازہ کے بعد والی دعا کا مسئلہ بھی حل ہو گیا وہ اس طرح کہ جب سواد اعظم کی تعریف کی ہے کہ وہ گروہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلے اس سے صراحتاً معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دعا نہ مانگنے کا تھا۔" (ص ۴۹)

جواب الجواب:

اظہر صاحب آپ نے جو سواد اعظم کی تعریف کی ہم اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتے ہیں مگر کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس کی تعریف کے اجمال کو مزید اس حدیث سے دور کر دیتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بہتر گروہ ہوئے اور میری امت کے تہتر ہوں گے۔ جن میں سے فقط ایک جنتی ہو گا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن هم؟

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون سا گروہ ہے؟"

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اهل السنة والجماعة۔

"وہ اہل سنت و جماعت ہیں۔"

(احیاء العلوم ج ۳، ص ۱۳۰۸ از امام غزالی)

بلکہ اگر اہلسنّت و جماعت کی یہ علامت بھی بیان کر دیتے تو امت پر بڑا احسان ہوتا تا کہ وہ حق و باطل کی تمیز کر سکتے۔ وہ علامت یہ ہے:

"حضرت امام زین العابدین جگر گوشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اہلسنّت ہونے کی علامت کیا ہے؟"

تو آپ نے فرمایا:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا اہلسنّت ہونے کی علامت ہے۔ (یعنی سنی ہونے کی)" (فضائل درود شریف ص ۱۵، از مولوی زکریا دیوبندی، القول البدیع) قارئین! یہ بات ہمارے فریق مخالف کو بھی تسلیم ہے کہ یہ علامت الگ بدرجہ اتم پائی جاتی ہے تو فقط ہم اہلسنّت و جماعت (حنفی بریلوی) ہیں۔"

باقی آپ کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دعا نہ مانگنے کا تھا۔

یہ حدیث مبارکہ کی غلط تعبیر، کذب اور میں نہ مانوں کی ضد ہے بس، ورنہ ہم احادیث کا ایک ذخیرہ نقل کر چکے ہیں کہ جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرامین و معمولات سے نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دعا کا ثبوت ہوتا ہے۔

حدیث "ابن ابی اوفی" سے مغالطہ آفرینی کی کوشش:

بحمد للہ! پمفلٹ میں درج ہمارے تمام دلائل پر کئے گئے اعتراضات اور اظہر صاحب کی غلط تشریحات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرداً فرداً ہم نے

سب کے جواب الجواب پیش کر دیئے جنہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کر دیا۔ اب ہم اظہر صاحب کے اعتراضات دلائل کا رد کرتے ہیں جو انہوں نے خود سے ہمارے چند ایک دلائل نقل کر کے پھر خود ہی ان کے جوابات دینے کی کوشش کی ان میں سے ایک حدیث ''ابن ابی اوفی'' بھی ہے جو اس کتاب میں حدیث نمبر ۳۶ کے عنوان سے درج ہے۔

دیوبندی کا پہلا جواب:

اس کے جواب میں اظہر صاحب لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے ہم سنن کبریٰ للبیہقی جلد چہارم سے مکمل روایت نقل کرتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ واعظین نے اس حدیث کے پیش کرنے میں کس قدر خیانت سے کام لیا ہے اور حقیقت کو چھپا کر یہ ظاہر کیا کہ اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل کی دعا ثابت نہیں ہوتی۔ حالانکہ اس حدیث سے بھی سلام سے قبل نماز جنازہ کے اندر کی دعا ثابت ہوتی ہے۔ دیکھئے سنن الکبریٰ للبیہقی میں اس حدیث کو جس باب میں نقل کیا گیا ہے۔ اس کا عنون یہ ہے: باب ماروی فی الاستغفار والدعاله مابین الکتبیرة الرابعة والسلام۔'' (ص۵۹)

پھر اس روایت کو نقل کر کے یوں تبصرہ کیا:

''سنن الکبریٰ للبیہقی کے اس باب میں صرف یہی ایک روایت ہے جس کے شروع میں محدث بیہقی نے چوتھی تکبیر اور

سلام کے درمیان دعا و استغفار کرنے کی روایت کا عنوان قائم کر دیا تاکہ روایت کا اصلی مفہوم واضح ہوجائے کیونکہ ہجری اس روایت کا جو راوی ہے اس نے ...... یستغفرلها ویدعو ...... کے بعد کی عبارت کو حذف کر دیا تھا علامہ نووی نے ہجری کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ایک روایت سے اس کو پورے الفاظ نقل کرتے ہوئے کتاب الاذکار میں تصریح فرما دی۔'' (ص۶۰)

پھر وہ روایت ہمارے نقل کئے گئے الفاظ کی مثل سوائے ''ساعة یعنی یدعو'' نقل کی، پھر کہا:

''لہٰذا اس حدیث اور امام بیہقی کے عنوان سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یہ دعا اور استغفار کرنا نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے تھا اس روایت سے نماز جنازہ کے سلام کے بعد دفن سے قبل دعا پر استدلال کرنا درست نہ ہوگا۔'' (ص۶۰)

محقق ابن محقق قاری محمد طیب صاحب نے دیوبندیوں کے اس جواب (بصورت اعتراض) کے چار جوابات دیئے ہم ترتیب کے ساتھ بشکل جواب الجواب نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آسکے۔

جواب الجواب نمبر۱:

جواب (الجواب) اوّل ہے کہ اس طرح بھی ہمارا ہی مدعی ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ دعا بعد نماز جنازہ کے منکرین کا کہنا ہے کہ جنازہ میں ایک بار جب استغفار و دعا ہوگئی تو جنازہ کے بعد دوبارہ اس کی ضرورت کیا تھی؟

مگر اب یہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جب حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے

تیسری تکبیر کے بعد دعا برائے میت و برائے جملہ مسلمین مانگ لی تھی تو چوتھی تکبیر کے بعد دوبارہ اس کی کیا ضرورت تھی۔ اب اگر نماز جنازہ کے اندر میت کی بخشش کے لئے مزید دعا کی جاسکتی ہے تو نماز جنازہ کے بعد کیوں جائز نہیں؟

جواب الجواب نمبر ۲:

حنفی مذہب میں ظاہر یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد صرف سلام کہا جائے کوئی اور ذکر دعا نہ کی جائے۔ البتہ بعض مشائخ نے بعض ادعیہ کو استحسانا جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ عنایہ و فتح القدیر علی الہدایہ جلد اول ص ۴۴۰ اور درمختار ص ۲۱۳ جلد ۲ پر ہے۔ اس طرح بدائع الصنائع جلد اول ص ۱۵ بحر الرائق جلد دوم ص ۱۸۳ اور عالمگیری و عینی شرح ہدایہ میں ہے کہ جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد ظاہر الروایت میں ہے کہ کوئی دعا نہیں مانگنا چاہئے۔ اس لئے بہتر ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا دعا و استغفار کرنا سلام کے بعد قرار دیا جائے تا کہ ظاہر روایت سنت نبوی کے خلاف نہ رہے۔

جواب الجواب نمبر ۳:

علاوہ ازیں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عرب و عجم کے سب اہل اسلام جنازہ کی تکبیر رابعہ کے بعد دعا نہیں کرتے بلکہ سلام ہی پھیرتے ہیں۔ اب اگر مذکورہ حدیث میں دعا و استغفار کو قبل اسلام قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ تمام دنیائے اسلام کے لوگ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف چل رہے ہیں۔ جس میں منکرین بھی شامل ہیں۔

جواب الجواب نمبر ۴:

راوی کا اس حدیث میں بیان یہ ہے کہ جنازہ پڑھاتے ہوئے چار

تکبیریں کہنے کے بعد حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر دعا و استغفار کرنے لگے۔ اگر آپ کا یہ عمل سلام سے پہلے تھا تو راوی کو کیسے علم ہوا کیونکہ جنازہ میں سلام سے پہلے سوائے تکبیروں کے سب کچھ دل میں پڑھا جاتا ہے۔ بلند آواز سے نہیں، راوی کے الفاظ...... ثم قام یدعو...... سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ راوی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ اپنے کانوں سے سن رہا تھا اور یہ نماز کے بعد ہی ممکن ہے۔ سلام سے پہلے نہیں، کیونکہ سلام سے پہلے امام سب کچھ منہ میں پڑھتا ہے۔ (دعا بعد جنازہ کا جواز ص ۵۴۔۵۵)

جواب الجواب نمبر ۵:

باقی رہی یہ بات کہ امام بیہقی نے جو باب قائم کیا ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے وہ دعا مراد ہے جو نماز جنازہ کے اندر ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امام بیہقی کی اپنی رائے تھی کہ باب اس عنوان سے قائم کیا یہ کوئی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے قانون تو نہیں بیان کیا گیا کہ جو عنوان قائم کیا جائے اور اس کے تحت جو حدیث لائی جائے اس سے مراد وہی ہوسکتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ اس کی تفصیل ہم حدیث...... فاخلصوا لہ آہ...... کے جوابات کے تحت بیان کر چکے۔

یہ حدیث نا قابل حجت ہے، دعویٰ دیوبندی:

دیوبندی فاضل دوسرے جواب کے طور پر یہ کہتا ہے نیز محدثین کرام نے اس حدیث کو معتبر اور قابل حجت قرار نہیں دیا وجہ اس کی یہ ہے کہ ابراہیم ہجری جو اس روایت کا راوی ہے وہ روایت کے بیان کرنے میں حذف اور زیادت سے کام لیتا تھا جیسا کہ اس نے اس روایت کے بیان کرنے میں

نہایت ہی اختصار سے کام لیا ہے اور وہ محدثین کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب جلد اول (صفحہ ۱۶۵) پر حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں ابراہیم بن مسلم العبدی ابو اسحاق کوفی جو ہجری سے مشہور ہے روایت کرتا ہے۔ عبداللہ بن ابی اوفی سے کہا ابن معین نے اس کی حدیث کچھ نہیں اور کہا ابوزرعہ نے ضعیف ہے اور کہا ابو حاتم نے ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے اور فرمایا امام بخاری نے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور فرمایا امام ترمذی نے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے اور فرمایا امام ترمذی نے کہ وہ ضعیف الحدیث قرار دیا گیا ہے اور فرمایا امام نسائی نے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور فرمایا نسائی نے کہ وہ ضعیف ہے اور فرمایا سعدی نے کہ اس کی حدیث کو ضعیف کہا جاتا ہے۔ (ص ۶۱-۶۰)

جواب الجواب نمبر ا:

دیوبندی فاضل کی اس ساری بحث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ابراہیم بن مسلم جو اس کا راوی ہے وہ نا قابل اعتبار ہے لہٰذا اس کی یہ روایت بھی نا قابل اعتبار اور نا قابل حجت ہو گی۔

قارئین کرام! حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جب ہجری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں تو یوں شروع کرتے ہیں:

روی عن عبداللہ بن ابی اوفی و ابی الاحوص و ابی عیاض و عنہ شعبۃ و ابن عیینۃ و محمد بن فضیل بن غزوان و غیرھم قال علی بن المدینی عن ابن عیینۃ: کان ابراھیم الھجری یسوق الحدیث سیاقۃ جیدۃ علی مافیہ۔

ترجمہ: ''ہجری عبداللہ بن ابی اوفی، ابو الاحوص اور ابو عیاض سے روایت کرتے ہیں اور ہجری سے حضرت امام شعبہ، امام ابن عیینہ، محمد بن فضیل بن غزوان وغیرہم روایت کرتے ہیں اور حضرت علی بن مدینی حضرت امام ابن عیینہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (حضرت امام ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ) ابراہیم ہجری حدیث کو اس بہترین کیفیت سے بیان کرتا جس کیفیت میں وہ ہوتی ہے۔''

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی مختلف ائمہ کی جرح و تعدیل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قلت! القصۃ المتقدمۃ عن ابن عیینۃ تقتضی ان حدیثہ عنہ صحیح لانہ انما عیب علیہ رفعہ احادیث موقوفۃ، و ابن عیینۃ ذکر أنہ میّز حدیث عبداللہ من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: ''میں (حافظ ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ جو بات ابن عیینہ کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے وہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ امام ہجری سے مروی حدیث صحیح ہو، کیونکہ ان پر جو جرح کی گئی ہے وہ فقط اس وجہ سے ہے کہ وہ احادیث موقوفہ (وہ احادیث کہ جن کی سند صحابی تک پہنچتی ہو، فیضی) کو احادیث مرفوعہ (وہ احادیث کہ جن کی سند نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہو، فیضی) قرار دیتے اور ابن عیینہ نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ (ہجری سے مروی) حدیث عبداللہ بن ابی اوفی کو

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ کیا جائے گا۔"

(تہذیب التہذیب ج ص۱۵۶،۱۵۵، بیروت)

قارئین کرام! امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس ساری تحقیق کو بغور پڑھیں تو اس سے چند امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) امام ہجری، حضرت ابن ابی اوفی، حضرت ابو الاحوص اور ابو عیاض سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(۲) اور امام ہجری سے وقت کے اجلہ محدثین حضرات امام شعبہ، امام ابن عیینہ اور امام محمد بن فضیل وغیرہ احادیث روایت کرتے ہیں۔

(۳) بلکہ امام علی بن مدینی نے تو ابن عیینہ کے حوالے سے یہ بیان کیا کہ آپ فرمایا کرتے کہ امام ہجری نہایت خوبصورتی کے ساتھ حدیث کو اسی کیفیت سے بیان کرتے جس میں وہ ہوتی۔

(۴) پھر ابن حجر عسقلانی اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ جب کئی محدثین امام ہجری پر جرح کرتے ہیں (جیسا کہ اظہر صاحب نے ذکر کیا) اور دیگر کئی ان کے ثقاہت کو بیان کرتے ہوئے ان کی تعدیل وتحسین کرتے ہیں تو پھر کیسے معلوم ہوگا کہ ان کی مروی حدیث کو لیا جائے یا نہ لیا جائے؟

جواباً فرماتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ جو بات ابن عیینہ کے حوالے سے شروع میں ذکر کی گئی اس کا تقاضا ہے کہ امام ہجری سے مروی حدیث صحیح ہو اس لئے کہ جن ائمہ نے آپ کی تضعیف کی اور آپ پر جرح کا قول کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہجری موقوف حدیثوں کو مرفوع قرار دے دیتا اور امام ابن عیینہ نے پھر اس بات کی خود ہی وضاحت فرمادی ہے کہ ہجری جو روایت حضرت ابن ابی اوفی سے روایت کی اس کو حدیث نبوی سے الگ رکھا جائے گا یعنی وہ صحیح اور قابل

قبول ہے، کیونکہ یہ حدیث چونکہ موقوف تھی تو آپ نے اس کو بطور موقوف کے ہی روایت کیا ہے۔ اس کی صحت وقبولیت میں کوئی شائبہ نہیں کیونکہ اس میں آپ پر جرح کی علت (یعنی موقوف کو مرفوع قرار دینا) نہیں پائی جارہی۔

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ امام ابن عیینہ ان ائمہ جرح وتعدیل اور محدثین میں سے ہیں کہ جن کی بات کو دنیائے علم وعرفان میں ایک سند کی حیثیت حاصل ہے، آپ کی ثقاہت وعدالت وغیرہ پر امت کو اتفاق ہے۔

قارئین کرام! اس تحقیق کو پھر گہری نگاہ سے مطالعہ کریں اور غیر جانبدار ہو کر فیصلہ دیں کہ:

بددیانتی وخیانت مولوی اظہر نے کی یا ہم نے؟

حقیقت حال کو مولوی اظہر نے چھپایا یا ہم نے؟

واعظ بے علم مولوی اظہر ہے یا ہم؟

پھر حدیث مذکورہ امام عسقلانی کے فیصلے کے مطابق قابل حجت اور صحیح ہے کہ نہیں؟

تعجب ہے دیوبندی فاضل پر کہ مہر وماہ کی طرح روشن حقائق کو جان بوجھ کر چھپانا چاہتے ہیں طرفہ یہ کہ پھر بھی علمی خیانت کے طعنے ہم کو!

ہم ہی ہدف ہم ہی بسمل ہم ہی پر طعنہ زنی
ستم بھی تیرے گلے بھی تیرے یہ ہی سہی تو یونہی سہی

دیوبندی فاضل اس کے بعد ہرزہ سرا ہے:

"اُس شہادت کے بعد معلوم ہو گیا کہ ابراہیم ہجری تمام محدثین کے نزدیک غیر معتبر غیر ثقہ اور نہایت درجہ کا ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔" (ص ۶۱)

جواب الجواب نمبر ۲:

لعنة الله علی الکذبین...... آپ کا یہ قول کہ ابراہیم ہجری "تمام محدثین کے نزدیک غیر معتبر...... الخ" ہے، کذب بیانی کی حد ہے، کیونکہ جس تہذیب سے آپ نے امام ہجری پر جرح نقل کی اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہجری امام شعبہ، ابن عیینہ، ابن فضیل وغیرھم کے نزدیک معتبر وثقہ ہے، بلکہ اگلے ہی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ امام فسوی فرماتے ہیں...... **کان رفاعا، لابأس بہ......** کہ ہجری بہت زیادہ مرفوع احادیث بیان کرتا، اس میں کوئی خرابی نہیں۔ امام ازدی فرماتے ہیں، **ھو صدوق** کہ وہ بہت زیادہ صدق والے ہیں، لیکن **رفاع کثیرا الوھم** ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج،ص ۱۵۵۔۱۵۶)

مولوی اظہر مزید کذب بیانی کرتے ہوئے کہتا ہے:

"کسی محدث نے اس (ہجری) کی حدیث کو قابل حجت قرار نہیں دیا۔" (ص ۶۱)

جواب الجواب نمبر ۳:

اظہر صاحب آپ تو ہمیں جھوٹوں کے آئی جی لگتے ہیں کیونکہ ابھی تہذیب سے جو ہم نے تحقیق نقل کی اس کے بعد تو آپ کے لئے ہر بندے کی زبان پر "آئی، جی" کا پیارا لقب ہوگا، مزید دلائل سنئے کہ محدثین نے ان کی حدیث کو حجت قرار دیا یا نہیں؟

(۱) امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

ھذا حدیث صحیح ولم یخرجاہ، و ابراھیم بن مسلم الھجری لم ینقم علیہ بحجۃ۔

"یہ حدیث صحیح ہے، لیکن اس کو امام بخاری و مسلم نے درج نہیں کیا اور ابراہیم بن مسلم ہجری پر جو تنقید کی گئی ہے وہ بلا دلیل ہے۔" (مستدرک ج ۱ ص ۶۸۶ بیروت)

نوٹ: امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک کو امام بخاری و مسلم کی شرائط پر لکھا ہے اور اس میں وہ احادیث جمع کی ہیں جو بخاری و مسلم میں درج نہ ہو سکیں:

(۲) اس حدیث مبارکہ کے بارے ریاض الصالحین کے حاشیے میں ہے کہ

(قد رواہ بیہقی ۴/ ۳۵ بسند صحیح)

امام بیہقی نے اس حدیث کو ج ۴ ص ۳۵ پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ (ریاض الصالحین ص ۳۱۱، حاشیہ نمبر ۵ مکتبہ رحمانیہ)

(۳) پھر خیانت نقل و دھوکہ دہی کی بھی آپ حدود تجاوز کر گئے، کیونکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاذکار کے جس صفحہ کا آپ نے حوالہ دیا اور یہ حدیث نقل کی بالکل اس کے ساتھ یہ عبارت بھی تھی جس کو آپ ہضم کر گئے۔

"**قال الحاکم ابو عبداللہ ھذا حدیث صحیح۔**"

"امام حاکم ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔"

(دیکھئے کتاب الاذکار ص ۱۴۹، دار الفد الجدید)

جناب من! آپ نے دیکھا کہ نہ صرف اجلہ محدثین نے امام ہجری کی اس حدیث کو لیا بلکہ اس کی صحت کا قول کر کے اسے قابل حجت بھی قرار دیا۔ ؎

من آنچہ شرط بلاغ است باتو گویم
توخواہ از سخنم پند گیرد خواہ ملال

حدیث "عبداللہ بن سلام" سے دھوکہ دہی کی کوشش:

اس کتاب میں درج حدیث نمبر ۴۳ یعنی حدیث عبداللہ بن سلام سے

دھوکہ دینے کے لئے دیوبندی فاضل جواب پیشگی کے طور یہ کہتا ہے:

"حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے اس دعا کو ثابت کرنا یہ بالکل ہی کم عقلی پر مبنی ہے، کیونکہ یہ کوئی ایسا جملہ نہیں ہے کہ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ آؤ میرے ساتھ مل کر دعا کرو یا مجھے اپنے ساتھ دعا میں شریک کرلو بلکہ اس کلمہ سے ایسا مطلب لینا ان کی ذاتی اختراع ہے جو ہرگز قبول نہ ہو گا۔" (ص ۶۱)

جواب الجواب نمبرا:

قارئین کرام! ہمارے جواب الجواب سے قبل جو اظہر صاحب نے اس جملے کا مطلب و معنی بیان کیا وہ سماعت فرمائیں:

"اظہر صاحب اس کا مطلب و معنی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں "مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ میں نماز جنازہ میں شریک نہیں ہو سکا مگر میں کثرت سے ایسی پر خلوص دعا کروں گا کہ اس سے تلافی ہو جائے گی اور اس میں تم مجھ سے سبقت نہیں لے جاسکتے۔" (ص ۶۲)

یہ ہے خدا کی قدرت کہ اظہر صاحب جس جملے سے ثبوت دعا کو کم عقلی و ذاتی اختراع کا طعنہ دے رہے تھے جب ٹھوکر کھانے لگے تو اس جملے سے کھا کر منہ کے بل جا گرے۔

قارئین کرام! اظہر صاحب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے فرمان...... "فلا تسبقونی بالدعاء له" ...... کا ترجمہ و مطلب ان الفاظ میں کر رہے ہیں کہ میں کثرت سے ایسی پر خلوص دعا کروں گا کہ اس سے تلافی ہو جائے گی اور

اس میں تم مجھ سے سبقت نہیں لے جاسکتے۔" جو کہ غلط و بے تکا ہے۔ اس لئے کہ درس نظامی کے صرف پڑھنے والے مبتدی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ...... "فلا تسبقونی" ...... جمع مذکر بحث نہی حاضر معروف کا صیغہ ہے۔ جس کا معنی یہ ہوگا کہ "تم سب مرد مجھ پہ سبقت نہ کرو۔" اظہر صاحب کا بیان کردہ معنی (تم مجھ سے سبقت نہیں لے جاسکتے) تو تب درست ہوتا کہ اگر یہ صیغہ ...... "فلا تسبقوننی" ...... جمع مذکر حاضر بحث فعل مضارع منفی معروف کا صیغہ ہوتا تو حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اظہر صاحب کا یہ مطلب نکالنا نہایت مضحکہ خیز اور غلط ہے۔ معاً یہ بھی معلوم ہوا کہ اظہر صاحب کو تو نہی اور نفی کے مابین فرق بھی معلوم نہیں۔

جناب متخصص صاحب! اگر یہ مطلب کوئی صرف کا ابتدائی طالب علم بیان کرتا تو اسے معمول کی غلطی قرار دیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ فنی غلطی تو آپ کر رہے ہیں جنہیں دیوبند کا مفتی ہونے کا دعویٰ ہے۔ اب ذرا یہ بھی بتانا کہ "کم عقلی و ذاتی اختراع" جملے کے صحیح حقدار آپ ہیں کہ نہیں؟

گر ہمیں ست مکتب و ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

اس کے بعد دیوبندی فاضل دوسری دلیل کے طور پر کہتا ہے کہ:

"پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ صاحب بدائع الصنائع نے حضرت عبداللہ بن سلام کا واقعہ جس باب میں ذکر کیا ہے وہ باب اس بارے میں ہے کہ جب کسی شخص پر ایک مرتبہ جنازہ پڑھ لیا ہے تو دوبارہ جنازہ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس حدیث کو ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ دوبارہ جنازہ

نہیں پڑھ سکتے ہاں دعا مانگ سکتے ہیں۔'' (ص ۶۱)

جواب الجواب نمبر ۲:

یہ بات ہمیں تسلیم ہے کہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر فرمایا ہے مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ احادیث مبارکہ کے کلمات کیا ہیں؟ ان کا اپنا معنیٰ کیا؟ ادنیٰ شعور کا مالک انسان بھی اس پہ غور کرلے تو وہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ ان احادیث سے جس طرح عدم تکرار جنازہ ثابت ہورہا ہے یونہی دعا بعد جنازہ قبل دفن بھی ثابت ہورہی ہے۔ الفاظ حدیث پر دوبارہ توجہ کریں کہ سرکار علیہ السلام فرما رہے ہیں:

الصلوٰۃ علی الجنازۃ لا تعاد ولکن ادع للمیت و استغفر له۔

''نماز جنازہ کا اعادہ نہیں کیا جاتا، لیکن تم اس میت کیلئے دعا و استغفار کرو''

پھر اس پر محدثین کی احادیث مکررات گواہ ہیں خصوصاً امام بخاری ایک حدیث کو ایک باب کے تحت لے کر آتے ہیں، پھر اسی کو دوسرے باب میں بھی ذکر کردیتے ہیں۔ آپ کا یہ اسلوب اس بات کی دلیل ہے کہ کسی بھی حدیث سے جس قدر معانی مراد لینا ممکن ہوں لئے جاسکتے ہیں۔ ویسے بھی باب اور اس میں درج حدیث کے مضمون کے عدم پابندی پر ہم کئی بار لکھ چکے ثابت ہوا کہ منکرین کی طرف سے نہ ماننے کا یہ بے جا بہانہ ہے۔

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

''پھر اس حدیث میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دعا مانگ رہے تھے۔ انہوں نے شریک کرنے کا کہا ہو۔''

جواب الجواب نمبر ۳:

محسوس ہوتا ہے کہ یہ بات کرتے وقت اظہر صاحب دماغی طور پر حاضر نہیں تھے۔

صد افسوس! آپ کیسے متخصص ہیں کہ جسے اصول فقہ کا یہ اصول ہی یاد نہیں کہ...... **عدم الذکر لا یدل علی عدم الشئ**...... کہ کسی چیز کا ذکر نہ ہونا اس چیز کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ مثلاً

زید کلمہ طیبہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ اب اس سے کوئی کہے کہ جس طرح تو ہمارے محبوب کی رسالت پر ایمان لایا ہے دیگر رسولوں پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے۔ زید جواباً انکار کرے، اس سے انکار کی وجہ پوچھی جائے تو وہ اظہر صاحب جیسا رکیک عذر پیش کرے کہ جو کلمہ آپ نے مجھے پڑھایا ہے اس میں تو دیگر رسولوں کا ذکر ہی نہیں تو ایمان لانا کیوں ضروری ہے۔

تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر ذکر نہیں تو ان پر ایمان لانے کی نفی بھی تو نہیں ہے۔ اسی طرح اگر دیوبند حضرات کی یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے تو حدیث میں یہ بھی تو مذکور نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالکل دعا نہیں مانگ رہے تھے۔

ویسے بھی حضرت ابن سلام کا یہ فرمانا کہ ''تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے آگے نہ بڑھو'' اس بات کا قرینہ ہے کہ آپ نے شمولیت دعا ہی کے لئے فرمایا تھا، کیونکہ سبقت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام میں کسی شخص کا اس کام میں شریک لوگوں سے آگے نکل جانا تو جب ''فلا تسبقونی'' فرمان نے سبقت کی نفی کردی تو مطلب یہی نکلتا ہے کہ دعا اکٹھے کرتے ہیں لہٰذا تم دعا میں مجھ کو شامل کرلو۔ اظہر صاحب مزید بے فائدہ اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''مزید اس پر ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دعا

مانگ رہے تھے تو...... ان سبقتمونی...... والا جملہ کہنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ چپکے سے آکر دعا میں شریک ہو جاتے۔"

(ص ۶۲)

جواب الجواب نمبر ۴:

جناب محترم! قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جس وقت زیر بحث کلمات ارشاد فرمائے اس وقت وہ جنازہ گاہ سے کچھ دور تھے اور چونکہ چاہتے کہ لوگ نماز جنازہ کے بعد جو اجتماعی دعا مانگ رہے ہیں اس میں شامل ہو جائیں اس لئے کہ انفرادی دعا کے بجائے اجتماعی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

اور ممکن تھا کہ آپ کے آنے تک لوگ دعا مانگ کر منتشر ہو جاتے اور اجتماعی دعا کا مقصد فوت ہو جاتا اور چونکہ جتنے لوگ زیادہ جمع ہو کر دعا کریں دعا میں اتنا ہی زیادہ اثر ہوتا ہے اور ممکن تھا کہ سارے لوگ نہ بھی منتشر ہوتے تو بھی کچھ نہ کچھ کم ہو جاتے اور کچھ چلے جاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حصول ثواب میں بہت زیادہ حریص تھے۔ اس لئے حضرت عبداللہ نے دور ہی سے فرمایا کہ لوگو! اگر تم نے نماز جنازہ میں پیچھے چھوڑ دیا ہے تو دعا میں پیچھے نہ چھوڑو! ٹھہرو مجھے بھی شامل ہو لینے دو۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر تمام لوگ ــــ موجود رہتے بھی یا فی الواقع موجود رہے تھے بھی تو اس کے باوجود نماز جنازہ کے بعد بار بار دعا کرنا آپ نے ناپسند جانا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ (بلا عذر شرعی) تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ اس لئے آپ نے پہلی بار کی جانے والے دعا میں شمولیت کی سعی کی۔

(دعا بعد جنازہ کا جواز ص ۹۸، از محقق اہلسنت)

اظہر صاحب پانچواں اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اگر واقعی اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد اسلام سے قبل کی دعا

ثابت ہو رہی ہے تو آیا کسی فقیہ یا مجتہد نے اس سے یہ مطلب لیا ہو اگر یہ مطلب لیا ہے تو ہمیں بھی دکھائیں۔" (ص ۶۲)

جواب الجواب نمبر ۵:

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی فقیہ نے یہ مطلب نہ بھی لیا ہوتا تو بھی کسی نے منع بھی تو نہیں کیا اور عدم ممانعت سے بھی جواز فعل سمجھا جاتا، جیسا کہ شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع۔

یعنی کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی۔" (مواہب اللدنیہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نہ کردن چیز دیگر وضع فرمودن چیز دیگر، ملخصا۔

"نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے۔"

(تحفہ اثناعشریہ باب دہم ص ۲۴۹)

اگر اپنی علمیت پر اتنا ہی گھمنڈ ہے آپ ہی دکھا دیجئے کسی فقیہ و مجتہد کی طرف سے اس کی ممانعت؟

اگلی بات یہ ہے کہ اگر کسی بات کو کسی فقیہ و مجتہد نے ذکر نہیں کیا تو اس کا کرنا بھی جائز نہ ہو تو ہم پوچھتے ہیں تمہارے تھانوی صاحب سے لے کر فتاوی دار العلوم تک کے علماء بلکہ تم سبھی نماز عید کے بعد دعا مانگنے کو کیوں جائز قرار دیتے ہو۔ حالانکہ تمہارے ہی ان بزرگوں کے بقول یہ دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین اور تبع تابعین وغیرہ سے ثابت نہیں مطلب اسے کسی فقیہہ نے ذکر نہیں

کیا؟ (دیکھئے بہشتی زیور، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

اسے کہتے ہیں "میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھو" پھر آپ دیکھنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ہمارے قرآن وحدیث کے دلائل کا تم کو نظر نہ آنا دلائل کا نہیں آپ کی چشم بے بصیرت و بے بصارت کا قصور ہے۔ مع ہذا تمہاری بے جا عقلی ہوشگافیوں پر عقل بھی حیران نظر آتی ہے۔ ۔

ع وہ حیرت کو بھی حیرت میں ڈال دیتا ہے
خدا کسی کسی کو یہ کمال دیتا ہے

باب چہارم:

نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت

اجماع اُمت سے

حدیث عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے اجماع کا ثبوت:

قارئین محتشم! ہم حدیث عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو تیسرے باب میں ذکر کر آئے ہیں اور اس پر منکرین کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے بھی مسکت اور دندان شکن جوابات پیش کر آئے۔ یہ حدیث مبارکہ چونکہ ایک ایسی حدیث ہے کہ جس سے نماز جنازہ کے بعد قبل دفن دعا کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے اس حدیث مبارکہ کو اعادہ مع الافادہ کے طور پر ہم دوبارہ ذکر کر کے اپنے مؤقف کو ثابت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ. انه فاتته الصلوٰة علی جنازة عمر رضی اللہ عنہ فلما حضر قال! ان سبقتمونی بالصلوٰة علیه فلا تسبقونی بالدعاء له.

"حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر پاک رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنے سے رہ گئے جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا اگر تم نماز میں مجھ سے آگے نکل گئے ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاک کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے آگے نہ نکلنا (یعنی اس میں مجھ کو بھی شامل کرلو)۔" (بدائع صنائع ج ۱ ص ۴۸، مبسوط)

تبصرہ:

اس حدیث مبارکہ سے روز امس کی طرح معلوم ہوا کہ حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعا میں شمولیت کا بول کر دعا کی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دعا کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا، اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دعا کا ثبوت اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ:

السکوت فی معرض البیان بیان۔

"یعنی بیان کی جگہ پر خاموشی اختیار کرنا بیان ہی ہے۔"

نورالانوار میں ہے:

ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابة وهو المسمی بالاجماع السکوتی۔

"پھر وہ اجماع ہے کہ جس میں بعض صحابہ کسی مسئلے کی (قولاً یا فعلاً) وضاحت بیان کریں اور دیگر خاموش رہیں تو اس اجماع کا نام اجماع سکوتی رکھا جاتا ہے۔" (ص ۲۲۲)

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ اگر کسی صحابی کے نزدیک یہ دعا کرنا ناجائز و حرام اور باطل ہوتا تو وہ ضرور اس سے منع کرتے۔ اس لئے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ:

اذا بلغ حکم الحادثة فلو کان الحق عند احد خلافه فالسکوت عنه حرام ولا یظن هذا بعلماء الامة لاسیما بالسلف۔

"جب کسی واقعہ کا حکم مجتہدین تک پہنچے پھر اگر حق مجتہدین میں سے کسی کے ہاں اس حکم کے مخالف ہو تو اس پر خاموشی

اختیار کرنا حرام ہے۔ ایسی خاموشی تو اس امت کے علماء سے مقصود نہیں پھر سلف سے کیونکر ممکن ہے۔"

(اصول الشافعی ص ۷۹ حاشیہ نمبر ۱)

یوں ہی نورالانوار میں ہے:

وکیف یظن فی حق الصحابة التقصیر فی امور الدین و السکوت عن الحق فی موضع الحاجة وقد قال علیه السلام الساکت عن الحق شیطان اخرس۔

ترجمہ: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ دینی امور میں تقصیر کرتے ہوں گے اور حاجت کے وقت بھی ناحق بات دیکھ سن کر خاموش رہتے ہوں گے؟ (یعنی ایسا ہرگز ہرگز متصور نہیں) حالانکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو ناحق و باطل دیکھ سن کر خاموشی اختیار کرے (بقدر ہمت اس کا رد نہ کرے) وہ گونگا شیطان ہے۔" (نورالانوار ص ۲۱۹)

اس ساری بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاً تو نماز جنازہ کے بعد قبل دفن دعا مانگنا سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا، ثانیاً بفرض محال (جیسا کہ منکرین کا خیال ہے) پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ مانگتے ہوں مگر جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس دعا کے حکم کو بیان بھی کیا اور مانگی بھی اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ناجائز و حرام کہہ کر منع نہیں کیا تو اس دعا کے جواز پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع سکوتی قائم ہو چکا۔

اب ہم منکرین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم نے تو اس دعا کو اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت کر دیا، تم کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا بھی قول دکھا دو جس میں

انہوں نے اس دعا سے حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ کو یا عمومی طور پر امت محمدیہ کو منع کیا؟؟

فَأْتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ۔

ایک شبے کا ازالہ:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہم مانتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے دعا تو کی لیکن قبل دفن نہیں بلکہ پھر کسی موقع پر کی ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس اعتراض کا تعلق اس حدیث سے دور دور تک کا بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ الفاظ حدیث کا اسلوب اور اس کا سیاق وسباق ہی اس کی نفی کر رہا ہے۔

پھر ”فلا تسبقونی بالدعاء لہ“ کی فاء تعقیبیہ تو اس اعتراض کو جڑ سے ہی اکھاڑ پھینکتی ہے۔ کیونکہ اس کا تقاضا ہے کہ فقط یہ معنی کیا جائے کہ جیسے ہی نماز جنازہ پڑھی گئی آپ فوراً حاضر ہوئے اور یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

شیخ محقق کے کلام سے اجماع کا ثبوت:

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث......!

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب۔

”کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھی۔“

کی توضیح میں فرماتے ہیں:

احتمال دارد کہ ہر جنازہ بعد از نماز یا پیش اذان بقصد تبرک خواندہ باشد چنانچہ الان متعارف است۔

ترجمہ: ”ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ نماز جنازہ

کے بعد یا اس سے پہلے برکت کے لئے پڑھی ہو۔ جیسا کہ آج کل مشہور ہے۔“ (اشعۃ اللمعات ج۱ ص۱۳۷)

دیوبندیوں کے مسلم امام علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوتا ہے کہ کیا زندوں کے کچھ نیکی کرنے سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے؟

تو جواباً کہتے ہیں:

فالجواب انها تنتفع من سعی الاحیاء بأمرین مجمع علیها بین اهل السنة من الفقهاء و اهل الحدیث والتفسیر۔

”اس کا جواب یہ ہے کہ زندوں کی کاوش سے دو طریقوں سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے۔ یہ بات اہل سنت کے فقہاء ومحدثین اور مفسرین کے نزدیک اجماعی ہے۔“ (کتاب الروح ص ۱۶۳)

پھر صفحہ ۱۴۴ پر کہتے ہیں:

ودعاء النبی صلی اللہ علیه وسلم للاموات فعلا و تعلیما، ودعاء الصحابة والتابعین والمسلمین عصرا بعد عصر اکثر من ان یذکر واشهر من أن ینکر۔

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعلاً اور تعلیماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور مسلمانوں کا مردوں کے لئے دعا کرنا ہر زمانے میں اس کثرت سے ہے کہ جو ذکر کرنے سے زائد اور انکار سے زیادہ مشہور ہے۔“

بحمد اللہ! ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ اس دعا پر امت کا اجماع قائم ہے۔ اس پر ہر زمانے میں عمل ہوتا رہا ہے۔

باب پنجم:

نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت قیاس سے

قارئین کرام! ہم اس دعا کے ثبوت کو قیاس سے ثابت کرنے کے لئے منکرین کے گھر کا حوالہ پیش کرتے ہیں:

(۱) فریق مخالف کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”بعد نماز عیدین کے دعا مانگنا گو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے منقول نہیں مگر چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے۔ اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوا۔“ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص)

(۲) پھر یہی بات فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے حوالے سے بیان کی گئی کہ مفتی دیوبند سے سوال ہوتا ہے:

”عیدین میں دعا کس وقت مانگے آیا بعد نماز کے یا بعد خطبہ کے؟“

اس کا جواب لکھا:

عیدین کی نماز کی بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے، خطبہ کے بعد دعا مانگنے کا استحباب کسی روائت سے ثابت نہیں ہے اور عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنا استحباب ان ہی حدیثوں وروایات سے معلوم ہوتا ہے۔ جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا وارد ہوا ہے اور دعا بعد الصلوٰۃ مقبول ہوتی ہے۔ حصن حصین میں وہ احادیث مذکور ہیں اور ہمارے حضرات اکابر کا یہ ہی معمول رہا ہے۔ بندہ کے نزدیک جو علماء عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگنے کو بدعت یا غیر ثابت فرماتے ہیں، وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عموماً نمازوں کے بعد استحباب ثابت ہے۔ پھر عیدین کی نمازوں کا اثناء

کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیو بند ج ۵ ص ۱۴۱)

تبصرہ:

قارئین کرام! ان دونوں حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ دیوبند حضرات کے نزدیک اگرچہ نماز عیدین کے بعد باقاعدہ طور پر دعا کرنا ثابت نہیں لیکن اس دعا کا استحباب انہیں احادیث ومرویات سے ثابت ہے جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا وارد ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ دعا بعد جنازہ قبل دفن کے لئے بفرض محال، اگر کوئی مستقل طور پر دلیل نہ بھی ہوتی تو بھی دیوبندیوں کے اس قانون پر قیاس کرتے ہوئے کہ ”اس دعا کا استحباب انہیں احادیث ومرویات سے ثابت ہے جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا وارد ہوا“ یہ دعا ثابت ہوجاتی۔

نوٹ:

تبصرے میں ہم نے بفرض محال کہا ہے ورنہ اس دعا کے ثبوت پر ہم درجنوں دلائل پیش کر چکے ہیں۔

اجرائے قیاس

مقیس علیہ	مقیس	علت	حکم
دعا بعد نماز عیدین	دعا بعد جنازہ قبل دفن	احادیث عمومیہ دربیان دعا بعد صلوٰت	استحباب

قارئین! آپ نے دیکھا کہ دعائے جنازہ قبل دفن تو منکرین کی بنائے ہوئے قانون سے بھی قیاساً ثابت ہوجاتی ہے، مگر ایک منکرین ہیں کہ ان حقائق کی طرف نہ نگاہِ غور ڈالتے ہیں اور نہ ہی عقلِ سلیم سے تھوڑی توجہ کرتے ہیں۔

نگاہِ غور سے تو عقدہ صاف کھل جائے گا
وفا کے بھیس میں بیٹھا ہے کوئی بے وفا ہوکر

نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت

فقہاء کرام کے اقوال سے

قولِ اوّل از امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ربانی عبدالوہاب شعرانی میزان کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ:

قال ابوحنیفه والثوری ان التعزیة سنة قبل الدفن لا بعده لان شدة الحزن تکون قبل الدفن فیعزی ویدعوله۔

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعزیت کرنا میت کے دفن کرنے سے پہلے سنت ہے۔ بعد میں نہیں اس لئے زیادہ غم واندوہ دفن سے قبل ہوتا ہے اس لئے آدمی کو چاہیے کہ تعزیت کرے اور میت کے لئے دعا کرے۔"

(میزان الکبریٰ ج......ص......)

امام شعرانی کے فرمان پہ غور کرنا چاہیے فرماتے ہیں کہ:

چونکہ مرنے والے کا غم دفن سے پہلے زیادہ ہوتا ہے لہٰذا سنت یہ ہے کہ میت کے لواحقین سے تعزیت اور میت کے لئے دعا دفن سے پہلے ہو۔ بلکہ آپ نے تو یہ امام صاحب کا مذہب قرار دیا۔ تو آپ کے فرمان سے دعا بعد جنازہ قبلِ دفن ثابت ہوگی۔ کیونکہ قبل الدفن کی قبلیت (پہلے ہونا) اس وقت کو بھی شامل ہے۔

قول ثانی از علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت علامہ عینی فرماتے ہیں:

یجوز ان یکون المراد من قول الراوی صلی علی حمزة سبعین مرة المعنی اللغوی وهوالدعا ای سبعین مرة۔

ترجمہ: "جائز ہے کہ راوی کے قول کہ "آپ علیہ السلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر (۷۰) بار صلوٰۃ پڑھی" سے لغوی معنی دعا مراد ہو، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے ستر (۷۰) بار دعا فرمائی ہو۔"

(بنایہ شرح ہدایہ ۳ص۷۹۴، مکتبہ حقانیہ)

قارئین کرام! عظیم حنفی محدث اور فقہی علامہ عینی کے قول سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ کی ایک بار جنازہ پڑھا کر پھر ان کیلئے انہتر (۶۹) بار دعا فرمائی۔

قول ثالث از شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ:

واحتمال دارد کہ بہ جنازہ بعد از نماز یا پیش ازاں بقصد تبرک خواندہ باشد چنانچہ الآن متعارف است۔

ترجمہ: "یعنی ممکن ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد یا پہلے برکت کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھی ہو جیسا کہ آج کل معروف (معمول) ہے۔"

(اشعۃ المعات ج۱ ص۷۳۱)

قولِ رابع از امام جزیری رحمۃ اللہ علیہ:

الحنفية قالوا: يستحب ان يقال للمصاب: غفر الله لميتك و تجاوز عنه و تغمده برحمته ......الخ.

”احناف فرماتے ہیں کہ: مستحب یہ ہے کہ مصیبت زدہ سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی میت کی مغفرت فرمائے اور اس کے گناہوں کو معاف فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانپے۔“ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۳۱۵)

یوں علامہ جزیری رحمۃ اللہ علیہ تعزیت ودعا کے وقت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

ووقتها من حين الموت الى ثلثة ايام.

”یعنی اس تعزیت ودعا کا وقت مرنے سے لے کر تین دن تک ہے۔“ (ایضا)

قارئین کرام! مقامِ غور ہے کہ ”حین الموت“ کا اطلاق کیا نمازِ جنازہ کے بعد قبل دفن پر ہوتا ہے کہ نہیں؟ یقیناً یقیناً ہوتا ہے تو یہ دعا بھی ثابت۔

قولِ خامس از علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ شامی فرماتے ہیں:

و التعزية ان يقول اعظم الله اجرك و احسن عزائك وغفر لميتك.

ترجمہ: ”تعزیت یہ ہے کہ مصیبت زدہ سے کہا جائے کہ اللہ عزوجل تیرے اجر کو بڑھائے اور تجھے صبر احسن عطاء فرمائے اور تیرے مردے کی مغفرت فرمائے۔“ (ردالمحتار ج ۳ ص ۱۷۴)

قولِ سادس از شیخ نور الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

نبیرۂ شیخ محقق حضرت نورالحق دہلوی شارح بخاری علیہ السلام فرماتے ہیں!

فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روائت معمولہ، کذا فی خلاصۃ الفقہ۔

ترجمہ: ”میت کے لئے فاتحہ اور دعا دفن سے قبل درست ہے اور اس روایت پر مسلمانوں کا عمل ہے۔ یونہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔“ (کشف الغطاء فصل ششم، ص ۴۰، مطبوعہ احمدی)

حضرت نور الحق دہلوی نے بھی اپنے والد ماجد کی طرح اس دعا کو درست اور سب اہل اسلام کا معمول قرار دیا ہے۔

قولِ سابع از امام ابوبکر زبیدی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابوبکر زبیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهذا اذا لم يد منه جزع شديد فان راوا ذلك قدمت التعزيت لتسكينهم.

”یہ (تعزیت بعد دفن) اس وقت ہے کہ جب لواحقین سے سخت آہ وبکا نہ دیکھا جائے۔ اور اگر یہ بات دیکھی جائے تو ان کی تسکین کے لئے تعزیت دفن سے پہلے کی جائے۔“

(جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۲۷۴، مکتبہ احمانیہ)

علامہ ابن نجیم پھر تعزیت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

و لفظ التعزية اعظم الله اجرك و احسن عزاك وغفر لميتك و الهمك صبرا و اجرله ولنا و لك بالصبر اجر.

ترجمہ: ''تعزیت کے الفاظ یہ ہیں: اللہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے، تمہیں بہترین سکون قلبی عطا فرمائے، تمہاری میت کی بخشش فرمائے، تمہیں صبر دے، اور صبر کا اجر اس میت کو ہمیں اور تمہیں عطا فرمائے۔'' (جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۲۷۴)

قولِ ثامن از علامہ حامد بوبکانی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ حامد بن کمال الدین بوبکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی نافع المسلمین رجل رفع یدیه بدعاء الفاتحة للمیت قبل الدفن جاز۔

''یعنی نافع المسلمین میں ہے کہ آدمی کا ہاتھ اٹھا کر دفن سے پہلے میت لے لئے فاتحہ خوانی دعا کرنا جائز ہے۔''

(جواہر النفیس ص ۱۳۱، مکتبہ دار العربیہ پشاور)

قول تاسع از صاحب بحر الرائق:

صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں:

وقید بقوله بعد الثالثة لانه لایدعوا بعد التسلیم کمافی الخلاصة وعن الفضلی لا بأس به۔

ترجمہ: ''بعد الثالثه کی قید اس لئے لگائی ہے کہ سلام کے بعد دعا نہ کرے جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ اور امام فضلی نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (بحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص

صاحب بحر کا دعا بعد جنازہ کو پہلے عدم جائز پھر امام فضلی کے حوالے سے لابأس فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس دعا کا جائز ہونا ہی راجح و معتبر ہے۔ پھر امام فضلی کا لابأس بہ فرمانا بھی اس بات پر مہر ثبت کر رہا ہے کہ یہ دعا مستحب

ہے۔ کیونکہ فقہاء کلمہ لابأس سے استحباب کا معنی بھی لیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

کلمہ لابأس قد تستعمل فی المندوب۔

''کلمۂ لابأس کبھی مستحب میں بھی استعمال ہوتا ہے۔''

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۰ مکتبہ رشیدیہ)

پھر علامہ شامی اس عنوان کے تحت فرمائے ہیں:

فکلمة "لاباس" و ان کا الغالب استعمالها فیما ترکه اولی، لکنها قد تسعمل فی المندوب کما صرح به فی البحر من الجنائز والجهاد۔

''لابأس کا کلمہ اگرچہ عموماً غیر اولیٰ میں استعمال ہوتا ہے مگر اس کا استعمال مستحب امر کے لیے بھی ہوتا ہے جیسا کہ بحر الرائق میں کتاب الجنائز اور کتاب الجہاد میں اس کی تصریح کی گئی۔'' (رد المحتار ایضاً)

قولِ عاشر از ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ:

ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ووقتها من حین یموت الی ثلثه ایام.........وهذا اذا لم یرمنهم جزع شدید فان رؤی ذلك قدمت التعزیة.

ترجمہ: ''تعزیت کا وقت موت کے وقت سے تین دن تک ہے...... تعزیت دفن کے بعد اس وقت ہے کہ اگر لواحقین سے سخت آہ و بکا نہ دیکھی جائے اگر تو یہ دیکھی جائے تو تعزیت دفن

سے پہلے کی جائے گی۔'' (فتاوی عالمگیری ج ا ص ۱۷۷)

قارئین کرام! غور فرمائیں ہم نے فقہاء کرام کے دس (۱۰) اقوال پیش کئے جن میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ میت کے لیے مرنے کے بعد سے لے کر تین دن تک دعا کرنا خصوصاً دفن سے پہلے نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے خصوصاً حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے لخت جگر شیخ نور الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات نے تو مطلع مقصود بالکل صاف کر دیا فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد قبل دفن دعا کرنا امت کے عمل معروف ومتواتر ہے۔

مگر ایک طرف یہ ہیں حضرات دیوبند کے جنہیں یہ اقوال نظر ہی نہیں آتے یا پھر نظر تو آتے ہیں لیکن بطور ضد کے صرف نظر کر جاتے ہیں اور انکار کرتے نظر آتے ہیں جیسا کہ مولوی اظہر نے بھی اس بات کا اظہار اپنی کتاب میں کئی مرتبہ بڑی بے باکی سے کیا، مثلاً ص ۱۸، ۲۲، ۳۱، ۵۰، ۵۸، ۶۸ وغیرہ بلکہ الٹا فقہاء کرام کی عبارات کو نہ سمجھتے ہوئے اس دعا کا مکروہ وناجائز وغیرہ کا فتوی لکھ ڈالا۔ اور امت میں انتشار وافتراق کی آگ لگا کر وہ نقصان کیا کہ شائد ایسا نقصان اسلام دشمن لوگ بھی نہ کر سکیں ہوں۔

ہم ایسے لوگوں کو دعوت فکر دیتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ اگر قیامت کو تم سے اس نقصان کے بارے پوچھ لیا گیا تو کیا جواب دو گے کہ؟

اِدھر اُدھر کی بات نہ کر یہ بتا کہ قافلہ لٹا ہے کیوں
مجھے رہزنوں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

باب ہفتم:

نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت منکرین کی کتب سے

قارئین کرام! رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم نے یہاں تک قرآن وحدیث، اجماع امت وقیاس اور فقہاء کرام کے اقوال سے نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت پیش کیا اب ہم اس دعا کے جواز واستحباب کا ثبوت منکرین کی کتب سے پیش کرتے ہیں تاکہ منکرین کے انکار وفرار کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں۔

بتوفیق اللہ الرحمن وھو المستعان فی کل اٰن۔

ا۔ اس دعا کو بدعت کہنا بے جا تشدد ہے از انور شاہ کشمیری دیوبندی:

مکتب فکر دیوبند کے امام العصر انور شاہ کشمیری اس دعا کے ثبوت اور بدعت نہ ہونے کے حوالے سے کہتے ہیں کہ:

''یہاں بھی نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر ہے جس کا ہمارے سلفی اور نجدی بھائی انکار کرتے ہیں اور اسے بدعت کہتے ہیں اس لئے حرمین اور سارے قلمرو نجد وحجاز میں نمازوں کے بعد اجتماعی دعاء موقوف ہوگئی بھلا جس امر کا ثبوت خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا ہے وہ بھی کبھی بدعت ہو سکتی ہے یہ بے جا تشدد نہیں تو اور کیا ہے۔'' (انوار الباری ج ۱۹ ص ۳۰۸)

یہ دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں از مفتی دار العلوم دیوبند:

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ایک سوال وجواب مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں:

"بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (نمازیوں) کا ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ تین مرتبہ سورۃ اخلاص ایصال ثواب کیلئے آہستہ آواز میں پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے شرعاً درست ہے؟"

جواب:

اس میں کچھ حرج نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۲۴)

اظہر صاحب کی جاہلانہ اور اوچھی حرکت:

ہم نے یہی سوال وجواب چونکہ اپنے پمفلٹ میں بھی نقل کیا تھا تو اظہر صاحب جاہلانہ بلکہ فریبانہ اور اوچھی حرکت کرتے ہوئے اس کے جواب میں کہتے ہیں:

"ہماری طرف سے جواب: قارئین کرام! فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں جو سوال وجواب ذکر کیا گیا ہے اس کو گہری نظر اور کامل توجہ سے تعصب کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ سوال وجواب کا نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل والی دعا کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے بلکہ سوال کا منشا یہ ہے کہ دفن سے پہلے اگر کسی میت کو ایصالِ ثواب کرنا ہو آیا جائز ہے یا نہیں تو جواب میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یہ جائز ہے اور اس پر دوام اور التزام نہ کیا جائے۔ لہٰذا موصوف کا اس فتوی کو مروجہ دعا کیلئے دلیل بنانا اور دعوی کے ثبوت میں پیش کرنا جائز نہیں۔"

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۵۶۔۵۵)

جواب الجواب نمبر ۱:

جناب بندہ! آپ صحیح معنوں میں چور الٹا کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق ہیں اس لئے کہ اگر گہری نظر کامل توجہ اور تعصب کی عینک آپ نے اتاری ہوتی تو اس طرح کی ہرگز ہرگز جاہلانہ حرکت نہ کرتے کیونکہ ایک عام انسان اردو خواں بھی اس سوال وجواب کو باآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس میں نماز جنازہ کے بعد قبل دفن دعا کا ثبوت ہو رہا ہے مگر ایک آپ ہیں کہ کورنظری عدم توجہ اور قلب ونظر پر تعصب کی عینک سجا کر اس صریح وبالکل واضح سوال وجواب کی ایسی تاویل کر رہے ہیں جو **تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ** کی مظہر اتم ہے۔

پھر سائل کا "امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا" کے الفاظ استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس حاضر میت کے لئے دعا کے بارے پوچھ رہا ہے، اس لئے کہ سوال میں یہ الفاظ تو نہیں کہ "امام جنازہ یا کسی آدمی کا اس حاضر میت کے علاوہ کسی اور کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعا ثابت ہے؟"

مگر آپ اس کی تاویل "اگر کسی میت کو ایصال ثواب کر رہے ہیں" گویا سوال اس حاضر میت کے بارے نہیں بلکہ کسی اور میت کے بارے ہے۔

ہم پوچھتے ہیں آپ نے یہ جو تاویل بے حقیقت کی ہے یہ سوال کے کس جملے یا کس لفظ کی ہے؟؟؟

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جواب الجواب نمبر ۲:

پھر اگر علی سبیل التنزل آپ کی بات مان لی جائے تو بھی یہ دعا اس حاضر میت کے لئے ثابت ہو جائے گی۔

اس لئے کہ بقول آپ کے:

''سوال کا منشاء یہ ہے کہ دفن سے پہلے اگر کسی میت کو'' الخ کے ذریعے بھی وہ حاضر میت اس سوال کے تحت داخل ہو گی کیونکہ آپ نے خود ''کسی میت'' کے الفاظ تحریر کیے جو نکرہ ہونے کی وجہ سے عموم کا معنی رکھتے ہیں لہٰذا اس کے عموم میں تمام اموات خواہ کوئی اور ہو یا وہ حاضر میت سب داخل ہوں گی۔''

ہاں آپ کی تاویل ''کہ کوئی اور میت مراد ہے'' تو تب قابل قبول و سماع ہوتی اگر سوال میں یا پھر آپ کی بیان کردہ منشاء میں ''اس میت کے سوا'' کے کلمات ہوتے۔

ثابت ہوا کہ آپ کا یہ جواب بے صواب فقط اور فقط ایک جاہلانہ وفریبانہ حرکت ہے۔ جو چھپائے بھی نہیں چھپ سکتی۔ اس لئے ہم نے مقدمے میں کہا تھا کہ آپ اپنی غلط تعبیرات اور ملمع سازیوں اور رنگ بازیوں سے اپنے حلقہ احباب کو تو مطمئن کر سکتے ہو مگر حق جو، حق پسند اور حق شناس لوگوں کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

؎ اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

سرکار علیہ السلام نے بعد جنازہ فاتحہ پڑھی از قطب الدین دیوبندی:

نواب قطب الدین مظاہر حق جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ:

''یا (سورۂ فاتحہ) بعد از نماز کے یا پہلے نماز کے بقصد تبرک پڑھی۔'' (مظاہر حق ج دوم ص ۵۲-۵۱)

امام فضلی سے اس دعا کا جواز مروی ہے از مفتی عبدالحق دیوبندی:

مفتی عبدالحق دیوبندی لکھتے ہیں:

فقہاء کرام کی آراء

اکثر فقہاء کرام کی عبارات سے دعا بعد الجنازہ کا ممنوع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ البتہ امام فضلی بخاری سے جواز مروی ہے۔ کما فی البحر (ج ۲ ص ۱۸۳ کتاب الجنائز) وعن الفضلی لا بأس بہ۔

(فتاوی حقانیہ ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ)

امام فضلی کی جلالت وثقاہت:

دیوبند حضرات قنیہ وغیرہ کی بہت ناز سے عبارتیں پیش کرتے ہیں کہ دیکھیں جی ان عبارات میں اس دعا کو مکروہ لکھا ہے۔ (انشاء اللہ اگلے باب میں ایسی عبارات کے جوابات دیئے جائیں گے) مگر امام فضلی کی اس عبارت کو ہضم کر جاتے ہیں کہ جس میں دعا بعد نماز قبل دفن کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ ہم امام فضلی کا مقام علمی اور جلالت وثقاہت انہیں کے گھر کی گواہی سے پیش کرتے ہیں تاکہ اُن کے اس فتویٰ جواز کی بھی ثقاہت معلوم ہو سکے۔

عبدالحیٔ لکھنوی دیوبندی فوائد بہیہ میں لکھتا ہے:

محمد بن الفضل ابوبکر الفضلی الکماری البخاری کان اماماً کبیرا و شیخا جلیلا معتمدا فی الروایۃ مقلدا فی الدرایۃ رحل الیہ ائمۃ البلاد ومشاہیر کتب الفتاویٰ مشحونہ بفتاواہ و روایاتہ...... الی ان قال: کان صالحا عالما عمر حتیٰ حدث بالکثیر وکانت ولادتہ سنۃ ست وعشرین

واربع مائة و توفی ببخارا سنة ثمان وخمس مائة...الخ۔

ترجمہ: ”محمد بن فضلی بخاری امام کبیر اور شیخ جلیل روایت میں معتمد اور درایت میں مقلد تھے۔ ائمہ فقہ کے مرجع تھے۔ ان کے فتاویٰ اور روایات سے کتب فتاویٰ مزین ہیں۔ صالح عالم تھے، بڑی عمر پائی اور کثرت سے حدیث بیان کی۔ ۴۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۰۸ھ میں بخارا میں وصال فرما گئے۔“ (فوائد بہیہ ص ۱۸۴، قدیمی کتب خانہ)

صفیں توڑ کر دعائے جنازہ کرنا جائز ہے، شمس الحق افغانی دیوبندی:

شمس الحق افغانی دیوبندی لکھتے ہیں:

”مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے تطبیق یوں دی ہے کہ ”قبل کسر الصفوف“ (صفیں توڑنے سے پہلے) منع ہے اور بعد کسر الصفوف جائز ہے۔ میرے نزدیک یہ تطبیق درست ہے۔“ (الکلام الموزون ص ۹۱)

بحمد اللہ! شمس الحق افغانی دیوبندی کی اس تصریح سے ہمارا مدعیٰ بالکل ثابت ہوگیا۔ کیونکہ جس جگہ بھی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی جاتی ہے۔ صفیں توڑ کر ہی مانگی جاتی ہے۔

صفیں توڑ کر یہ دعا کرنا جائز ہے، از مفتی محمد فرید دیوبندی:

مفتی محمد فرید دیوبندی لکھتے ہیں:

(۷) بعد از کسر الصفوف جائز است۔

ترجمہ: ”نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا کرنا جائز ہے۔“

(فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف فتاویٰ فریدیہ ج ۱ ص ۲۹۸، ۲۹۹، مطبوعہ......)

یہی مفتی محمد فرید دیوبندی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

”نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے۔ بدعت نہیں ہے۔ جبکہ کسر الصفوف کے بعد ہو کیونکہ جن فقہاء اور مفسرین نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے یا تو اکثر نے دلیل ترک کیا ہے اور بعض نے دلیل ذکر کیا ہے کہ اس دعا میں زیادت علی الجنازہ کی تشبیہ ہے اور بے شک وشبہ کسر الصفوف کے بعد یہ تشبیہ نہیں ہے۔ لہٰذا کراہت بھی نہ ہوگی نیز مخفی نہ رہے کہ کسی فقیہ نے اس کی کراہت کی دلیل ذکر نہیں کی ہے کہ خیرون میں یہ معمول نہ تھا یہ سلفی دلیل ہے حنفی دلیل نہیں ہے۔“ (فتاویٰ دیوبند المعروف فتاویٰ فریدیہ ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ فریدیہ سن اشاعت ۲۰۰۹ء)

ایک اور جگہ کہتے ہیں۔

سوال: نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا ممنوع ہے یا مشروع؟

الجواب: صفوف میں کھڑے ہو کر دعا کرنا ممنوع ہے اور صفوف شکستہ کرنے کے بعد مشروع ہے اکثر فقہاء اور مفسرین نے دلیل ذکر نہیں کی ہے لا یدعو قائماً اور لا یقوم بالدعاء کہا ہے اور بعض نے تکرار جنازہ سے تعبیر کیا ہے اور بعض نے زیادت علی الجنازہ سے تعلیل کیا ہے اور یہ منکرات اس وقت لازم ہوتے ہیں جبکہ قیام کی حالت میں دعا کی جائے شکستگی صفوف کے بعد ہو یا بیٹھنے کے بعد ہو تو کوئی منکر لازم نہیں آتا ہے۔ البتہ اس حدیث میں نہی وارد نہیں ہے تو یہ مباح ہوگا نہ کہ مسنون۔“

(فتاویٰ فریدیہ ج ۱ ص ۵۸۴، مطبوعہ)

صفیں توڑ کر جتنی چاہے دعا کرے، از ظفر احمد دیوبندی:

ظفر احمد دیوبندی لکھتے ہیں:

''بعد نماز (جنازہ) کے اسی طرح اس جگہ دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ صفیں توڑ کر الگ ہٹ جائے پھر جتنا چاہے دعا کرے۔'' (مخزن فضائل و مسائل حصہ اول ص ۱۹)

اس دعا کو بدعت کہنا گناہ کبیرہ ہے، از علامہ سید احمدی دیوبندی:

دیوبندیوں کے محدث اعظم سید احمد شاہ (ساکن اخون کلی ضلع سوات) سے سوال ہوتا ہے:

''ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ عام مسلمان جنازے کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہیں اور بعض لوگ اس کو بدعت سیہ کہتے ہیں کیا اس کو بدعت کہنا جائز ہے؟''

تو وہ جواباً کہتے ہیں:

''جائز نہیں، بلکہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ یہ حقیقت میں ان بدعتیوں نے دین کے اکابر مثلاً حضرت ابن رضی اللہ عنہ عمر اور حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہم پر بدعت کا فتویٰ لگایا کیونکہ جنازے کے بعد دعا ان سے ثابت ہے۔''

(تنویر الایمان ص ۳۸، ۳۹، ۷۴، مطبوعہ

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ابن تیمیہ کے مقلدین کے ہاں نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا شرعاً ممنوع اور بدعت سیئہ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں

جنازے کے بعد دعا کرنا سلف صالحین کا منقول طریقہ ہے اور دلائل سے ثابت ہے۔'' (تنویر الایمان)

یہ دعا کرنا مفتیٰ بہ قول ہے، محمد عبداللطیف خاں دیوبندی:

محمد عبداللطیف خاں لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض علماء نماز جنازہ پوری کرنے کے بعد میت کے لئے دعا مانگنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ یہ درست ہے یا نہیں؟''

جواب: حضرت ابوبکر بن حامد کے قول کے مطابق دعا بعد نماز جنازہ مکروہ ہے، لیکن بقول حضرت محمد بن فضل کے دعا بعد نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے۔ مختار ومفتیٰ بہ ہی ہے۔ بحوالہ برجندی۔

(فتاویٰ شہابیہ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ کوئٹہ

نوٹ:

اس میں پہلے تین حوالہ جات کے علاوہ باقی سب مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب کی کتاب ''دعا بعد نماز جنازہ کا تحقیقی ثبوت'' سے نقل کئے گئے ہیں۔

مولوی اظہر اور اس کے ہم خیال لوگوں کیلئے لمحہ فکریہ:

بحمد اللہ! یہ تمام عبارات منکرین کے اپنے گھر سے پیش کی گئی ہیں جو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ بعد جنازہ قبل دفن دعا کرنا بدعت یا مکروہ وناجائز نہیں بلکہ جائز، مستحب، اور مختار ومفتی بہ ہیں۔

مع ہذا مولوی اظہر اور ان کے ہم مسلک وہم خیال وہ لوگ جو اس دعا کو بدعت وغیرہ کہتے ہیں انکے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ تم شب وروز اس دعا کے ناجائز

ہونے کے فتوے دے رہے ہو مگر تمہارے یہ مستند و معتمد علماء اس کے جواز کے، قائل ہیں اور اس دعا کے عدمِ جواز کے قائلین سے (یعنی تم سے) سخت بیزار ہیں۔

اس لئے انور شاہ کشمیری کہتے ہیں اس دعا کو بدعت کہنا بے جا تشدد ہے۔

مفتی محمد فرید کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ "اس کی دلیل نہیں" یہ سلفی دلیل ہے حنفی نہیں۔

سید احمد شاہ کہتے ہیں کہ اس دعا کو بدعت کہنا گناہ کبیرہ ہے، اور اس کو بدعت کہنے والے خود بدعتی ہیں۔

اے صاحب رسالہ!

اب بتایئے کہ تم اپنوں کے بقول بے جا تشدد کرنے والے نہیں؟

بلکہ تم تو حنفی نہیں بلکہ سلفی غیر مقلد نہیں ہو؟

کیا تم گناہ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہو؟

تم بدعتی اور سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ پر بہتان تراش نہیں ہو؟

معلوم ہوا!

بدعتی ہم (اس دعا کے قائلین) نہیں بلکہ تم ہو۔

گمراہ ہم نہیں بلکہ تم ہو۔

من گھڑت مفہوم بنانے والے ہم نہیں تم ہو۔

تفسیر بالرائے کرنے والے ہم نہیں تم ہو۔

ناپسندیدہ امر کے مرتکب ہم نہیں تم ہو۔

کلمۂ حق سے باطل کا ارادہ کرنے والے ہم نہیں تم ہو۔

ناواقف و جاہل ہم نہیں تم ہو۔

حنفیت سے خارج ہم نہیں تم ہو۔

ہماری تحقیق پہ نہیں بلکہ تمہاری تحقیق پر تمہارے بزرگوں نے پانی پھیر دیا۔

شریعت سے ناواقف وغیر متبع سنت ہم نہیں تم ہو۔

دنیا بھر کے فقہاء کی مخالفت تم کر رہے ہو ہم نہیں۔

ذاتی احترعات کے مرتکب تم ہو ہم نہیں۔

گمراہ لوگ ہم نہیں تم ہو۔

یہ تمام وہ جملے ہیں جو مولوی اظہر نے بے جا ہماری طرف منسوب کئے۔

ہم نہ کہتے تھے ان آشفتہ مزاجوں کو نہ چھیڑ
اب تیری زلف پریشاں پہ ہنسی آتی ہے
توڑا نہیں جادو میری تکبیر نے تیرا؟
ہے تجھ میں مکر جانے کی ہمت تو مکر جا

منافقت کی بدترین مثال:

مسلمانوں کا برسوں سے یہ عمل چلا آرہا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مگر دیوبند حضرات اس عمل کو بدعت کہہ کر مسلمانوں پر گمراہی کا فتویٰ لگاتے ہیں اور امت مسلمہ کو آپس میں لڑاتے ہیں۔

لیکن جب ڈاکٹر عمران فاروق کے جنازے کے بعد دیوبند کے امام مولوی اسعد تھانوی دعا کراتے ہیں تو کوئی بدعت کا فتویٰ سنائی تک نہیں دیتا۔

کیا یہ بدترین منافقت اور مسلمانوں میں انتشار نہیں؟

7 نومبر 2010ء بروز اتوار

کراچی: جناح گراؤنڈ عزیز آباد میں متحدہ کے شہید رہنما ڈاکٹر عمران فاروق کی نماز جنازہ کے بعد مولانا ... تھانوی دعا کرا رہے ہیں

منافقانہ عمل

غلط فتویٰ

↓

مگر ٹھہرئے! ان کا فتویٰ بھی سنتے جایئے!

دیوبندیوں کا مولوی اظہر الیاس کہتا ہے۔ اس دعا کا ثبوت قرآن کریم احادیث مبارکہ اقوال صحابہ اور فقہ کی معتبر کتابوں میں کہیں نہیں ملتا، جب اس دعا کا ثبوت ہی نہیں تو یہ دعا نہ سنت ہوگی اور نہ مستحب کہلائے گی بلکہ بدعت اور ناجائز ہوگی۔ (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۸)

باب ہشتم:

منکرین کے دلائل و اعتراضات کے جوابات

قارئین کرام! اس باب میں ہم منکرین کے دلائل و اعتراضات کے جوابات دیں گے۔ جن کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے پہلے حصہ میں ہم منکرین کے وہ دلائل ذکر کر کے ان کے جواب دیں گے جن کو وہ دعائے بعد جنازہ کے عدم جواز، کراہت اور اس کے ممنوع ہونے پر پیش کرتے ہیں اور دوسرے حصے میں ان سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے جو منکرین کی طرف سے ہم اہلسنّت (حنفی بریلویوں) پر کئے جاتے ہیں۔ (بتوفیق اللہ تعالیٰ وعزوجل جلالہٗ)

منکرین کے دلائل کے جوابات:

مولوی اظہر صاحب نے اپنے مؤقف پر درج ذیل فقہاء کی عبارات پیش کیں:

(۱) امام شمس الائمہ حلوانی المتوفی (۴۵۴ھ) اور بخارا کے قاضی شیخ الاسلام علامہ سعدی الحنفی التوفی (۴۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ

لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ۔

(قنیہ ج ۱ ص ۵۶)

ترجمہ: ''نماز جنازہ کے بعد آدمی دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔''

(۲) امام طاہر احمد بخاری الحنفی المتوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

لا یقوم بالدعاء فی قراء ۃ القرآن لاجل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ و قبلھا۔

ترجمہ: ''نماز جنازہ کے بعد اسی طرح اس سے پہلے میت کے لئے قرآن پڑھ کر دعا نہ کی جائے۔'' (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۵)

(۳) علامہ سراج الدین اودی متوفی ۷۰۰ ہجری لکھتے ہیں کہا:

اذا فرغ من الصلوٰۃ لایقوم بالدعا

ترجمہ: ''جب نماز سے فارغ ہو جائے تو دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔'' (فتاویٰ سراجیہ ص ۳۳)

(۴) امام حافظ الدین محمد بن شہاب کردری حنفی (متوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

لایقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ۔

ترجمہ: ''نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے کیونکہ اس نے ایک مرتبہ دعا کر لی ہے۔ (نماز جنازہ کے اندر)

(فتاویٰ بزازیہ ج ۱ ص ۲۸۳)

(۵) امام شمس الدین محمد خراسانی کوہستانی حنفی متوفی ۹۲۶ھ لکھتے ہیں کہ:

ولا یقوم داعیا لہ۔

ترجمہ: ''اور میت کے حق میں دعا کیلئے نہ ٹھہریئے۔''

(جامع الرموز ج ۱، ص ۲۵)

(۶) ثانی امام ابوحنیفہ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

ولا یدعو بعد التسلیم۔

ترجمہ: ''سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے۔''

(بحر الرائق ج ۱ ص ۱۸۳)

حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ:

ولا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ۔

ترجمہ: ''نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔'' (مرقات ج ۲ ص ۲۱۹)

(۷) **عن ابی بکر ابن حامد ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ۔**

ترجمہ: ''امام ابوبکر بن حامد سے منقول ہے کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے۔'' (قنیہ ص ۵۶)

جواب الجواب نمبر ۱:

قارئین کرام! یہ ہیں وہ دلائل جن کا اظہر صاحب اور ان کے طائفہ کو بڑا گھمنڈ ہے، لیکن یاد رہے ان کے یہ دلائل ہم کو مضر نہیں کیونکہ وہ ایک بھی ایسا مستند حوالہ نہ پیش کر سکے جس میں یہ لکھا ہو کہ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعاء قلیل کرنا (جیسا کہ ہم اہلسنّت کا معمول ہے) مکروہ ہے تو جو انہوں نے اقوال فقہاء پیش کئے ان کا بھی صحیح محمل اور مطلب دیکھئے کہ کیا ہے۔

اظہر صاحب کی پیش کردہ پہلی پانچ عبارات چونکہ ''لایقوم'' کی قید سے مقید ہیں اس لئے اولاً ان پہ غور وفکر کرتے ہیں کہ ان کا کیا مطلب ومفہوم ہے تاکہ ان پانچوں عبارات کا جواب بصورت واحدہ بن سکے۔

قارئین کرام! دعا ایک ایسا امر ہے جو رب تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہے۔ جس میں ہمہ وقت مصروف رہنا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔ جو ہر حال حسن لعینہ ہے۔ بایں وجہ ایسا تو ممکن ہی نہیں کہ فقہاء دعا من حیث الدعاء سے منع کریں ورنہ تو یوں فرماتے لایجوز الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز نہیں یا پھر یوں فرماتے الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ ممنوع کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ممنوع ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں فرمایا بلکہ ''لایقوم'' (یعنی کھڑا نہ ہو) کی قید لگائی ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ ہم قیام کے معنی پر مختلف طرق سے غور کریں تاکہ ان عبارات کا مطلب کھل کر سامنے آسکے:

(۱) سوچنے کی بات ہے کہ کیا محض قیام ایسی چیز ہے کہ جس نے دعا جیسی اہم عبادت کو منع قرار دے دیا؟ تو یقیناً اس کا جواب نفی میں ملے گا کیونکہ کتنی ہی عبادات ہیں کہ جن میں قیام پایا جاتا ہے مثلاً بذات خود نماز جنازہ دیگر نمازیں وغیرہ بلکہ قرآن نے تو حالت قیام عبادت وذکر کرنا اپنے پیاروں کی علامت قرار دی، فرمایا ہے "......یذکرون اللہ قیاما"......وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں حالت قیام۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ کیا میت کے لئے کھڑے ہو کر دعا کرنا باعث ممانعت ہے؟ بلاشبہ اس کا جواب بھی نفی میں ہو گا۔ کیونکہ حالت قیام میں میت کے لئے دعا کرنا نہ صرف سرکار علیہ السلام سے ثابت ہے۔ (جیسا کہ جنت البقیع والوں کے لئے) بلکہ فقہاء ومحدثین کی کتب زیارت قبور کے مسائل سے بھری پڑی ہیں۔

(۳) تیسری بات یہ کہ کیا خاص کر میت کے لئے کھڑے ہو کر دعا کرنا منع؟ بلاریب اس کا جواب بھی نفی میں ہوگا، کیونکہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرنا یہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی سنت ہے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی جیسا کہ ہم تفصیلاً باب سوم میں اس کی وضاحت کر چکے۔

جب ثابت ہو چکا کہ دعا بعد جنازہ کی ممانعت کا سبب مذکورہ تینوں باتوں میں سے کوئی بھی نہیں تو قطعی طور پر کہا جائے گا کہ اظہر صاحب کی نقل کردہ عبارات میں "لایقوم" میں قیام کا معنیٰ کوئی اور ہے۔

تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام کا معنی توقف ٹھہرے رہنا اور دیر کرنا بھی آتا ہے۔

جیسا کہ لغت عرب کی مشہور کتاب لسان العرب میں ہے:

ویجئی القیام بمعنی الوقوف والثبات یقال للماشی قف لی تجسس مکانك حتیٰ اتیك۔

ترجمہ: "اور قیام ٹھہرنے اور ثبات پکڑنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے چلنے والے کو کہا جائے میرے لئے ٹھہر جاؤ یعنی اپنی جگہ میرے آنے تک رک جاؤ۔"

(لسان العرب ج ۲، ص ۴۹۷، مطبوعہ بیروت)

قرآن مجید میں ہے:

حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا (سورۃ الفرقان:۷۶)

ترجمہ: "جنت کیا ہی عمدہ ٹھکانہ اور مقام ہے۔"

یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ۔ (سورۃ الانفال:۳)

"وہ نماز قائم کرتے ہیں۔"

مطلب اس پہ ہمیشگی کرتے ہیں۔

جب لغت وقرآن سے ثابت ہو چکا کہ قیام کا معنیٰ ٹھہرے، رہنا اور دیر کرنا بھی آتا ہے تو کیا چیز مانع ہے کہ فقہاء کی نقل کردہ عبارات میں "لایقوم" کا معنیٰ یہ نہ کیا جائے کہ جنازہ کے بعد دعا کے لئے ٹھہرا نہ رہے، تاخیر وتطویل سے کام نہ لے بلکہ مختصر دعا کرے، فھو مقصودنا۔

گویا ان عبارات کا اب مطلب یہ ہوگا کہ نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد ایسی بھی چوڑی دعا نہ مانگے کہ جس کی وجہ سے تدفین میں دیر ہو جائے۔

جواب الجواب نمبر ۲:

رہی نمبر ۶ بحر الرائق کی عبارت کہ لایدعو بعد التسلیم۔

قارئین کرام! یہ عبارت بھی ذرا بھر اظہر صاحب کو مفید نہیں کیونکہ اس

عبارت سے اگر نماز جنازہ کے بعد تدفین سے قبل والی دعا کی نفی ثابت کی جائے تو لازمی ٹھہرے گا کہ تدفین کے بعد والی دعا کی بھی نفی ہو جائے۔ (حالانکہ مخالفین خود بھی اس دعا کے مستحب بلکہ سنت ہونے کے قائل ہیں جیسا کہ اظہر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۳ پر اس کا اعتراف بھی کیا) کیونکہ عبارت بالا میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جو بعد نماز قبل دفن دعا کرنے کی نفی تو کر رہا ہو لیکن بعد دفن دعا کرنے کی نفی نہ کر رہا ہو۔ لہٰذا اس عبارت کا بھی صحیح مطلب یہی بنے گا کہ سلام کے بعد ایسی طویل دعا نہ کرو جو تدفین میں تاخیر کا سبب ہو۔

جواب الجواب نمبر ۳:

میرا خیال ہے کہ عبارت نمبر ۷ از ملا علی قاری کا جواب اس سے زیادہ اور مضبوط کیا ہو سکتا ہے جو منکرین کے گھر سے مل جائے، تو اظہر صاحب جواب پہ کان دھریئے آپ کے شمس الحق افغانی کہتے ہیں:

''مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے تطبیق یوں دی ہے کہ دعا قبل کسر الصفوف'' (صفیں توڑنے سے پہلے) منع ہے اور بعد کسر الصفوف جائز ہے۔ میرے نزدیک یہ تطبیق درست ہے۔'' (الکلام الموزون ص ۹۱)

مزید مفتی فرید صاحب کا بھی فیصلہ کن جواب سنئے! صفوف میں کھڑے ہو کر دعا کرنا ممنوع ہے اور صفوف شکستہ کرنے کے بعد مشروع ہے اکثر فقہاء اور مفسرین نے دلیل ذکر نہیں کی ہے۔ لایدعو قائما اور لا یقوم بالدعاء کہا ہے اور بعض نے تکرار جنازہ سے تعبیر کیا ہے اور بعض نے زیارت علی الجنازہ سے تعلیل کیا ہے اور یہ منکرات اس وقت لازم ہوتے ہیں جبکہ قیام کی حالت میں دعا کی جائے اور شکستگی صفوف کے بعد ہو یا بیٹھنے کے بعد تو کوئی منکر لازم نہیں آتا

ہے۔ (فتاویٰ فریدیہ ج ۱ ص ۵۸۴)

جی تو جناب بندہ! آپ کے گھر کے اس حوالے نے مطلع مقصود بالکل صاف نہیں کر دیا کیونکہ حضرت ملا علی قاری نے دعا کی ممانعت اس لئے فرمائی کہ وہ نماز جنازہ پر اضافے کے مشابہ ہے تو جب صفیں توڑی جائیں تو زیادت علی الصلوٰۃ کا وہم دور نہیں ہو جاتا۔

؎ مدعی لاکھ یہ بھاری گواہی تیری

بحمداللہ! مفتی فرید کی عبارت سے فتاویٰ بزازیہ کی عبارت ''لانہ دعا مرۃ'' کا بھی جواب ہو چکا۔ کیونکہ بزازیہ میں دعا کی ممانعت تکرار جنازہ کا وہم تھا جو یک دم دور ہو چکا۔

جواب الجواب نمبر ۴:

رہی آخری قنیہ کی عبارت تو یہ سوائے ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کے کچھ بھی نہیں۔''

ہم نے پمفلٹ میں بھی اس کے حوالے سے ایک مختصر جواب دیا تھا کہ نہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے یا اس سے سند پکڑی جائے اور نہ ہی اس کا مصنف زاہدی قابل حجت۔ کیونکہ زاہدی ایک معتزلی عالم ہے اور معتزلہ سرے سے ہی دعا کے منکر ہیں جو زندوں سے مردوں کو نفع دے۔

قنیہ وزاہدی کے عدم حجیت پر دلیل ملاحظہ ہو: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لایجوز الافتاء...... الی ان قال...... او لنقل الاقوال الضعیفۃ فیھا کالقنیۃ للزاھدی فلا یجوز الافتاء من ھذا الادلہ اذا علم المنقول عنہ واخذہ منہ.

"فتویٰ دینا جائز نہیں...... ان کتب سے بھی جن میں ضعیف اقوال نقل کئے گئے ہوں، جیسا کہ زاہدی کی کتاب قنیہ ہے۔ البتہ جب معلوم ہو جائے کہ زاہدی نے کس کا قول نقل کیا ہے اور واقعی یہ اس کا قول ہے۔ تب اس سے فتویٰ دینا جائز ہے۔" (فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۱۶۸، مکتبہ رشیدیہ)

یونہی کتاب الطہارۃ میں فرمایا:

وكتاب القنية مشهور بضعف الرواية۔

"اور قنیہ کتاب ضعف روایت میں مشہور ہے۔" (ایضاً ص ۱۸۹)

مولوی اظہر "قنیہ" اور صاحب قنیہ "زاہدی" کا دفاع کرتے ہوئے:

ہم نے پمفلٹ میں یہ جواب (جواب الجواب نمبر ۴) دیا تو مولوی اظہر صاحب "قنیہ" اور "زاہدی" کا دفاع کرتے ہوئے اس کا جواب دیتے ہیں:

"ہماری طرف سے جواب!

قارئین کرام! مولانا کا یہ جواب اس وقت درست ہوتا جب یہ عبارت صرف قنیہ میں ہوتی اس کے علاوہ اور کسی کتاب میں نہ ہوتی حالانکہ یہ عبارت فقہ کی معتبر کتاب محیط کے باب الجنائز میں بھی ہے۔" (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۵۴)

جواب الجواب نمبر ۱:

جناب بندہ! آپ کا یہ جواب بھی آپ کو ذرہ بھر مفید نہیں ہے اگرچہ یہ عبارت محیط کے علاوہ سینکڑوں کتب میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کے جواب میں بھی ہمارے جواب الجواب نمبر ۳ والی تقریر جاری ہوگی۔ وہ اس طرح کہ اس عبارت "بعد صلوٰۃ الجنازہ" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ

جنازہ ہو جانے کی بعد کسی وقت بھی دعا کرنا مکروہ ہے چاہے دفن سے پہلے ہو یا اس دفن کے بعد اس لئے کہ یہ دونوں احوال "بعد صلوٰۃ الجنازہ" میں شامل ہیں۔ حالانکہ یہ بات تو منکرین بھی مانتے ہیں کہ تدفین کے بعد دعا کرنا جائز ہے۔ جبکہ مذکورہ عبارت میں اس کی کوئی صراحت نہیں۔ لہٰذا یہ عبارت اظہر صاحب کے بھی خلاف ٹھہری۔ چہ جائیکہ ان کے لئے قابل استدلال یا مفید ہو۔

اور اگر اظہر صاحب اپنی من مانی تاویل کرنے کی ضد کریں اور کہیں کہ نہیں جی "بعد صلوٰۃ الجنازۃ" سے بعدیت متصلہ مراد ہے یعنی نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا کرنا مکروہ ہے تو ہم کہتے کہ بعدیت غیر متصلہ یعنی دفن کے بعد دعا کرنا کیونکر مکروہ نہیں ہو سکتا؟ جب اس میں دونوں احتمال ہیں تو **اذا احتملت بطلت** کے تحت آپ کا استدلال ہی باطل ہو چکا اور آپ کا بعدیت متصلہ کو ترجیح دینا ترجیح بلا مرجح کے زمرے سے ہے جو ہرگز ہرگز قابل اعتبار نہیں۔

اظہر صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے مزید کہتے ہیں:

"دوسری بات یہ بھی ہے کہ قنیہ اتنی بھی غیر معتبر کتاب نہیں ہے جتنی کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے مقلد مولانا سجاد صاحب نے سمجھ رکھی ہے قنیہ کا صرف وہ حوالہ غیر معتبر ہوگا جس کی تائید دوسرے فقہاء سے نہ ہوئی ہو دیکھئے۔"

(فوائد بہیہ ص ۲۱۳، ایضاً ص ۵۴-۵۵)

جواب الجواب نمبر ۲:

اظہر صاحب مبارک باد ہے آپ کے لئے کہ آپ کے ہاتھ معتزلہ کی روایت آگئی کہ معتزلہ کے مولوی زاہدی کا دفاع کرنا اس کی بات کو اپنے لئے جواب بنانا بلکہ اپنے لئے نعمت عظمیٰ سمجھنا آپ کا حق ہے۔ وہ معتزلہ کہ جو ہمہ وقت دعا

کے جواز پر قرآن وحدیث کے دلائل اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی منکر ہیں۔
جن کی ضلالت پر امت کا اتفاق ہے۔ بلاشبہ یہ آپ کو زیب دیتا تھا کہ آپ بھی
دعائے بعد جنازہ کے جواز پر سینکڑوں دلائل قرآن وحدیث اور اجماع امت سے
اعراض کر کے زاہدی معتزلی کی بات کو حجت جان کر سینے سے لگاتے۔

لیکن آپ کا محیط کو قنیہ کی مؤید قرار دے کر قنیہ کو قابل حجت قرار دینا بھی درست
نہیں کیونکہ اس کا جواب مصاب آپ ہمارے جواب الجواب نمبر ۲ میں ملاحظہ کر چکے۔

اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ جب آپ نے یہ فرمایا کہ: "قنیہ اتنی بھی غیر معتبر نہیں"
ذرا اس کے بے اعتبار ہونے کی مقدار بھی بیان کر دیتے اور ساتھ ساتھ زاہدی کے عقائد
کے بارے بھی وضاحت کر دیتے تا کہ آپ کی بات مزید پختہ ہو جاتی۔ مگر آپ ایسا
کرنے سے قاصد رہے، چلیں یہ نیکی ہم کر دیتے ہیں اور فوائد بہیہ کی جو عبارت آپ
نے مطلب نکال کر ادھوری چھوڑ دی اسے مکمل طور پر ہم نقل کر دیتے ہیں:

ذكر القارى وغيره انه مات سنة ٦٥٨ وقد
طالعت المجتبىٰ شرح القدورى و القنية
فوجدتهما على المسائل الغريبة حاويين
ولتفصيل الفوائد كافيين الا انه صرح ابن
وهبان وغيره انه معتزلى الاعتقاد حنفى الفروع
و تصانيفه غير معتبرة مالم يطابقهما لغيرها
لكونها جامعة للرطب واليابس.

"ملا علی قاری وغیرہ نے ذکر کیا کہ زاہدی ۶۵۸ میں فوت ہوا
اور میں نے اس کی کتاب مجتبیٰ شرح قدوری اور قنیہ کا مطالعہ کیا
تو انہیں نادر مسائل پر حاوی اور تفصیلی فوائد کے لئے کافی

پایا۔ مگر یہ کہ ابن وہبان وغیرہ نے وضاحت کی ہے کہ زاہدی
معتزلی عقیدے کا مالک اور حنفی فروع رکھنے والا تھا اور اس کی
تمام تصانیف غیر معتبر ہیں جب تک کہ ان کی موافقت کوئی اور
نہ کرے اس لئے کہ اس کی سب کتابیں رطب و یابس کا
مجموعہ ہیں۔" (فوائد بہیہ ص ۲۱۳)

اظہر صاحب حیرانگی ہے آپ پر کہ ایک ایسا شخص جو عقیدۃً معتزلی ضال
(گمرہ) اور مضل (گمراہ کرنے والا) ہے اور اس کی سب کتب رطب و یابس کا
مجموعہ ہیں بات کو حجت قرار دے رہے ہو؟

مگر آپ کو ان حقائق سے کیا غرض؟ آپ کو تو بس اپنے امام زاہدی کی
اندھی تقلید کرتے ہوئے اپنی کتاب میں رطب و یابس جمع کرنا تھا تا کہ قلمکاروں
میں آپ کا نام بھی آسکے۔ سو اس لحاظ سے آپ کامیاب رہے۔

منکرین کے اعتراضات کے جوابات:

ہم نے منکرین کے چند ایک اعتراض پمفلٹ میں درج کر کے ان کے
جواب دیئے تھے تا کہ عوام بیچارے ان کے دامِ تزویر میں نہ آسکیں۔
چونکہ دیوبندی فاضل نے مزید طبع آزمائی کرتے ہوئے ان کے جوابات دینے
کی بے حاصل سعی کی، اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اولاً فرداً فرداً ان اعتراضات
وجوابات کو نقل کریں پھر اظہر صاحب نے اس کے جواب دیئے ان کی خبر لیں۔

اعتراض نمبر ۱:

نماز جنازہ خود ایک دعا ہے پھر اس کے بعد دعا کرنا جائز نہیں پہلے جو
ہوئی وہی کافی ہے۔

جواب:

یہ کہاں لکھا ہے کہ ایک بار دعا مانگ لیں تو دوبارہ مانگنا ناجائز ہے؟ اگر دوبارہ دعا کرنا ناجائز ہوتا تو پنج وقتہ نماز کے بعد نماز استخارہ، نماز کسوف اور نماز استسقاء کے بعد بھی دعا مانگنا جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ دعا تو ان میں بھی ہوتی ہے۔

(پمفلٹ ص ۶)

دیو بندی کا جواب بے صواب (نادرست):

دیو بندی فاضل نے اس کے کئی جواب دے کر مغالطہ دینے کی کوشش کی، اولاً کہا:

''مولانا کا نماز جنازہ کو دوسری نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ نماز جنازہ میت کے لئے دعا ہے جیسا کہ رد المختار باب الجنائز میں ہے:

بان صلوٰۃ الجنازہ ھی الدعاء للمیت اذھو المقصود منھا۔ (رد المحتار، باب الجنائز ج ۱)

جواب الجواب

جناب بندہ! جہاں تک آپ کا یہ کہنا ہے کہ نماز جنازہ کو دوسری نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں۔ اس کی خبر تو ہم بعد میں لیتے ہیں سرِ دست ہم آپ سے فقط یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ جو آپ نے جواباً رد المحتار کی عبارت پیش کی ہے۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نماز جنازہ چونکہ بذات خود دعا ہے۔ جو پہلے ہو چکی لہٰذا اب مزید دعا کی ضرورت نہیں۔ یا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جنازہ فقط

ایک دعا ہے جس کو دیگر نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں۔

اگر تو پہلی بات مراد ہو تو ہمارا پمفلٹ والا جواب بصورت سوال اپنی جگہ پر قائم ہے۔

اور اگر دوسری بات مراد ہو کہ یہ فقط ایک دعا ہے جس کو نماز نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا دوسری نمازوں پر قیاس بھی نہیں کر سکتے تو اس کے جواب کے لئے ہمارے دوسرے باب میں درج عنوان ''دیو بندی کا تیسرا جواب کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ کے تحت داخل نہیں'' اور اس کے دندان شکن دلائل سے مزین جواب الجواب کو دوبارہ پڑھیے ان شاء اللہ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔

بحمد اللہ! وہاں پر ہم فقہ و اصول فقہ کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ اگرچہ نماز جنازہ من وجہ دعا ہے لیکن من وجہ صلوٰۃ بھی ہے، بلکہ اس کی حیثیت صلوٰۃ ارجح اور اغلب ہے۔ اسی لئے آپ منکرین بھی جب جنازے کا اعلان کرتے ہیں یا لکھتے پڑھتے ہیں تو یہ تو نہیں کہتے کہ فلاں بن فلاں کی دعائے جنازہ ادا کی جا رہی ہے یا یہ کتاب وعنوان دعائے جنازہ کا ہے، بلکہ تم بھی اسے نماز جنازہ سے یہی تعبیر کرتے ہو۔ بلکہ مزے کی بات تو یہ ہے کہ آپ نے بھی اسے نماز جنازہ ہی کہا دیکھئے اپنا رسالہ ص ۱۸، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۳۱، ۳۲، ۳۳ اس تعبیر سے آپ کی پوری کتاب بھری پڑی ہے، بلکہ مزید لطف کی بات یہ کہ آپ نے بھی جو عبارت جواباً تحریر کی اس میں بھی یوں کہا ''مولینا کا نماز جنازہ کو'' الخ تو جب آپ سینکڑوں بار خود اعتراف کر چکے ہو تو پھر یہ مراد کیونکر ہو سکتی ہے کہ جنازہ فقط ایک دعا ہے؟

جھوٹ بولا ہے ظفر تو اب قائم بھی رہو
آدمی کا کچھ تو معیار ہونا چاہئے

دیو بندی کا دوسرا جواب بے صواب:

دیو بندی فاضل مزید کہتا ہے:

"پھر نماز جنازہ کو دوسری نمازوں پر قیاس نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نماز جنازہ اور دوسری نمازوں میں فرق ہے وہ فرق یہ ہے کہ دوسری نمازوں میں رکوع اور سجود ہیں جبکہ نماز جنازہ میں نہ رکوع ہے اور نہ ہی سجدہ ہے۔"

پھر اسی طرح جب دوسری نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جا رہی ہوں اگر کوئی شخص ایک یا دو رکعتیں گزرنے کے بعد آتا ہے تو یہ آنے والا شخص آتے ہی نماز میں شریک ہو سکتا ہے جبکہ نماز جنازہ میں اگر کوئی شخص ایک یا دو تکبریں گزرنے کے بعد آتا ہے تو اس آنے والے شخص کو حکم ہے کہ وہ آتے ہی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو جائے بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے جب امام تکبیر کہے اس وقت یہ شخص بھی تکبیر کہہ کر جنازہ میں شامل ہو جائے

پھر اسی طرح دوسری نمازوں میں سورۃ فاتحہ بطور قرأت کے پڑھی جاتی ہے لیکن جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو بطور قرأت کے پڑھنا جائز نہیں ہاں سورۃ فاتحہ کو دعا کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں۔

- پھر اس طرح نماز میں قہقہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ نماز جنازہ میں وضو قہقہہ لگانے سے نہیں ٹوٹتا۔ نماز میں خاص شرائط (جو فقہ میں مذکور ہیں) کے ساتھ عورت کی محاذات (دوران نماز عورت کا مرد کے برابر کھڑی ہونا) سے مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے برخلاف جنازہ کی نماز میں (کہ یہ نماز فاسد نہیں ہوتی)۔

پھر اسی طرح پنج وقتی نمازوں میں پہلی صف میں کھڑا ہونا افضل ہے جبکہ نماز جنازہ میں آخری صف میں کھڑا ہونا افضل ہے۔

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۵۱۔۵۲)

یہ سات (۷) فرق مابین نماز پنج گانہ اور نماز جنازہ بیان کرنے کے بعد کہا:

"قارئین کرام! ان باتوں سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ نماز جنازہ اور دوسری نمازوں میں کتنا فرق ہے لہٰذا جنازہ کو دوسری نماز پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔" (ص ۵۲)

جواب الجواب:

یہ ہے مولوی اظہر صاحب کی تحقیق جس میں مسلک دیوبند کی ترجمانی کرتے ہوئے اس بات پر بہت زور دیا کہ نماز جنازہ کو ہرگز ہرگز دوسری نمازوں قیاس نہیں کر سکتے۔

معزز قارئین! یہ تو اظہر صاحب ہیں کہ جنہوں نے اپنی فاسد دانش، فکر، علم اور تحقیق سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ نماز جنازہ کو دوسری نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں، آیئے ذرہ دیکھئے کہ فقہاء کرام و مجتہدین عظام نماز جنازہ کو دیگر نمازوں پر قیاس کرتے ہیں کہ نہیں؟

اس بارے ہم التزام فقط اظہر صاحب کی محولہ کتاب "بدایۃ المجتہد" کا کریں گے تا کہ ان کے لئے راہ فرار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

نماز جنازہ کو دیگر نمازوں پر قیاس کرنا درست ہے

مثال نمبر ۱:

صاحب بدایۃ المجتہد نماز جنازہ میں سلام کے ایک یا دو ہونے کے حوالے سے فرماتے ہیں:

المسئلة الثالثة: واختلفوا فی التسلیم من الجنازة هل هو واحد او اثنان؟ فالجمهور علی أنه

واحد، وقالت طائفة و ابوحنيفة: يسلم تسليمتين، واختاره المزنى من اصحاب الشافعى وهو احد قولى الشافعى،

وسبب اختلافهم اختلافهم فى التسليم من الصلوٰة و قياس صلوٰة الجنائز على الصلوٰة المفروضة، فمن كانت عنده التسليمة واحدة فى الصلوٰة المكتوبة وقاس صلاة الجنازة عليها قال بواحدة، ومن كانت عنده تسليمتين فى الصلوٰة المفروضة قال: هنا بتسليمتين.

"تیسرا مسئلہ: فقہاء نے نماز جنازہ کی سلام کے بارے اختلاف کیا کہ آیا وہ ایک ہے یا دو؟ پس جمہور اس پر ہیں کہ جنازہ میں سلام فقط ایک طرف ہے اور فقہاء کا ایک گروہ اور امام ابوحنیفہ اس بات کے قائل ہیں کہ دو سلام ہیں۔ (یعنی دونوں طرف سلام پھیرا جائے گا) اس قول کو امام شافعی کے اصحاب میں سے مزنی نے اختیار کیا اور یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔"

فقہاء کے اس اختلاف کا سبب وہ اختلاف ہے کہ جو انہوں نے فرض نماز کے سلام کے بارے میں فرمایا اور نماز جنازہ کو فرض نماز پر قیاس فرمایا:

"تو جس کے نزدیک فرض نماز میں ایک سلام ہے اور اس نے نماز جنازہ کو فرض نماز پر قیاس کیا تو وہ ایک سلام کا قائل ہوا اور جس کے ہاں فرض نماز میں دو سلام ہیں تو اس

نے (فرض نماز پر قیاس کرتے ہوئے) کہا کہ یہاں پر بھی دو سلام ہوں گے۔" (بدایۃ المجتہد ص ۲۲۰، قدیمی کتب خانہ)

قارئین! اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ تمام مجتہدین عام ہے کہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی سبھی نماز جنازہ کو فرض نماز پر قیاس کرتے ہیں۔ چاہے ایک سلام کے قائل ہوں یا دو کے۔

اب ہم اظہر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ تم کس امام کے مقلد ہو کہ نماز جنازہ کے دیگر نمازوں پر قیاس کرنے کو غلط قرار دے رہے ہو؟ اگر تم کہو کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تو جھوٹ کہتے ہو کیونکہ امام صاحب کے نزدیک تو قیاس نماز جنازہ بر دیگر صلوٰت درست مگر تمہارے نزدیک غلط۔

پھر دیکھیں کہ تمہاری اس ضد "میں نہ مانوں" نے کیسے گل کھلائے کہ سب ائمہ مجتہدین کی ہی تغلیط کر ڈالی، نعوذ باللہ من هفواتكم۔

محفوظ پہرے دار کا گھر تک نہیں
اب بھیڑیے کو شہر کا ڈر تک نہیں

مثال نمبر ۲:

صاحب بدایۃ المجتہد پھر چھٹے مسئلے کے تحت فرماتے ہیں کہ فقہاء نے اس شخص کے بارے چند جگہ اختلاف کیا ہے کہ جس کی نماز جنازہ میں کوئی تکبیر فوت ہو جائے: ان میں سے یہ بھی ہے کہ کیا وہ شخص تکبیر کے ساتھ نماز میں داخل ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ یہ بھی ہے کہ فوت شدہ تکبیر کی قضا ہے کہ نہیں؟ اور اگر وہ دعا کرتا ہے تو کیا وہ تکبیروں کے درمیان دعا مانگے گا کہ نہیں؟

تو سنئے امام اشہب امام مالک سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے تکبیر کہے گا۔ یہی امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک

قول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ انتظار کرے گا یہاں تک کہ امام تکبیر کہے تو وہ بھی اس وقت تکبیر کہے گا۔ یہی ابن قاسم کی امام مالک سے روایت ہے:

والقياس التكبير قياساً على من دخل فى المفروضة۔

''اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ فرض نماز میں داخل ہونے والے پر قیاس کرتے ہوئے کہا جائے کہ وہ تکبیر کہے گا۔

(ایضاً ص ۲۲۲)

مقام غور ہے کہ صاحب بدایہ قاضی ابوالولید محمد بن احمد قرطبی فرماتے ہیں کہ اختلافِ فقہاء بجا ہے، مگر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز جنازہ میں داخل ہونے والے کو داخل فرض نماز پر قیاس کرتے ہوئے حکم لگایا جائے کہ وہ بھی تکبیر کہے۔ یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ فقہاء نماز جنازہ کو دوسری نمازوں پر قیاس کرتے ہیں۔ مگر حضرات دیوبند اس کے منکر ہیں۔

مثال نمبر ۳:

پھر صاحب بدایہ نماز جنازہ کی شرائط کے حوالے سے اختلاف ائمہ نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ طہارت نماز جنازہ کے لئے شرط ہے۔ جیسا کہ وہ سب اس پر متفق ہیں کہ استقبال قبلہ اس کے لئے شرط ہے، لیکن انہوں نے اس کے لئے تیمم کے جائز ہونے میں اختلاف کیا کہ جب اس کے فوت ہونے کا خوف ہو، پس فقہاء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ جب بندے کو اس کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو اسے چاہئے کہ تیمم کرے اور نماز

پڑھے۔ اسی کے قائل امام ابوحنیفہ، سفیان اور امام اوزاعی اور ایک جماعت ہے اور امام مالک وشافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ وہ تیمم کے ساتھ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔

پھر فرماتے ہیں صاحب بدایہ:

وسبب اختلافهم قياسها فى ذلك على أن الصلوٰة المفروضة فمن شبهها بها اجاز التيمم، اعنى من شبه ذهاب الوقت بفوات الصلوٰة على الجنازة، ومن لم يشبهها بها لم يجز التيمم لانها عنده من فروض الكفاية او من سنن الكفاية على اختلافهم فى ذلك۔

''ان کے اختلاف کا سبب نماز جنازہ کو اس بارے فرض نماز پر قیاس کرنا ہے تو جس نے نماز جنازہ کو فرض نماز سے تشبیہ دی اس نے تیمم کو جائز قرار دیا، میری مراد نماز جنازہ کے فوت ہونے سے وقت کے نکلنے کو تشبیہ دی اور جس نے اس کو اس کے ساتھ تشبیہ نہ دی اس نے اس کے لئے تیمم بھی جائز قرار نہ دیا۔ کیونکہ اس کے ہاں یا تو یہ فرض کفایہ ہے یا پھر سنت کفایہ جیسا کہ اس بارے ان کا اختلاف ہے۔'' (ایضاً ص ۲۲۷)

راقم فیضی ضروری جانتا ہے کہ درج بالا عبارت کے متصلا بعد والی عبارت بھی نقل کردے تاکہ بات مزید نکھر کر سامنے آجائے۔ صاحب بدایہ متصلاً فرماتے ہیں:

وشذ قوم فقالوا: يجوز ان يصلى على الجنازة بغير طهارة، وهو قول الشعبى وهوء لآء ظنوا أن اسم

الصلوٰۃ لایتناول صلوٰۃ الجنازۃ. وانما یتنا ولها اسم الدعا اذ کان لیس فیها رکوع ولا سجود.

''اور کچھ لوگوں نے تو انتہائی شذوذ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ آدمی بغیر پاکیزگی کے نماز جنازہ ادا کرلے، یہ قول شعبی کا ہے، ان لوگوں کا گمان ہے کہ ''صلوٰۃ'' کا نام نماز جنازہ کو شامل نہیں۔ اس کو تو فقط دعا کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ نہ اس میں رکوع ہے اور نہ ہی سجدہ۔'' (ص ۲۲۷)

قارئین کرام! ان مثالوں سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ ایک طرف امت مرحومہ کے اجلہ فقہاء و مجتہدین ہیں جو مختلف مسائل کے اثبات میں نماز جنازہ کو دیگر نمازوں پر قیاس کرنے کو نہ صرف درست قرار دیتے ہیں بلکہ خود قیاس کرتے ہیں اور دوسری طرف اظہر صاحب جیسے علمی و روحانی یتیم ہیں کہ جو بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اس قیاس کی تغلیط کر رہے ہیں۔ کیا اسی کا نام دیانت داری ہے؟ کیا ایسی ہفوات کو تحقیق کہتے ہیں؟ کیا مفتی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے گمراہ کن فتوؤں سے اسلافِ امت بھی نہ بچ پائیں؟

کار شیطاں میکند نامش ولی
گر ولی آنست لعنت بر ولی

پھر ان لوگوں کی علمی خیانت بھی ملاحظہ ہو کہ وہ بات کہ جس کو فقہاء شاذ غیرہ معتبر قرار دیتے یہ حضرات اس کو مفتیٰ بہ ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ مولوی اظہر کا دعا کو دعائے محض سمجھنا لیکن بدایہ کی تصریح سے ثابت ہو چکا کہ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ نماز جنازہ بغیر طہارت بھی ادا ہو سکتی ہے۔

اب ہم غالب گمان سے کہہ سکتے ہیں دیو بند حضرات اپنی ان تحقیقات

کی روشنی میں عنقریب یہ فتویٰ بھی جاری کر دیں گے نماز جنازہ بغیر طہارت کے بھی ادا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک دعا ہے کیونکہ اس میں رکوع و سجود نہیں، جیسا کہ اظہر صاحب نے ص ۵۱ پر کہا ہے:

''دوسری نمازوں میں رکوع اور سجود ہیں جب کہ نماز جنازہ میں نہ رکوع ہے اور نہ ہی سجدہ ہے۔''

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

دیو بندی کا تیسرا جواب بے صواب:

دیو بندی فاضل مزید لکھتا ہے کہ:

'اس کے علاوہ پانچ وقتی نمازوں نماز کسوف استخارہ اور استسقاء کے بعد دعا مانگنا روایات سے ثابت ہے جبکہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل دعا مانگنے کا حکم حضور ﷺ سے نہ قولاً ثابت ہے اور نہ ہی فعلاً اسی طرح یہ دعا نہ تو کسی صحابی رضی اللہ عنہ اور نہ ہی کسی فقیہہ یا مجتہد سے ثابت ہے۔ اگر ثابت ہے تو دکھائیں۔'' (ص ۵۲)

پھر نماز استسقاء فرض نمازوں، سورج گرہن کی نماز، نماز استخارہ کے بعد کی ادعیہ لکھ کر کہا:

''پانچوں نمازیں نماز کسوف استسقاء اور استخارہ وغیرہ میں دعائیں آنے کے باوجود بعد میں بھی دعا کرنے کا ثبوت روایات سے ثابت ہو رہا ہے جبکہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل جو دعا ہے اس کا ثبوت ذخیرہ احادیث میں کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے۔ اگر ہے تو پیش کیا جائے۔'' (ص ۵۳)

جواب الجواب:

اظہر صاحب آپ کی یہ دونوں عبارتیں جہاں آپ کے جھوٹا ہونے پر دال ہیں ساتھ ساتھ یہ بھی بتا رہی ہیں کہ آپ آنکھوں کی بصارت اور دل کی بصیرت سے بے بہرہ ہیں۔ ورنہ رب کی توفیق سے ہم اس دعا کے ثبوت پر......!

- □ ۱۱ آیات قرآنی مع تفسیری کثیر حوالاجات
- □ ۵۰ کے قریب احادیث مع تشریحاتِ محدثین
- □ اجماع امت
- □ قیاس
- □ ۱۰ فقہاء کرام کے اقوال
- □ ۹ آپ کے اپنے علماء کے اقوال

علاوہ دلائل تلمیحیہ کے پیش کر چکے اور اس کے ساتھ ساتھ تمہارے غبارہ نما دلائل کی ہوا نکال کر ان کا رد بھی کر چکے۔ اس کے باوجود اس طرح کی باتیں کرو تو پھر نصف النہار کے چڑھے ہوئے سورج کے نظر نہ آنے پر اس پہ شکوہ نہ کرو بلکہ اپنی قسمت پر ماتم کرو۔

ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا
اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

اعتراض نمبر ۲:

جنازہ کی بعد دعا مانگنے سے زیادت در نماز کا وہم ہوتا ہے۔ لہٰذا نہ مانگنا بہتر ہے۔

جواب:

ہر جگہ ایسا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد نمازی صفیں توڑ کر دعا کرتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی کسی کو زیادت نماز کا وہم ہو تو اس کی عقل پر

ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ (پمفلٹ ص ۶)

دیوبندی کا جواب بے صواب:

اظہر صاحب اس کے جواب میں کہتے ہیں:

"آیا صفیں توڑ کر دعا کرنا یہ حضور ﷺ سے یا کسی صحابی یا کسی فقیہ یا مجتہد سے ثابت ہے اگر ثابت ہے تو ہمیں بھی ذرا دکھاؤ لیکن تم قیامت کی صبح تک ایسا نہیں کر سکتے۔"

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۵۴)

جواب الجواب:

اس کا جواب الجواب ابھی ہو چکا۔ پھر الزاماً ہم اس کا دوبارہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کا مکمل یہ اعتراض ہم آپ پر پیش کر کے تقاضا کرتے ہیں کہ تم نے نماز عید کے بعد دعا کو کیونکر ثابت کیا؟ اور کیسے جواز کا فتویٰ دیا؟

آپ تو چمکتے آفتاب کو دیا دکھانے پہ اتر آئے وہ بھی بجھا ہوا۔ اسے پنجابی میں کہتے ہیں پلے نہ تیلا تے کردی میلا میلا یعنی جیب میں ایک پیسہ تک نہیں اور میلا دیکھنے کا شور کر رہی ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے یا رب
کہ لڑتے بھی ہیں اور ہاتھ میں تلوار تک نہیں

اظہر صاحب کے خودساختہ اعتراضات و جوابات:

اس کے بعد مولوی اظہر نے خود ساختہ سات (۷) اعتراضات ذکر کے پھر خود ہی ان کے جواب لکھ ڈالے۔ چونکہ ان سب کا تعلق بدعت کی بحث سے ہے اور بدعت کی تشریح و توضیح میں ہم مستقل طور پر پہلا باب قائم کر چکے۔ جس

کے پڑھ لینے کے بعد امید ہے کہ اظہر صاحب کا بدعتی دائمی مرض ہلکا ہو جائے گا۔اب یہاں پر ان کے جواب الجواب علیحدہ دینا سوائے ضیاع وقت کے کچھ نہیں، کیونکہ ان سب کے جوابات پیشگی ہو چکے۔

فریق مخالف کے قائم کئے گئے سوالات اور ہمارے جوابات:

دیوبندی فاضل نے صفحہ ۶۸ سے ۷۱ تک ''فریق مخالف سے چند سوالات'' کے عنوان سے ہم سے کچھ جوابات کا تقاضا کیا ہے۔تو اب ترتیب سے ان کے جواب دیئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر۱:

دعا بعد الجنازہ کی تاریخ کیا ہے؟ یہ عمل خیرون میں سب سے پہلے کس نے کیا؟

جواب الجواب:

اس دعا کی تاریخ صدر اول ہے اور یہ عمل خیرو القرون میں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ سے قولاً اور فعلاً ثابت ہوا جیسا کہ ہمارے دوسرے باب میں درج حدیث نمبر ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۳۸وغیرہ میں گزرا۔

سوال نمبر۲:

دعا بعد الجنازہ کی تمہارے نزدیک کیا شرعی حیثیت ہے؟ فرض، واجب، سنت یا مستحب؟ جو بھی حیثیت ہے اس کی شرعی دلیل باحوالہ بیان کریں تاکہ امت میں پیدا ہونے والے اس اختلاف کی بیخ کنی کی جاسکتی۔

جواب الجواب:

محسوس ہوتا ہے کہ اظہر صاحب کی یادداشت خاصی کمزور ہے، ورنہ یہ جس پمفلٹ کا جواب لکھنے بیٹھے ہیں اس کے دوسرے صفحہ پر ہی ہم نے اس دعا

کی شرعی حیثیت بایں الفاظ بیان کی تھیں کہ ''جو مسائل وجہ اختلاف ہیں ان میں سے ایک ''نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بھی ہے'' ...... الی ان قلت ...... حالانکہ اموات مسلمین کے لئے دعا کرنا قطعاً جائز (مستحب) وشرعاً محبوب ہے ...... رہی دلیل کی بات تو ایک نہیں ہم نے تو دوبارہ اس کتاب میں دلائل کا انبار لگا دیا ہے۔ جہاں تک اختلاف امت کی بیخ کنی کی بات ہے تو وہ کیونکر ختم ہوسکتا ہے جبکہ امت کے اتفاقی مسائل معمول بہ قرنا بعد قرن (جیسے یہ دعا) کو انتشار پسند لوگ ناجائز وحرام اور بدعت تک کہنے لگیں۔

ے رہزن بھی چلا بن کر رہبر، ڈاکو بھی چلا بن کے لیڈر
جو شمع بجھانے آیا ہے وہ شمع شبستان کیا ہوگا؟

سوال نمبر۳:

دعا بعد الجنازہ کا عمل سرانجام نہ دینے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا یہ تارک فرض، واجب وسنت ہے؟ یا تارک مستحب؟ اسے چھوڑنے والے کو مطعون کرنا درست ہے؟ اور کیا اس کا جنازہ ناقص رہ جاتا ہے؟

جواب الجواب:

اس دعا کو ویسے چھوڑنا اور بات ہے کہ مستحب کا تارک ہوا، گنہگار نہیں۔ ہاں مگر اس کا انکار کرنا اور میں نہ مانو کی ضد کرنا اس حیثیت سے کہ یہ دعا ہے تو ایسوں پر طعن اور ان کی مذمت تو خود قرآن بھی فرما رہا ہے۔ ملاحظہ ہو اس کتاب کے دوسرے باب میں عنوان ''منکرین دعا کی حیثیت وانجام خدا کی نگاہ میں'' رہی بات جنازہ کے ناقص رہ جانے کی تو یہ فتویٰ ہم اہلسنت کی کسی کتاب سے آپ نے دیکھ کر سوال قائم کیا؟ ہم تو اس کے قائل نہیں، جب ہم قائل نہیں تو تمہارا یہ سوال بھی فضول اور بے کار۔

سوال نمبر ۴:

اگر کسی مقصد پر کوئی طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین کرام یا ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو تو اس طریقہ کو ترک کر کے دوسرا طریقہ ایجاد کرنا یا اس میں زیادتی مختلف فیہ پیدا کرنا بہتر ہے یا اس پر اکتفاء کرنا مناسب ہے؟

جواب الجواب:

جناب بندہ! اس سوال سے قبل اگر اپنے اکابر کا فتویٰ دربارۂ دعا بعد نماز عید ملاحظہ کر لیتے تو یقیناً آپ کو یہ سوال کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑی۔ رہی بات دعا بعد جنازہ قبل دفن کی تو یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جو شارع علیہ السلام سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و من بعد ہم باحسان سے متواتراً بطور معمول بہ چلا آرہا ہے۔ اس کا انکار تو ساڑھے چودہ صدیوں کے بعد آپ کو آج سوجھا۔

سوال نمبر ۵:

ہم نماز جنازہ کے اندر کی دعا آپ کو حدیث مبارکہ اور اقوال فقہاء سے دکھا دیتے ہیں۔ آپ نماز جنازہ سے باہر کی دعا کے الفاظ ہمیں دکھائیں جو اقوال ائمہ، کتب سلف یا حدیث مبارکہ میں مذکور ہو؟ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر ہر دعا کو محفوظ کیا حتیٰ کہ بیت الخلاء جانے سے پہلے اور اس سے نکلنے کے بعد کی دعائیں بھی محفوظ کر کے امت تک پہنچائی ہیں تو اگر نماز جنازہ کی دعا ہوگی تو وہ بھی لازماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ کر لی ہوگی، ہمیں اس کا حوالہ عنایت فرما دیں۔

جواب الجواب:

اولاً تو آپ کا سوال ہی مبنی بر جہالت ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے کسی مقام پر بھی یہ قید ہر گز نہیں لگائی کہ میں فقط وہی دعا قبول کروں گا جو سنت یا

اقوال ائمہ و کتب سلف سے ثابت ہو۔ بلکہ اس نے تو مطلقاً فرمایا ہے ”ادعونی استجب لکم“ لہٰذا جائز دعا کوئی بھی ہو کیسے ہی الفاظ میں ہو جو اس کی شایان شان ہیں، قبولیت کا اس پر وعدہ ہے۔

ثانیاً ہم پوچھتے ہیں آج کل جو تمہارے لوگ انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر خصوصاً رائیونڈی اجتماع میں گھنٹوں دعائیں کی جاتی ہیں کیا ان کا ہر ہر لفظ سنت وغیرہ سے ثابت ہے؟

ثالثاً ہمارے دوسرے باب میں درج حدیث نمبر ۳۵ کا دوبارہ مطالعہ کریں آپ کا مطالبہ سو فیصد پورا ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۶:

بہار شریعت آپ کے مسلک کی بہت بڑی ضخیم اور معتبر کتاب ہے۔ اس کے مصنف نے نماز جنازہ کی پوری ترکیب اور اندر والی تمام دعائیں لکھی ہیں، لیکن نماز جنازہ کے بعد والی اس دعا کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اگر شریعت میں اس دعا کی کوئی اصل ہوتی تو بہار شریعت میں اس دعا کو ضرور لکھا جاتا۔ اب سوال یہ ہے کہ بہار شریعت سے یہ مخصوص طریقہ دعا ثابت کر کے دکھاؤ۔

جواب الجواب:

آپ کا یہ سوال آپ کے لغوگو اور جاہل مطلق ہونے کا بین ثبوت ہے۔ اس لئے کہ آپ کا یہ سوال تو تب درست ہوتا کہ اگر صاحب بہار شریعت نے خود یا کسی اور اہلسنّت کے معتبر عالم دین نے یہ قید لگائی ہوتی کہ فقط اور فقط بات وہی قابل قبول و عمل ہے جو بس بہار شریعت میں ہو۔ حالانکہ ایسا ہر گز نہیں۔

باقی آپ کا یہ کہنا کہ ”اگر شریعت میں اس دعا کی کوئی اصل ہوتی تو بہار شریعت میں اس دعا کو ضرور لکھا جاتا“ یہ آپ کی ذاتی اختراع ہے۔ ہاں اس میں کوئی

شک نہیں کہ اردو زبان میں فقہ حنفی کی اتنی معتبر و مستند اور مبسوط کتاب کوئی دوسری نظر نہیں آتی۔ مگر آپ کے بیان کردہ اس قانون کے قائل ہم اہلسنّت ہر گز نہیں ہیں۔

سوال نمبر ۷:

اگر بہار شریعت میں یہ مخصوص طریقہ دعا کا نہیں لکھا ہوا تو چاہئے کہ فقہ حنفی کی کسی کتاب میں آپ کا یہ مخصوص طریقہ لکھا ہوا ہے؟ شرط یہ ہے کہ جس طرح آپ دعا مانگتے ہیں اسی طرح طریقہ کو آپ نے ثابت کرنا ہے۔

جواب الجواب:

آپ کا بار بار مخصوص طریقہ دعا کا مطالبہ ثابت کرتا ہے کہ آپ نفسِ جواز دعا کو تسلیم کر چکے ورنہ ایں سوال چہ معنی دارد؟ کیونکہ ہمارے مابین اختلاف تو نفس دعا کے جواز کے بارے ہے۔

پھر ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جس طرح آپ اس مخصوص طریقہ دعا کا مطالبہ کر رہے ہیں کیا کسی مقام پر اللہ تعالیٰ عزوجل یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کرنے کے لئے مخصوص طریقے کا مطالبہ کیا ہے کہ اس کے علاوہ دعا ہرگز قبول نہ کی جائے گی؟؟

جب اُدھر سے یہ مطالبہ نہیں تو تم کون ہوتے ہو اس کا مطالبہ کرنے والے؟

مزید ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ جو اس شدت سے بہار شریعت سے مطالبہ کر رہے ہو، اس سے کیا مراد ہے؟ بہار شریعت سے ثبوت یا پھر صاحب بہار شریعت کی طرف سے ثبوت؟

مرادِ اوّل کا تو جواب ہو چکا۔ اگر مرادِ ثانی ہو تو بسم اللہ کیجئے۔ صاحب بہار شریعت صدر الشریعۃ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم

سے اس کا ثبوت لیجئے!

''مسئلہ (۴۲۹): نماز جنازہ کے کچھ دیر کے بعد جنازہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعاء یا فاتحہ پڑھنا کیسا ہے اور بعد نماز، جنازہ کو فوراً نہ لے جانا بلکہ کچھ دیر کرنا کچھ فاتحہ یا دعا کی غرض سے دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: نماز جنازہ کے بعد اگر میت کے لئے دعا کی گئی یا اس کا ایصال ثواب کیا گیا تو کچھ حرج نہیں۔ مگر اسی ہیئت پر رہتے ہوئے جس پر نماز پڑھی تھی۔ ایسا نہ کریں بلکہ صف وغیرہ توڑنے کے بعد اگر دعا وغیرہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۳۱۹، مکتبہ رضویہ کراچی)

آپ کسی ایک فقہ حنفی کی کتاب کی بات کرتے ہیں ہم نے تو آپ کے گھر سے یہ مخصوص طریقہ ثابت کر دیا، ملاحظہ ہو ہمارا باب ہفتم۔

سوال نمبر ۸:

جس مخصوص طریقے سے آپ دعا مانگتے ہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی کسی ایک جنازہ کے سلام کے بعد دفن سے قبل اس طرح دعا مانگی ہے؟

جواب الجواب:

اس کا جواب سوال نمبر ۷ کے تحت آچکا، مزید سوال نمبر ۴ کا جواب ملاحظہ ہو۔

سوال نمبر ۹:

دین کا ہر وہ کام جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں فرمایا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا ہے ایسے کاموں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ یا ان میں توقف ہے؟ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عید کے لئے نہ تو اذان دینے کا

حکم صادر فرمایا ہے نہ ہی اذان دینے سے منع فرمایا ہے تو اب عیدین کی اذان کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

آیا جائز ہوگی یا ناجائز؟ اسی طرح نماز جنازہ کی اذان اور تکبیر جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع نہیں فرمایا، ہمیں یہ کہنی چاہئے یا نہیں؟

جواب الجواب:

آپ کے سوال کے پہلے حصے کا جواب یہ ہے کہ ایسا کام مباح ہوتا ہے، اس کی حرمت ثابت نہیں ہوسکتی جب تک اس کی حرمت کی دلیل نہ قائم ہو جائے۔ اس پر فقہاء ومفسرین احناف کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل اس کتاب کی تقدیم میں...... ''عقیدہ اہلسنت'' کے عنوان کے تحت گزر چکی۔

رہا آپ کا عیدین کی نماز کے لئے اذان کا شرعی حکم پوچھنا تو اس کا جواب اپنے گھر سے وصول کیجئے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں اس بارے سوال و جواب یوں مذکور ہے:

سوال ۲۷۰۱: عیدین میں اذان وتکبیر بالصلاۃ کہنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: عن ابن جریج قال اخبرنی عطاء عن ابن عباس و جابر بن عبداللہ قالا لم یکن یوذن یوم الفطر ولا یوم الاضحیٰ ثم سائلته یعنی عطاء بعد حین عن ذلك فاخبرنی جابر بن عبداللہ ان لا اذان للصلوٰۃ یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعد ما یخرج ولا اقامة ولا ندا ولاشیئی۔ لا نداء یومئذ ولا اقامة رواہ مسلم۔ وفی الدر المختار، لایسن لغیرھا کعید......الخ۔

اس حدیث وفقہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عیدین میں اذان اور

تکبیرات اور ندا صلوٰۃ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ مسنون طریقہ یہی ہے۔

(ج ۵ ص ۱۴۴، مطبوعہ مکتبہ العلم)

آپ کے مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کی نقل کردہ روایت ''ان لا اذان ...الخ'' سے ثابت ہوا کہ عیدین کے لئے اذان وتکبیر یعنی اقامت کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے۔

یونہی آپ نے جو نماز جنازہ کے لئے اذان کے شرعی حکم کا تقاضا کیا ہے تو اس کی ممانعت کی صراحت بھی صدیوں سے فقہ حنفی میں موجود چلی آرہی ہے۔

ملاحظہ ہو:

درمختار کی عبارت ''لایسن لغیرھا کعید'' یعنی فرائض پنجگانہ کے سوا اذان دینا مسنون نہیں جیسے عید، اس کے تحت علامہ شامی فرماتے ہیں:

و وتر و جنازۃ و کسوف و استسقاء و تراویح و سنن رواتب لانھا اتباع للفرائض۔

''اور وتروں، جنازہ، کسوف، استسقاء، تراویح اور سنن رواتب کے لئے بھی اذان دینا سنت نہیں ہے کیونکہ یہ سب فرائض کے تابع ہیں۔'' (فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۶۳)

چونکہ تبعیت کو علت قرار دیتے ہوئے ان سب کے لئے اذان کی نفی کی گئی تو علامہ شامی کی اس علت پر بنا کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ جنازے کے لئے اقامت بھی نہیں کیونکہ اقامت اذان کے تابع ہوتی ہے، تو جب اذان کی نفی ہوچکی تو اقامت کی خود بخود نفی ہو جائے گی نتیجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ کے لئے اذان واقامت نہیں کہنی چاہئے ہیں۔

اے بندۂ سائل!

یہ تو ہم نے آپ کے پورے سوال کا جواب دے دیا، لیکن جو آپ دبے لفظوں من وراء حجاب مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ سوال کرتے وقت جو آپ کے دماغ میں تدبیر روباہی تھی وہ شائد یہ تھی کہ جس طرح عیدین کی اذان کے لئے سرکار علیہ السلام سے نہ منع وارد ہے اور نہ ہی فعل، یونہی نماز جنازہ کے لئے اذان واقامت کے بارے نہ منع وارد نہ فعل، تو یہ کام کرنا جائز نہیں۔ یونہی نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے بارے بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منع و ثبوت کچھ ثابت نہیں لہٰذا یہ دعا کرنا بھی مثل اذان عیدین وجنازہ کے جائز نہیں۔

آپ کا یہ خیال ہی غلط بلکہ فاسد وعاطل ہے، کیونکہ اذانِ عیدین وجنازہ کی ممانعت صریح تو ہم دلائل سے ثابت کر چکے لیکن آپ کو قرآن وسنت وغیرہ سے ایک بھی دلیل ایسی نہیں ملے گی کہ جس میں نماز جنازہ کے بعد قبل دفن سے منع کیا گیا ہو۔ بلکہ اس دعا کے ثبوت وجواز پر سینکڑوں دلائل موجود ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ان کا ایک ذخیرہ اس کتاب میں بھی جمع کر دیا۔ فللہ الحمد

سو پردوں میں بیٹھیں تو ہرگز چھپ نہیں سکتے
وہاں تک کر ہی لیتے ہیں رسائی دیکھنے والے

سوال نمبر ۱۰:

جو شخص اس مخصوص طریقہ دعا میں آپ کے ساتھ شامل نہ ہو۔ قرآن پاک کی چند آیات مثلاً

واذا سئلك عبادی عنی فانی قریب... قال ربکم ادعونی استجب لکم... ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون... الخ

وغیرہ آیات پڑھ کر اس کو جہنمی قرار دینا جائز ہے یا ناجائز۔

جواب الجواب:

چلیں وہ ہمارے مخصوص طریقے کے مطابق نہ مانگے کوئی اور طریقہ اختیار کرتے ہوئے مانگ لے جیسے بیٹھ کر۔

دوسری بات یہ ہے کہ دعا میں ویسے شمولیت نہ کرنا اور بات ہے، لیکن اس کا انکار کرتے ہوئے شامل نہ ہونا اور بات ہے۔ جیسے نماز کا ترک کرنا بطور غفلت اور بات ہے، لیکن منکر صلوٰۃ ہو کر چھوڑنا چیز دیگر است۔ اب آپ ہی بتائیے جو انکارِ دعا کرے کیا وہ عبادت کا منکر نہیں؟ جیسا کہ کئی مفسرین نے "عن عبادتی" کے کلمات طیبات سے دعا ہی مراد لی۔ بلکہ مغز عبادت کا منکر ہوا تو ایسا بندہ اپنے انجام کے بارے اپنے دل سے فتویٰ لے لے ہم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے کہ اسے جہنمی کہنا جائز ہے کہ نہیں؟

سوال نمبر ۱۱:

کیا عام دلائل سے خواہ وہ آیت قرآن مجید ہو یا حدیث مبارکہ خاص قسم کی چیز ثابت کرنا ٹھیک ہے یا غلط؟ مثلاً ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے دعا مانگنی چاہئے اور وہ اپنے خاص موضع کی اس دعا کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی عام آیات پڑھتا ہے یا عام احادیث مبارکہ بیان کرتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اس کے ان عام دلائل سے خاص موقع کی یہ دعا ثابت ہو گی یا نہیں؟

جواب الجواب:

بالکل عام دلائل سے استدلال کرنا درست ہے جیسا کہ ہم دوسرے

باب میں بعنوان ''مولوی اظہر دیوبندی کی غلط تاویلات کا رد بلیغ'' میں دلائل قاطعہ سے ثابت کر چکے۔ اس کا دوبارہ مطالعہ کیجئے، لہٰذا عام دلائل سے یہ دعا بھی ثابت ہو جائے گی۔

سوال نمبر ۱۲:

فجر کی سنتوں کے بارہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر تمہیں گھوڑے بھی روند دیں تو نہ چھوڑنا'' کیا نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دعا کی اتنی تاکید کسی حدیث کی کتاب سے ثابت ہے؟

جواب الجواب:

جناب سائل! ہم اس دعا کے اتنی تاکید کے قائل ہی کب تھے جو ثابت کرتے پھریں۔ ہم تو اس کے جائز، مستحب اور مستحسن ہونے کے دعویدار تھے، سو اس دعوے پر درجنوں حوالاجات پیش کر چکے۔

سوال نمبر ۱۳:

مسواک کے فضائل کثرت سے احادیث مبارکہ میں ملتے ہیں کہ مسواک سے پڑھی جانے والی نماز کا ثواب دوسری نماز سے ستر گناہ زیادہ ہوتا ہے کسی حدیث میں کیا اس دعا کی اتنی فضیلت وارد ہوئی ہے؟

جواب الجواب:

دعا من حیث الدعاء اس سے بھی کہیں زیادہ اس کی فضیلت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسواک کرنا پھر اس کے بعد نماز پڑھنا ایک عبادت اور دعا کو مغز عبادت فرمایا گیا ہے۔

کما قال علیہ السلام ''الدعاء مخ العبادۃ''۔

پھر اگر کوئی بندہ مسواک نہ کرے بوقت وضو ہاتھ کی انگلی سے منہ صاف کر لے تو ٹھیک ہے۔ مسواک نہ کرنے کی وجہ سے رب ناراض نہیں ہوگا، جبکہ دعا نہ کرنے والے کے لئے فرمایا کہ ''جو رب سے دعا نہیں کرتا رب اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔''

سوال نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۶:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعا کا کوئی حکم دیا ہو یا خود مانگی ہو تو اس کا ثبوت دیں۔

ہندوستان میں اسلام پھیلانے والے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کی تعلیمات میں اس کا ثبوت ملتا ہے؟

پنجاب میں اسلام کی کماحقہ تبلیغ کرنے والے مثلاً حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، یا حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے اگر اس دعا کا ثبوت ملتا ہے تو تحریر فرما دیں تاکہ سب کا بھلا ہو اور دین محمد ﷺ پر کماحقہ عمل ہو سکے۔

جواب الجواب:

کاش کہ ''کماحقہ عمل ہو سکے'' کے ساتھ آپ یہ بھی لکھ دیتے کہ ''ہم بھی یہ دعا مانگنا شروع کر دیں گے۔'' مگر آپ ایسا کیونکر کرتے آپ نے تو نہ ماننے کی قسم کھا رکھی ہے نا۔ نیز آپ ان بزرگان دین کے حوالے سے ثبوت مانگنے کے تو تب مجاز تھے جب قرآن وحدیث اور فقہ کے دلائل مان کر ان پر عمل پیرا ہو چکے ہوتے۔ اس طرف تو آپ عناداً توجہ ہی نہیں کرتے، ورنہ اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔

پھر یہ بھی ذرا بتائیے کہ ان بزرگوں نے اپنی تعلیمات کے حوالے سے کہیں پر یہ فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! تم پر فقط وہی احکام لازم ہیں جن کا ثبوت

ہماری تعلیمات میں ہے؟

یا پھر انہوں نے اس دعا سے منع کیا ہو؟

یا انہوں نے تمہاری طرح اس دعا کو کہیں پر بدعت ناجائز اور حرام لکھا ہو؟

اگر کہیں ایسا ثبوت ملتا ہے تو پیش کریں، ورنہ اس طرح کہ لایعنی سوالات کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ ان کے مزارات پر حاضر ہو کر جاروب کشی کی نوکری کریں شائد کہ آپ کے قلب ونگاہ کو پاکیزگی میسر آجائے۔

دیوبندی کا آخری دھوکہ دہ انتباہ:

دیوبندی فاضل بعنوان ''انتباہ'' لکھتا ہے:

قارئین کرام! میں آپ حضرات کی توجہ ایک اہم نکتہ کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ جو حضرات دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ قبل الدفن کے قائل ہیں، وہ لوگوں کو ایک دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھیں دیوبندی دعا کے منکر ہیں تبھی تو یہ حضرات نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دعا نہیں مانگتے قارئین کرام! دیکھیں دعا ایک بہت بڑی عبادت ہے اور حدیث پاک میں دعا کو عبادت کا مغز فرمایا ہے اگر ہم لوگ دعا کے منکر ہوئے ہوتے تو نماز جنازہ کے اندر دعا نہ پڑھتے اس طرح دفن کے بعد قبر پر دعا نہ مانگتے، اصل بات یہ ہے کہ ہم موقعہ دعا کے منکر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد دفن سے پہلے جو موقع ہے اس موقع پر دعا مانگنا نہ قرآن وسنت سے ثابت اور نہ ہی قول صحابی، تابعی اور تبع تابعی سے اور نہ ہی امت کے کسی فقیہہ مجتہد سے یہ دعا ثابت ہے۔ الخ

(نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۷۲، ۷۳)

پھر وہی ضدی بچے جیسے مکررات جملے اور بے محل امثلہ کا سہارا لیا گیا، جن کا لفظ بالفظ لکھنا پھر ان کا جواب دینا بے کار نظر آتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر کا

جواب تو ہم نے کئی بار دے دیا اور کچھ اس درجہ اعتبار سے ساقط کہ ان کے جواب کی زحمت کی جائے، البتہ یہ موقع والی بات کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

جواب الجواب:

انتباہ میں دیوبندی فاضل نے بڑی فریب دہ معصومیت کے ساتھ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

جناب بندہ! آپ جو اتنی شدت کے ساتھ اس موقعہ دعا کے منکر ہوئے تو کیا خوب ہوتا اگر اپنے انکار پر کوئی دلیل بھی قائم کرتے، وہ تو آپ سے ہو نہ سکا اور نہ ہی آپ قیام قیامت تک ایسا کر سکتے ہو۔

ے نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

پھر الٹا آپ کا یہ کہنا کہ یہ ثابت نہیں، ثابت نہیں، ثابت نہیں۔

اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم کثیر ادلۂ قرآنی، تفسیری، حدیثی، فقہی، اجماعی، قیاسی، بلکہ تمہاری کتب سے بھی ثابت کر چکے، ان کو بغور بار بار پڑھیں امید ہے کہ آپ کے دل ودماغ اور زبان وقلم سے ''میں نہ مانوں'' کا زنگ اتر جائے گا۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ ہم نے بعون اللہ تعالیٰ جہاں دعا بعد جنازہ قبل دفن کے جواز وثبوت پر درجنوں حجج براھین ساطعہ قائم کیں اس کے ساتھ ساتھ مولوی اظہر دیوبندی کے دلائل اور اعتراضات کو نہ صرف توڑا بلکہ دندان شکن جوابات سے ان کا رد بھی کیا۔ اب اظہر صاحب کے بقول ''انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے کون حق پر ہے؟ اور کون باطل پر؟''

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کر سر عام رکھ دیا

دیو بندیوں سے ہمارے چند سوالات:

چونکہ دیو بندی فاضل نے اپنی کتاب کے آخر میں ہم سے چند سوالات کے جواب طلب کئے تھے، جن کے فرداً فرداً جوابات دے دیئے گئے۔ اب ہم اظہر صاحب اور انکے ہم خیال تمام دیو بندیوں سے چند سوالات کے جوابات کا تقاضا کرتے ہیں، تاکہ جواب الجواب تحریر کا تقاضا بھی پورا ہو جائے اور دیو بندی مذہب کا بطلان بھی ظاہر ہو جائے۔

(۱) آپ حضرات بدعت کی کوئی ایک ایسی جامع اور مانع تعریف پیش کریں کہ جس پر آپ کے تمام اکابر واصاغر متفق ہوں؟

(۲) تم جو اس دعا کے ناجائز ہونے کے قائل ہو، وضاحت کریں اس سے کیا مراد ہے؟ حرام، مکروہ یا کیا؟ جو بھی ہو اس پر اس کی حیثیت کی دلیل صحیح پیش کرو؟

(۳) اس دعا کے انکار اور عدم جواز و بدعت کے قول کی تاریخ بتائیں، نیز خیر القرون میں سب سے پہلے کس نے اس سے منع کیا؟

(۴) قرآن پاک کی کوئی آیت جو صراحتاً اشارۃً یا کنایۃً ہی اس دعا سے منع کرتی ہو پیش کریں؟

(۵) اس وقت دنیا میں لاکھوں احادیث نبویہ کا ذخیرہ موجود ہے۔ اس کی ممانعت پر کوئی ایک حدیث مبارکہ صحیح تو صحیح ضعیف ہی پیش کرو؟

(۶) کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب نبی ہوئے ہیں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا مستند قول پیش کرو جو اس کی ممانعت پر دلالت کرتا ہو؟

(۷) تم بھی حنفیت کے دعویدار ہو اس دعا کی ممانعت پر اپنے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ایک قول پیش کرو، جس میں تمہاری طرح بدعت و عدم جواز کی صراحت ہو؟

(۸) کسی فقیہہ مجتہد کا مستند قول بمطابق دیگر ادلہ شرعیہ بغیر قیود وحدود کے جو یوں ہو "لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ" پیش کریں؟

(۹) دھوکہ دینے کے لئے آج کل تم نے بھی قادری، نقشبندی وغیرہ کہلانا شروع کر دیا اور ائمہ سلاسل طریقت کا نام لینا بھی کسی حقیقی ولی اللہ کا مستند حوالہ دیں جس میں انہوں نے اس دعا سے منع کیا ہو؟

(۱۰) تم دلائل مطلقہ وعامہ سے استدلال کے منکر ہو، بتاؤ اگر زید "اقیموا الصلوٰۃ" حکم مطلق وعام کا انکار کرتے ہوئے یہ کہے کہ اس امر سے مجھ پر نماز فرض نہیں ہوتی کیونکہ یہ دلیل مطلق و عام ہے اور میں فرد خاص ہوں لہٰذا میرے لئے خاص اور مستقل دلیل چاہئے جس میں لکھا ہو "یا زید اقم الصلوٰۃ" تو میں مانوں گا کہ نماز مجھ پر بھی فرض ہے۔ اسے کیا جواب دو گے؟

(۱۱) یہ قرآن وسنت کا کون سا قانون ہے کہ جس میں یہ لکھا ہو کہ دلائل مطلقہ و عامہ سے استدلال کرتے ہوئے نماز عیدین (جو کہ ایک خاص مسئلہ ہے) کے بعد دعا کو ثابت کرنا دیو بندیوں کے لئے جائز ہے اور انہیں دلائل سے اگر اہلسنّت بعد جنازہ قبل دفن دعا کو ثابت کریں تو ناجائز ہو جاتا ہے؟

(۱۲) وضاحت کیجئے کہ وہ آیات و احادیث جو اپنے اطلاق وعموم کے ساتھ ہمہ وقت دعا کے جواز و استحسان پر دلالت کرتی ہیں بعد نماز جنازہ قبل دفن کی نفی ثابت کرنے کے لئے ان کا کونسا مخصص ہے؟

(۱۳) جب تم نے خود اعتراف کیا کہ "قانون کلی ہی ہوتے ہیں اور جزئیات ان کے تحت داخل ہو جاتی ہیں۔" (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم ص ۱۶) بلکہ اسی جگہ لکھا کہ "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قانون اور ضابطہ یوں بیان فرمایا دیا...... الیٰ ان قلت...... تو پھر الگ الگ جزئیات کے لئے علیحدہ ارشاد فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔"

تو تمہارے اس بیان کردہ قانون کے مطابق اگر ہم کہیں کہ "ادعونی وغیرہ فرمان ربی" جب ایک قانون اور ضابطہ ٹھہرا تو اس کی جزئیات (یعنی کس کس موقع پر دعا کرنی ہے) الگ الگ ارشاد فرمانے کی ضرورت نہ تھی، دعا بعد جنازہ قبل دفن بھی بطور جزی ہونے کے اپنے قانون کلی کے تحت داخل ہو کر ثابت ہو جائے گی۔

تم وضاحت کرو کہ تمہارے ہی اس قانون کے مطابق یہ دعا ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر "ہاں" کہو تو فہو مدعانا اور اگر "نہیں" کہو تو درج بالا دونوں مقامات میں وجہ فرق بیان کرو؟

(۱۴) اگر تمہارے ہاں دلائل مطلقہ و عامہ سے استدلال ناجائز ہے تو ناجائز کی مراد یعنی کفر ہے۔ گمراہی ہے، حرام ہے یا مکروہ؟ واضح کرتے ہوئے ان ائمہ دین کے بارے بھی شرعی حکم بیان کر دیں جو قرناً بعد قرنٍ اس استدلال کو نہ صرف جائز مانتے رہے بلکہ خود بھی کرتے رہے، جیسا کہ بطور نمونہ صاحب مسلم الثبوت، صاحب تحریر الاصول اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ، بلکہ تمہارے اپنے اکابر بھی جنہوں نے انہیں دلائل سے ثبوت دعا بعد عیدین پر استدلال کیا؟

(۱۵) جب جنازے کے ساتھ تمہارے بقول ذکر بالجہر کرنا نامناسب اور فقہاء نے ناپسند کرتے ہوئے منع فرمایا ہے تو پھر حاجی امداد اللہ

صاحب کے جنازے کے ساتھ حاضر سب دیو بندیوں نے قبرستان تک بلند آواز سے ذکر کیوں کیا؟ (دیکھئے قصص الاکابر ص ۱۲۵)
کسی نے منع کیوں نہ کیا؟ اور جنہوں نے یہ ذکر کیا یقیناً تھانوی جیسے تمہارے اکابر کا جم غفیر ہوگا، ان کے بارے بھی شرعی حکم تحریر کر دیں؟

(۱۶) چونکہ تمہارے نزدیک "دعا بعد جنازہ قبل دفن" ایک بدعت اور ناجائز ہے تو جب ناجائز کی مراد واضح کرو تو ان ائمہ دین کے بارے بھی شرعی حکم واضح کرنا جنہوں نے اس دعا کو جائز قرار دیا، بلکہ اپنے ان علماء کے بارے بھی جو اس کے جواز کے قائل ہیں؟ تمہارے فتویٰ سے وہ سب بدعتی تو لامحالہ قرار پائے حکم دیگر لکھئے؟

(۱۷) سوائے "عیدین اور حج کے اجتماع" کے قرونِ ثلاثہ میں کوئی سالانہ اجتماع ہوتا تھا؟ یقیناً نہیں۔ تو پھر تمہارے سالانہ مختلف موضوعات پر اجتماعات کرنا خصوصاً رائیونڈ کے سالانہ اجتماع کے لئے خاص اہتمام کرنا کیسے جائز ہوا؟

(۱۸) ۲۳ سالہ ظاہری دور نبوت میں کفار و منافقین نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی بار گستاخیاں کیں بلکہ کئی طرح کی اذیتیں بھی دیں، کیا ان کی مذمت میں موجودہ ہیت کذائیہ پر کوئی ریلی یا جلوس نکالا گیا تھا؟

جبکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ جب ڈنمارک وغیرہ ممالک کے اخبارات نے توہین آمیز مواد چھاپا تو جہاں تمام اہلسنت (حنفی بریلوں) نے جلسے جلوس منعقد کئے وہاں تمہارے مکتبہ فکر دیو بند نے بھی ریلیاں وغیرہ نکالیں بلکہ آئے روز اب بھی مختلف موضوعات پر نکالی جاتی ہیں۔ ذرا اپنے بارے بھی فتویٰ دیجئے کہ تمہارے اس فعل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۱۹) تم جو ہر سال یوم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا یوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یا

یوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر گورنمنٹ سے عام تعطیل کا مطالبہ کرتے ہو،
سوال یہ ہے کہ یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عام تعطیل کا مطالبہ کرتے ہوئے کوئی ریلی نکالی تھی؟ یا یوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ریلی نکال کر عام تعطیل کا مطالبہ کیا تھا؟

یا یوم عثمان غنی علیہ کے حوالے سے ریلی نکال کر لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عام تعطیل کا مطالبہ کیا تھا؟

یا پھر یوم علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لوگوں نے کوئی ریلی نکال کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عام تعطیل کا مطالبہ کیا تھا؟ جواب بحوالہ دیں۔

(۲۰) رشید احمد گنگوہی جو خدا نہیں، غیر خدا ہے۔ اس کی شان میں یہ شعر کہنا کیسا ہے؟ کفر یا شرک؟

؎ مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

(۲۱) صد سالہ جشن دیوبند کے موقع پر ایک ہندو عورت اندرا گاندھی کو بلا کر کرسئ صدارت پر بٹھانا اور اسے عزت مآب کہہ کر مخاطب کرنا۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ ۲۴ مارچ ۱۹۸۰) کیسا تھا؟ جبکہ تم جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناجائز کہتے ہو!

(۲۲) مزید ذرا مہربانی کرتے ہوئے ان کثیر امور نو پید جو ہم باب اوّل میں شمار کروا چکے فرداً فرداً ان کی بھی اپنے قانون بدعت کی روشنی میں شرعی حیثیت واضح کر دیں؟

نیز ان کے مرتکبین و قائلین کے بارے بھی اگر فتویٰ صادر فرما دیں تو

کمال مہربانی ہوگی کیونکہ آپ بھی ٹھہرے دیوبند کے ''مفتی''؟

اظہر صاحب کا اعترافِ جرم:

راقم الحروف نے جب اظہر صاحب کی کتاب کا بغور مطالعہ کیا اور ان کی محولہ کتابوں سے ان کے دیئے گئے حوالاجات کی تحقیق کی تو ان میں بعض عبارات بسیار کوشش کے باوجود بھی نہ ملیں، بالآخر ہمارے ایک طالب علم نے (خود کو سنی ظاہر کئے بغیر) اظہر صاحب کو فون کر کے ان عبارات کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ اس میں کچھ حوالاجات غلط دے دیئے گئے ہیں.........

نوٹ: اگر اظہر صاحب کو یا ان کے کسی ہم خیال شخص کو تصدیق کرنی ہو تو وہ ہم سے رابطہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ کال ریکارڈنگ ہمارے پاس موجود ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے اور اپنے بے بنیاد عقائد و نظریات کو ثابت کرنے کے لئے کس حد تک گزر جاتے ہیں کہ نہ یہ قرآن و حدیث کی بے جا و غلط تعبیرات سے بعض آتے ہیں۔ نہ ہی سلف صالحین پر افتراء پردازی سے اجتناب کرتے ہیں اور نہ ہی ائمہ دین کی عبارات میں قطع و برید سے گریز کرتے ہیں، بلکہ پوری پوری عبارت تیار کر کے ائمہ دین کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تاکہ اپنا مطلب پورا ہو سکے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں!!!!!! حد یہ کہ غلط حوالاجات تک دے دیتے ہیں۔

؎ ہم نے آئینہ جو دکھایا تو برا مان گئے

تنبیہ:

ہم اپنے قائین سے درد دل کے ساتھ یہ حقیقت عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دور واقعتاً ایک بہت نازک دور ہے کہ جس میں نت نئے نئے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں۔ جن کی ابتداء و انتہاء فقط گمراہی، بے دینی، بد اعتقادی، اغیار کی

کا سالیسی، اور اسلام سے غداری ہے۔ جن کا مقصد اسلام دشمنی پر منتج ہوتا ہے اور حد یہ ہے کہ یہ فتنہ گر لوگ مصلح کی شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ راہزن رہبر کا روپ دھارے ہوئے ہیں۔ یہ ایمان کے لٹیرے محافظ کے بھیس بنائے ہوئے ہیں۔ یہ ملک وملت کے دشمن خیر خواہی کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔

گویا یہ لوگ زہر کی بوتل پر شہد کا لیبل لگائے قریہ قریہ، شہر شہر، اطراف و اکناف میں اہل ایمان کی دولت ایمان کو کمال مہارت سے لوٹ رہے ہیں۔

قارئین! ہوشیار، خبردار، ہوشیار خبردار، ان بے بہر پیوں سے ہم نے خود بھی بچنا ہے اور اپنے احباب کو بھی بچانے کی کوشش کرنی ہے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے
سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اُٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچانا دنیا دیکھی بھالی ہے

(حدائق بخشش)

اور ہاں!

سچا اور سُچا دین ومسلک وہی ہے کہ جس کا نام "اہل السنۃ والجماعۃ" خود مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز فرما کر جنتی ہونے کی سند عطا فرما دی۔

(احیاء العلوم ج ۳، ص ۳۰۸)

جن کی پہچان کثرت درود وسلام بتائی گئی جو مقربین خدا تعالیٰ کے چاہنے والے اور پیروکار ہیں نہ کہ گستاخ و بے ادب۔

جن کے لزوم کی ترغیب دیتے ہوئے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرما گئے!

فاذا رأیتم اختلافاً فعلیکم بالسواد الاعظم۔

(مستدرک ج ۱، ص ۳۱۷)

"جب تم اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ سواد عظم (یعنی اہلسنّت وجماعت) کا لزوم اختیار کرو۔"

تمت بالخیر بعنون اللہ تعالیٰ

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ۔ (۹ جولائی ۲۰۱۴ء بروز بدھ)

ماخذ ومراجع

نمبر شمار	کتاب	مصنف
۱	قرآن مجید	کلام الٰہی
۲	تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ۹۱۱ ھ وجلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ
۳	تفسیر احکام القرآن	امام ابوبکر رازی جصاص رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۰
۴	تفسیرات احمدیہ	حضرت ملا جیون متوفی ۱۱۳۰ھ
۵	تفسیر روح المعانی	علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۰ ھ
۶	تفسیر صاوی	علامہ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ
۷	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۰۶ھ
۸	تفسیر ابی مسعود	علامہ ابوالسعود بن محمد عمادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۸۲ھ
۹	تفسیر ملا علی قاری	نور الدین علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۴ ھ
۱۰	تفسیر معالم التزیل	امام محی الدین حسین بن مسعود شافعی رحمۃ اللہ علیہ
۱۱	تفسیر خازن	علامہ علی بن محمد بن خازن رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۲۵ھ
۱۲	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۴ھ
۱۳	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۲۵ھ
۱۴	تفسیر کشاف	ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری ۵۳۸ھ

15	تفسیر نعیمی،	حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۱ھ
۱۶	الاتقان فی علوم القرآن	علامہ جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) ۹۱۱ ھ
۱۷	ترجمۂ کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فاضل بریلوی
۱۸	بخاری شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ۲۵۶ رحمۃ اللہ علیہ
۱۹	مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۲۶۱ھ
۲۰	ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۹ ھ
۲۱	نسائی شریف	امام عبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳ ھ
۲۲	ابوداؤد شریف	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۵ ھ
۲۳	مصنف ابن شیبہ	حافظ عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۳۵
۲۳	ابن ماجہ شریف	امام محمد بن یزید ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۳ ھ
۲۴	مشکوۃ شریف	شیخ ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۲ ھ
۲۵	سنن دارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۵ ھ
۲۶	موطا امام مالک	امام مالک بن انس ۱۷۹ھ
۲۷	زرقانی شریف	علامہ محمد عبدالباقی زرقانی ۱۱۲۲ھ
۲۸	ریاض الصالحین	علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۶ ھ
۲۹	مستدرک شریف	امام محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری ۴۰۵ رحمۃ اللہ علیہ
۳۰	مسند ابی یعلیٰ	حافظ احمد بن علی مثنیٰ تمیمی ۳۰۷ھ
۳۱	جامع صغیر	علامہ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ
۳۲	ترغیب وترہیب	امام زکی الدین منذری متوفی ۶۵۶ھ

۳۳	معجم کبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۴۸ھ
۳۴	شعب الایمان	حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ
۳۵	شرح معانی الاثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی ۳۲۱
۳۶	عمدۃ القاری شرح بخاری	علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی ۸۵۵ھ
۳۷	فتح الباری	علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۶ھ
۳۸	مرقات	ملاعلی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۳۹	اشعۃ اللمعات	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ
۴۰	شرح صحیح مسلم	علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۴۱	شرح صحیح مسلم	مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی صاحب
۴۲	حاشیہ بخاری	علامہ احمد علی سہارنپوری،
۴۳	حاشیہ ریاض الصالحین حاشیہ مشکوٰۃ	
۴۴	الایضاح فی علوم الحدیث والاصطلاح	مصطفیٰ سعید الحق بدیع السید الحام
۴۵	تقریب النووی	علامہ یحییٰ بن شرف النوی ۶۷۶ھ
۴۶	مقدمہ مشکوٰۃ	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ
۴۷	اسد الغابہ	علامہ علی بن ابی الکرم المعروف ابن اثیر، ۴۳۰ھ
۴۸	النہایہ	علامہ محمد بن ابن اثیر جزری ۶۰۶ھ
۴۹	طبقات ابن سعد	امام محمد بن سعد ۲۳۰ھ
۵۰	تہذیب التہذیب	حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ

51	الاذکار	علامہ یحییٰ بن شرف نووی ۶۷۶ھ
52	احیاء العلوم	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی ۵۰۵ھ
۵۳	تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ
۵۴	الاعتصام	علامہ ابواسحاق بن موسیٰ شاطبی ۷۹۰ھ
۵۵	فقط للمومنین	
۵۶	مدارج النبوت مترجم	علامہ منشاء تابش قصوری صاحب
۵۷	تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۲۳۹ھ
۵۸	احسن الوعا	مولانا نقی علی خان صاحب ۱۲۹۷ھ
۵۹	ذیل المدعا	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی
۶۰	کیمیائے سعادت	امام محمد بن محمد غزالی ۵۰۵ھ
۶۱	ادلہ اہلسنّت والجماعۃ	سید یوسف ہاشم رفاعی
۶۲	رسائل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	مولانا صلاح الدین سعیدی
۶۳	فتاویٰ حدیثیہ	شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیتمی ۸۴۷ھ
۶۴	حسامی مع النامی	حسام الدین محمد بن محمد بن عمر
۶۵	نور الانوار	حضرت علامہ ملا جیون ۱۱۳۰ھ
۶۶	اصول الشاشی	مولانا نظام الدین شاشی
۶۷	فصول الحواشی	
۶۸	حاشیہ نور الانوار	علامہ محمد عبدالحلیم ۱۳۰۴ھ
۶۹	حاشیہ اصول الشاشی	مولانا محمد برکت اللہ صاحب متوفی
۷۰	شرح عقائد	امام سعد الدین تفتازانی ۷۹۲ھ

۷۱	نبراس	علامہ عبدالعزیز پرہاروی
۷۲	مسلم الثبوت	مولانا محب اللہ بن عبدالشکور بہاری
۷۳	تحریر الاصول	
۷۴	ہدایہ شریف	علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی ۵۹۳ھ
۷۵	تنویرتفوید الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ ۱۰۰۴ھ
۷۶	درمختار	علامہ علاؤ الدین حصکفی ۱۰۸۸ھ
۷۷	ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ
۷۸	فتاویٰ عالمگیری	علامہ نظامی الدین ۱۱۴۱ھ
۷۹	جوہر نیرہ	علامہ ابوبکر بن علی حواد ۸۰۰ھ
۸۰	النہر الفائق	
۸۱	نور الایضاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی ۱۰۶۹ھ
۸۲	مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی ۱۰۶۹ھ
۸۳	طحطاوی	علامہ احمد بن محمد طحطاوی ۱۲۳۱ھ
۸۴	بدایۃ المجتہد	قاضی ابوالید ابن رشید مالکی ۵۹۵ھ
۸۵	بدائع صنائع	علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی ۵۸۵ھ
۸۶	کبیری	علامہ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ
۸۷	بنایہ شرح ہدایہ	علامہ بدر الدین عینی ۸۵۵ھ
۸۸	فتح القدیر شرح ہدایہ	علامہ کمال الدین ابن ہمام ۸۶۱ھ
۸۹	میزان کبریٰ	امام عبدالوہاب شعرانی ۹۷۳ھ
۹۰	بحر الرائق	علامہ زین الدین ابن نجیم ۹۷۰ھ

۹۱	کشف الغطاء	علامہ نور الحق دہلوی
۹۲	کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	علامہ عبدالرحمٰن جزیری
۹۳	فتاویٰ رضویہ شریف	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی ۱۳۴۰ھ
۹۴	مرقاۃ الجمان	= = =
۹۵	بذل الجوائز	= = =
۹۶	حدائق بخشش	= = =
۹۷	احکام شریعت	= = =
۹۸	فتاویٰ امجدیہ	صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی ۱۳۴۲ھ
۹۹	لسان العرب	علامہ جلال الدین ابن منصور مصری ۷۱۱ھ
۱۰۰	المنجد	لوئیس معلوف الیسوعی
۱۰۱	تعریفات	میر سید شریف جرجانی ۸۱۴ھ
۱۰۲	غیاث للغاث	
۱۰۳	دروس البلاغہ	حفنی ناصف، محمد ذیاب سلطان محمد
۱۰۴	مشعل ہدایت	مولانا صدیق صاحب
۱۰۵	دعا بعد جنازہ کا تحقیقی ثبوت	سعید اللہ خان صاحب
۱۰۶	دعا بعد جنازہ کا ثبوت	مولانا قاری محمد طیب صاحب
۱۰۷	کافیہ	امام جلال الدین بن عمر المعروف ابن حاجب
۱۰۸	ہدایۃ النحو	علامہ ابوالحیان اندلسی ۷۵۴ھ
۱۰۹	شرح ابن عقیل	امام عبداللہ بن احمد المعروف ابن عقیلی

۱۱۰	معجم النحو والصرف	عبدالغنی دقر
۱۱۱	کتاب الروح	علامہ ابن قیم جوزیہ ۷۸۱ھ
۱۱۲	ترجمہ قرآن	اشرف علی تھانوی دیوبندی ۱۳۴۲ھ
۱۱۳	ترجمہ قرآن	محمود الحسن دیوبندی
۱۱۴	ترجمہ تفسیر ابن کثیر	عبدالبصیر دیوبندی
۱۱۵	تفسیر سراج منیر	حافظ ابوداؤد راغب وہابی
۱۱۶	تفسیر احسن البیان	حافظ صلاح الدین یوسف وہابی
۱۱۷	شیعی تفسیر	محسن نقوی
۱۱۸	انوار الباری	انور شاہ کشمیری دیوبندی
۱۱۹	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دیوبندی
۱۲۰	تفسیر عثمانی	شبیر احمد عثمانی دیوبندی
۱۲۱	حاشیہ ابوداؤد	محمود الحسن دیوبندی
۱۲۲	اشرف الہدایہ	جمیل احمد سکروڈھوی دیوبندی
۱۲۳	فتاویٰ دارالعلوم دیوبندیہ	عزیز الرحمان، مفتی محمد شفیع
۱۲۴	قصص الاکابر	صوفی شہاب الدین دیوبندی
۱۲۵	رسالہ بدعت	اسمٰعیل دہلوی ۱۲۴۶ھ
۱۲۶	اوجز المسالک	ذکریا کاندلوی دیوبندی
۱۲۷	معارف السنن	یوسف بنوری دیوبندی
۱۲۸	بہشتی زیور	اشرف علی تھانوی دیوبندی ۱۳۴۲ھ
۱۲۹	فتاویٰ حقانیہ	

۱۳۰	فتاویٰ فریدیہ	مفتی محمد فرید دیوبندی
۱۳۱	فتاویٰ شہابیہ	محمد عبداللطیف خان دیوبندی
۱۳۲	فوائد بہیہ	علامہ عبدالحی لکھنوی دیوبندی ۱۳۰۴ھ
۱۳۳	الکلام الموزون	شمس الحق افغانی دیوبندی
۱۳۴	تنویر الایمان	سید احمد شاہ دیوبندی
۱۳۵	مخزن فضائل ومسائل	ظفر احمد دیوبندی

ملنے کا پتہ

(۱)

دارالعلوم جامعہ فیضیہ

۴۱۱ گ ب فیض آباد شریف تاندلیاوالا (فیصل آباد)

(۲)

مکتبہ شہیدِ ختم نبوت

جامعہ اکبریہ فیض العلوم اکبرآباد کوٹلی میانی (شیخوپورہ)

ہجویری بک شاپ؛ گنج بخش روڈ، لاہور
ضیاء القرآن پبلی کیشنز؛ لاہور، کراچی
احمد بک کارپوریشن؛ راول پنڈی
مکتبہ برکات المدینہ؛ کراچی
مکتبہ درسِ نظامی؛ پاک پتن شریف
علامہ فضل حق پبلی کیشنز؛ لاہور

اَلحُجَجُ القَاطِعَه فِی رَدِّ البَرَاهِینِ الوَاضِحَه

''دعا بعد از نماز جنازہ'' کے ثبوت پر تفصیلی دلائل کا اسلوب درج ذیل ہے

باب اوّل: بدعت اور اس کی حقیقت

باب دوم: ''نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت'' قرآن سے

باب سوم: ''نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت'' احادیث سے

باب چہارم: ''نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت'' اجماع اُمت سے

باب پنجم: ''نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت'' قیاس سے

باب ششم: ''نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت'' فقہاء کرام کے اقوال سے

باب ہفتم: ''نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت'' منکرین کی کتب سے

باب ہشتم: منکرین کے دلائل واعتراضات کے جوابات